یورپ میں دکھنی مخطوطات

از

نصیر الدین ہاشمی

یورپ میں دکھنی مخطوطات

جس میں

ان دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور فارسی نسخوں کے اختلاف بھی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ رہبر سفر یورپ وغیرہ)

سنہ ۱۳۵۱ھ
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں

شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

۹ر خورداد سنہ ۱۳۴۱ فصلی

بار اول

میں اپنی اِس ناچیز تالیف کو

قدردانِ علم و فن شمعِ بزمِ شعر و سخن

ہز اکسلنسی راجہ راجگان مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت بہادر

جی سی - آئی - ای صدر اعظم دولتِ آصفیہ

کے اسم گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزت حاصل کرتا ہون

ہاشمی

فہرست مضامین

مقدمہ

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اردو شہ پارے۔ اردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ روح تنقید

تنقیدی مقالات ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

وہ زمانہ گذر گیا جب کہ اُردو ادب کی تہی مائگی کا خیال اُردو کے اکثر بہی خواہوں کے لئے باعث صد تاسف تھا۔ اور اس کے بدخواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اُردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اُردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاصکر مولوی محمد حسین آزاد کو اس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کدوکاوش کے بعد جو آب حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ ادوار شاعری کسی پادر ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہوگئے۔ اب اگر اُن کی "آب حیات" زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاثانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اُردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقا پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی بساط معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اُردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو جو رفیع الشان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو۔ کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر روشناس کرایا گیا ہے تو

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد فاضل اہل قلم قدیم اردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گھر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و مدون کر کے شائع کرنے کی فکر کی جا رہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جامعوں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پرانے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظر بازوں میں مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دکن میں اُردو" ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور اُس کو عام اردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینانس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ یہی ہے۔

یہی غیر معمولی انہماک تھا کہ انہوں نے یورپ جانے اور دکھنی مخطوطوں پر کام کرنے کا موقعہ پیدا کر ہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے اُن نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدرآباد کے مایۂ ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اُسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم چشموں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی انجمن "ثمرۃ الادب" کے معتمد تھے۔ اور اسی زمانہ سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص انہماک رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب "دکن میں اُردو" اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی کما حقہٗ قدر دانی کی گئی۔ اور دکن

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سر امین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو رائے[1] ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص ہمت افزائی کا باعث ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا موضوع کئی وجوہ سے اہم ہے۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اردو لکھنے والوں یا اردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فروگذاشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالئے تو پھر تاریخ ادب اردو میں اورنگ زیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے۔ شمالی ہند اور خاصکر دوآبہ گنگ و جمن جو ہمیشہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا سرچشمہ رہا ہے اردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابت ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈیمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی پرچہ پڑھا ہے۔ جو اکیڈیمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹھہرے۔ وہاں کے باشندوں کے میل جول سے جو نئی مشترکہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اسی کو لیکر وہ دوآبہ گنگ و جمن

---

[1] دکن میں اردو طبع ثانی کے ساتھ یہ رائے شایع ہو چکی ہے۔

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں بھی داخل ہوئے۔

دوآبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اُس پر دوآبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تغلق کے ساتھ دہلی سے اُٹھا اور دکن میں جاکر رُک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشو و نما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اُس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دوآبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوتی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دو تین صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔

دکن کی زبان کی شمالی اُردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں مندرج ہیں۔ یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دو سو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اُردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈمی میں پڑھا گیا تھا۔ دکن کی اُردو سرپرستی اور اُردو ادب کی تاریخ ہم نے "اُردو شہ پارے" میں منضبط کر دی ہے۔ اور جا بجا ان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر "اُردو شہ پارے" میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تاکہ اُردو زبان پر تحقیق و تفتیش کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اُردو ہمیشہ شکر گذار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کردی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس کی ترتیب و تشکیل میں آغاز کار ہی سے دلچسپی لیتا رہا ہوں اس لئے اس کی مدح سرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور ہاشمی صاحب کی یہ کوشش اردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر جگہ حاصل کرلے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے مخطوطوں کا ذکر ہے۔ سرزمین دکن کی وہ لا تعداد کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اردو، نواب سالار جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدرآباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے کتب خانوں میں جو نایاب ذخیرے محفوظ ہیں۔ ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع ہو جائیں۔

ہاشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کیٹلاگوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط[۱] سے معلوم ہوگا جو وہاں کے ارباب اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کرلیا ہے۔ اور بعض ناواقف حضرات کے اس خیال کو غلط ثابت کردکھایا ہے کہ اردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا لاحاصل ہے۔ یہ تو صرف دکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اردو ادب کے متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور کمیاب مواد موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہو سکے گی۔

۱؎ متعدد خطوط کے منجملہ صرف چند اس کتاب میں پیش کیے گئے ہیں۔

INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

AR MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for r valuable corrections of mis- es in Professor Blumhardt's *talogue of Hindustani Manuscripts the Library of India Office* and your other notes concerning se manuscripts.

It gives me much pleasure to ık that, so soon after the publi- ion of the Catalogue, our collec- ı of manuscripts should have n studied with such diligence l enthusiasm. I am very glad t the Government of His Exalted ghness the Nizam, sent you to gland, and I feel sure that your it will have fruitful results in thering the study of Urdu Lite- ure.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

انڈیا آفس

وہائٹ ہال-لندن-ایس-ڈبلیو-۱

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلوم ہارٹ کے انڈیا آفس لیبریری کے اردو مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی تصحیح کی - اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے -

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سونچتا ہوں کہ کتلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اسقدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموع کی اس خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے - میں بہت خوش ہوں کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تنقیش میں وسعت پیدا ہوگی -

آپکا مخلص

سی - اسٹوری

کتب خانہ دار

Department of Oriental Printed Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us. I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

عبہ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

برٹش میوزیم

لندن - ڈبلیو - سی - ا

۸ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

ہی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے
ارے ہندوستانی مخطوطوں کے کتلاگ
غلطیوں کی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی -
ں ان کو حاصل کر کے خوش ہوا اور آپ کا
ر آپ کے ذریعہ سے ہز اگزالٹڈ ہائی نس
ام کی حکومت کا بے حد شکر گذار ہوں -
ارے کمرہ مطالعہ میں آپ گذشتہ
ہ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام
تے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے
ہیں مسرت حاصل ہے - اور میں یہ دیکھکر
سرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کارآمد اور
شگوار ثابت ہوئیں -

ایک آرام دہ سفر اور وطن میں ایک
وش آیند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا مخلص

یف بارنٹ

محافظ

ROYAL ASIATIC SOCIETY,
74 Grosvenor Street,
London W. I.

13th April 29.

DEAR MR. HASHMI,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the Gulshan-e-Ishq among our Hindustani Mss., and for your account of it which will be useful when we Catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,
(Sd.) C. FRAZER.

رائل ایشیا ٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب
ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں "پھول بن" کے نسخہ کے انکشاف کے متعلق جو "گلشن عشق" کے ساتھ منضم ہے میں آپ کی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے کارآمد ہوگی مجھے اس امر سے مسرت حاصل ہوئی کہ یہاں آپکے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے فائدہ پہنچا دعا ہے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں۔ شرح دستخط

سی فریزر
سکریٹری

FITZWILLIAM MUSEUM,
CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N. Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated, had been overlooked by our Catalogues.

(Sd.)

Director.

فٹز ولیم میوزیم کیمبرج

۱۳ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیرالدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معاینہ کیا اور دواوین امیرخسرو کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اسکے کاتب کا نام شناخت کیا جو کسی قدر محو ہوجانے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظر انداز ہوگیا تھا۔

شرح دستخط ڈائرکٹر

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRDIGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our urdu MSS. During his stay here he also visited the Lidraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the urdu MSS., and was able to point-out certain facts that are of import-tance for the completion of the Catalouge.

(Sd) Edward J. Thomas,

Under Librarian.

بوڈلین لائبریری اکسفورڈ

۲ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ کے تمام اردو مخطوطات کا معاینہ کیا - اور مندرجہ فہرست مخطوطات کے متعلق جو توضیحات کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شرحہ دستخط

اسٹفن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبرج

۱۵ مئی ۱۹۲۹ ع

میں مسرت کے ساتھ تحریر اکرتا ہوں مسٹر محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب نے ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا معاینہ کیا

یہاں اپنے دوران قیام میں انہوں نے کنگ کالج - کارپو کالج - اور کریسٹ کالج کا بھی معاینہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو دیکھا - انہوں نے بعض ایسے امور کی وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں -

شرحہ دستخط مددگار کتب خانہ دار

University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's Government of Hyderabad, the thanks of our Library committee for the valuable information which Mr. Hashmi has supplied us with regarding certain of these manuscripts.

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

ایڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیرالدین ہاشمی صاحب ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے - میں ہزاگزالٹڈ ہائنس نظام حیدرآباد کی حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہنچائے ہیں

ایف - سی - نکلسن

کتب خانہ دار

Paris, le 28 aout 1929.

)ous etranger

MONSIEUR,

La Bibliotheque Nationale ient de recevoir votre envoi de vos.

Corrections an Catlogue does ıanuscrits indians de la Biblio-heque nationale.

J'ai Lo honneur de vous expri-ıer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, assurance de ma consideration la ıeilleure et de mes sentiments ıconnaissants.

L' Administrateur general.

(Sd.)

. N. Hashmi, 13, ru du Sommerard
Paris V

پیرس ۲۸ اگسٹ ۱۹۲۹ ع

جناب عالی

کتب‌خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے ہندوستانی مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیاں روانہ کی ہیں -

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا کروں -

آپ یقین مانئے کہ ہم ان پر کافی توجہ کریں گے اور میرے نیازمندانہ سلام کو قبول کیجئے -

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیرالدین ہاشمی

۱۳ رودی سمرارد

پیرس - ۵

P

Printed at
Chandrakanth Press
Publishers
Book Binders, Rubber Stamp Makers,
Copper-plate Printers and Die-sinkers,
Gowliguda, Hyderabad Dn.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اُردو کی تاریخ قلمبند کروں یا اس کی ابتدا اور ارتقا پر بحث کروں۔ اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اُردو کے مولد پر تبصرہ کروں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے مختص کر دوں۔ اس خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اُردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن نے بخشا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ زبان ایک زمانہ دراز تک اُردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث ننگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پلی۔ اولیا اللہ کے گود میں کھیلی، شرفا اور معززین کے مکانوں میں پھولی پھلی

اُردو کا تعلق دکن سے

سب سے پہلے یہ بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اُردو کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اُردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی اور اس کا بیج انہیں کے ہاتوں سے بویا گیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کب سے شروع ہوا اور وہ کب سے ہندوستان میں بود و باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (سنہ ۱۳ھ تا ۲۳ھ) سے ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی سنہ ۹۳ھ/۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور منصورہ اس کا مستقر حکومت تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انہوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سیستان اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمراں ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملیبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے ضمن میں پر خطر سمندر کے راستے اور پر امن تجارتی طریقے سے جو ادیان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہا زیادہ زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راجاؤں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے۔[۵۱] پروفیسر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے "کہ اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی۔"[۵۲]

تیسری طرف شمال کی جانب سبکتگین اور سلطان محمود نے حملے شروع کئے سنہ ۴۱۵ھ/۱۰۲۴ء تک کوہستان ہند ہماچل تک اس کی فتوحات کو وسعت ہوچکی تھی محمود کے فتوحات کی انتہائی مقام مشرق میں کالنجر گنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومنات گجرات)

---

۵۱ عہد سلف مؤلفہ مولوی محمد مرتضیٰ ۵۲ دعوت اسلام

تک تھی پھر جب آل شنسب کو عروج حاصل ہوا تو آل سبکتگین کے ہاتھ میں سوائے پنجاب کے کچھ نہ رہا ۔ ۵۸۱ھ میں محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا ۵۸۹ھ میں رائے پتھورا پر فتح حاصل کی جس کے باعث اجمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر بنگال تک اس کی وسعت ہو گئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایبک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہو گیا۔ علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ ۷۱۵ھ) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور ۷۰۶ھ میں ملک کافور نے دیوگڈہ فتح کیا ۷۰۹ھ کے دوسرے حملہ میں ورنگل فتح ہوا اور ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس مرتبہ سینٹ بندر المشہور (راس کماری) کے پاس پہونچکر مسجد علائی کی تعمیر کی۔[۱]

مگر یہ خیال رہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی تزک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پرامن طریقہ پر ساحل ہند پر بطور مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد ۷۲۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور ۷۲۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دبکر مر گیا اور اب الغ خان محمد تغلق کے لقب کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اسوقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر راس کماری تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا محمد تغلق کی یہ خبط یا ابلہانہ رائے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اورنگ آباد میں

---

[۱] عہد سلف مؤلفہ مولوی مرتضیٰ مرحوم

بسر کردی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکز حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خود مختار ہو گیا اور ۷۴۸ھ میں بہمنی سلطنت قائم ہو گئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ گلبرگہ اور بیدر میں حکمراں ہوئے سنہ ۹۳۴ھ میں اس کا خاتمہ ہوا۔

جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر لیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، عماد شاہی، اور برید شاہی قائم ہو گئیں۔

کہا جاتا ہے کہ اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور مسعود سعد فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے ۶۹۵ھ سے شروع ہوئے اور ۷۲۷ھ کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ اسی زمانہ سے یہاں اردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل ۸۰۰ھ کی نہیں پیش کی جا سکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اردو کا رواج تھا مثلاً زین الدین خلد آبادی متوفی ۷۷۱ھ کا آخری کلام "منہ مست بلا دہ"[۵۱]۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۹۵ھ کے اردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ[۵۲] وغیرہ اس زمانہ کے بعد تو بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اردو کے نام

اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اس کو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اردو اور

---

[۵۱] صراحت کے لئے دیکھو دکن میں اردو۔ [۵۲] اگرچہ محققین کے ساتھ مجھے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

ریختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکھنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام ریختہ نہیں تھا۔ قدیم دکھنی شعرا اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکھنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں کا سنہ ۱۲۸۰ھ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رستمی کہتا ہے ؎

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر   بولیا معجزہ یو کمال خاں دبیر
(خاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ؎

آ دیکھا ہو حد سوں کیا ب   رکھیں بول اتنا جو دکھنی کتاب
(گلشن عشق)

غواصی کہتا ہے ؎

سلطان عبداللہ کی کرنھتم قصہ تمام سوں   عارف وجو انکے نظر یو نظم دکھنی شاہ سوں
(سیف الملوک بدیع الجمال)

ابن نشاطی کہتا ہے ؎

اسے ہر کس کتیں سمجھا کون توں بول   دکھنی کے باتاں سارے یاں کوں کھول
(پھول بن)

میراں یعقوب کہتے ہیں ؎

"اپنی حیات کے وقت منجے ارشاد کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتاب
کوں ہندی زبان میں لیاوے تاہر کسی کتیں سمجھاوے" (شمائل الاتقیا)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں اردو کو دکھنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ بھی جنوبی ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی سنہ ۱۲۲۰ھ فرماتے ہیں۔

"دوسرے بعض یاروں کا ایما ہوا   سو ہندی زبان پر رسالہ ہوا
ہے دکھنی میں جنکو مہارت ہتی   دیگر کہ النجم منظم کہے تصنیفی
(رسالہ ترقیہ ہائے اسلام)

"بعضے علما ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سر کے درج کئے ہیں لیکن کوئی کتاب

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم۔ مگر یہ ولی ویلوری شیدا نے حیدرآبادی دکھنی زبان میں نسخے منظوم لکھے ہیں" (ریاض الجنان)

اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدرالدولہ متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

"لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کاسد ہوگیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے .... اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا" (فوائد بدریہ)

اس تفصیل سے واضح ہوسکتا ہے کہ دکن میں اردو زبان کا نام دکھنی اور ہندی تھا۔ یہاں اردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے ولی نے استعمال کیا ہے ؎

یہ ریختہ ولی کا جا کر اسے سنا دے ۔۔۔ رکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند

میرا خیال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اردو کا نام دکھنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی۔ ولی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دکھنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعرا نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے۔ چنانچہ میر کہتا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے ۔۔۔ معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے ؎

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ ۔۔۔ اک بات لچر سی بزبان دکھنی تھی

اثر کہتا ہے ؎

ریختہ نے یہ تب شرف پایا ۔۔۔ جبکہ حضرت نے اسکو فرمایا

شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"در شعر فارسی پیروی مرزا صائب است و در ریختہ ولی را استاد میداند"

میرے اس خیال کی تائید مولانا باقر آگاہ کی رائے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا کہتے ہیں رواج رکھتی تھی۔ اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع واصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی .... مخفی نرہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا .... بعضے اسقدر اس کے باب میں دفتر اغراق کا کھولتے ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں"

دکن میں اردو

دکھنی یا اردو کا تعلق جسقدر دکن سے رہا ہے اور یہاں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اسکا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی۔ اسکے بعد اردوئے قدیم۔ پنجاب میں اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک و قوم کا بیحد شکر گذار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی نوبت آئی۔ اور اسکا دوسرا اڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تالیف ہذا کے اسباب

میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آیندہ مکمل اور مستقل تالیف اس خصوص میں کیجائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلادِ مغرب میں بھی اس کا مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانوں سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکر میں قید و بند ہو۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف کو جو اس سلسلہ کی ایک دوسری کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے ان تمام دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ممالک مغرب میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جنکا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے اس میں قدیم دکھنی ادب کا بڑا حصہ آگیا ہے۔

مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف (اعظم گڈھ) کے ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا۔ اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ بلادِ مغرب میں اردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا میں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور ان سے استفادہ کروں۔

سرکار عالی کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے اس کے چشمۂ فیض سے صدہا علمی گلشن سیراب ہوتے ہیں خصوصاً اردو کی آبیاری میں جو حصّہ لیا جا رہا ہے وہ چشم بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اسی آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعۂ عثمانیہ نے میرا یورپ روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرمائے گئے۔ اس تحریک کو

باب حکومت کے ارکان نے صاد کیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزرانا گیا جسکو اعلیحضرت اقدس اعلیٰ نے شرف قبولیت سے منظور فرما کر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۸ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیارس کے کتب خانوں سے مواد جمع کر کے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا

یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اُردو مخطوطات کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں اُردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۴) اسکول آف اورنٹیل اسٹینڈیز (۵) بوڈلین لائبریری اکسفرڈ (۶) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی (۷) کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج (۸) کتب خانہ کاپر کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کریسیٹ کالج کیمبرج (۱۰) ایٹین کالج ایٹمن (۱۱) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی (۱۲) ببلیاتک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیارس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے منجملہ (۹ اور ۱۰) میں کوئی دکھنی مخطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔ کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اُردو یا دکھنی کوئی مخطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم۔ (۲) کتب خانہ اڈنبرا میوزیم۔ (۳) قومی کتب خانہ اڈنبرا۔ مارسلز کے کتب خانہ میں بھی بعض اُردو کے مخطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے واپسی کے زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانہ قیام کو توسیع نہیں ہوئی۔ سرکار عالی کے وظیفہ یابوں کے نگراں مسٹر سٹین نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہو کر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر پیارس میں ایک سالہ مدت ختم ہو گئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کر کے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہمارے ایک عنایت فرما نے انڈیا آفس کے کیٹیلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (جو اردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

"وہ غرض کہ انڈیا آفس میں اور بیاضات اردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں"

یورپ میں اردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی صراحت حسب ذیل ہے۔

(الف) بیسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے کم از کم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے۔ مثلاً مثنوی خاور نامہ مثنوی قطب مشتری۔ مثنوی مصیبت اہل بیت۔ مثنوی پدماوت وغیرہم۔ جو عادل شاہی اور قطب شاہی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کر کے اختلاف معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں، گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے اسی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(پنجم) اکثر دکھنی مثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث دکھنی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کرکے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خاورنامہ ابن حسام۔ طوطی نامہ نخشبی۔ پدماوت بزمی درازی۔ سیف الملوک و بدیع الجمال وغیرہم۔

غرضکہ بلا کسی تعصب اور طرفداری کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں سے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اسقدر مواد موجود ہے کہ جس پر کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب

قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف فراہمی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علالت کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اسکا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔

میری یہ کتاب گویا ایک کیٹلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل مخطوطوں سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر دورِ مغلیہ اس کے بعد سدہوٹ پھر میسور۔ اور ارکاٹ کے بعد دورِ آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم مخطوطے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی قدامت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سنہ کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت مع نشانات تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کیٹلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر مولف کے حالات کی (جہاں تک ہماری معلومات تھیں) صراحت کی گئی ہے اس کے بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس مخطوطے میں درج ہے بجنسہ درج کر دیا جائے ۔اس کے باعث بعض جگہ املے کی غلطی اور مفہوم کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح لکھا گیا ہے وہ کلیتہً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرائے کلام پر ریویو بھی ہے۔ آخر پر اس مخطوطے کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے دوران ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

شکر گذاری میری کتاب نامکمل ہو گی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے اسمائے گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے مجھے یہاں اور یورپ میں گراں قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا اور وہاں کام کرنا دشوار تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب حیدر نواز جنگ بہادر۔

(۲) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب امین جنگ بہادر۔

(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔

(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ اظہار ہیں یعنی سر محمد رفیق مرحوم ممبر انڈیا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہوگیا۔

دوسری ہستی مسٹر سی۔ اے اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا آفس کی ہے جنہوں نے بڑی راہ نمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاصکر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسمار گرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر یف بارنٹ مہتمم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی

(۲) یف۔ سی نکلسن مہتمم کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی

(۳) ٹی۔ جے کٹس مہتمم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی

(۴) .... مہتمم کتب خانہ بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

(۵) مسٹر فریز سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

(۶) مہتمم کتب خانہ ایٹین کالج۔

(۷) مہتمم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)

(۸) ناظم کیمبرج میوزیم

(۹) مہتمم کتب خانہ اسکول آف ورنٹیل اسٹیڈیز۔

(۱۰) مہتمم کتب خانہ قومی پیارس

(۱۱) مس نورجہاں یوسف علی

(۱۲) ڈاکٹر سید محی الدین قادری

(۱۳) ڈاکٹر سید سیادت علی

(۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس الفانسو

تالیف ہذا کے ماخذ | اس کتاب کی ترتیب میں ان اصل مخطوطات کے علاوہ جن تاریخوں اور کیٹلاگوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے انکی فہرست ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔

مگر ناشکر گذاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب "اردو شہ پارول" کا ذکر نہ کروں جس سے بھی میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کردیا گیا ہے جس سے دکھنی کتابوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین ہاشمی ابن مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم

رجسٹرار بلدہ سرکار عالی

ترپ بازار حیدرآباد دکن

ذیحجہ ۱۳۴۹ھ

قطب شاہی مخطوطات

مختصر تاریخ

سلطنت بہمنیہ کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہل علم و فن کا مرجع و ماوی تھا شہر گولکنڈہ اور بیجاپور باکمالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے بہمنیہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سنہ ۹۱۶ھ میں خود مختار حکومت قائم کرلی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گولکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تاناشاہ پر فتح حاصل کرکے اورنگ زیب عالمگیر نے سنہ ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ پر قبضہ کرلیا۔[۱]

اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (سنہ ۹۱۶ھ تا سنہ ۹۵۰ھ)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (از سنہ ۹۵۰ھ تا سنہ ۹۵۷ھ)

(۳) سبحان قلی قطب شاہ (از سنہ ۹۵۷ھ تا سنہ ۹۵۷ھ)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (از سنہ ۹۵۷ھ تا سنہ ۹۸۸ھ)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (از سنہ ۹۸۸ھ تا سنہ ۱۰۲۰ھ)

---

[۱] تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن کے نمبر ۶۵۴۲ (اڈیشنل) پر موجود ہے۔

(۶) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تانا شاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ)

یہ قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علماء و فضلاء اپنے وقت کے مشہور باکمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر فوجی ہٹائے اور اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گذرا تاہم اسکا دارالسلطنت شعراء اور ادیبوں سے خالی نہیں تھا۔ "آشش خانہ" کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے۔ جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف وقوعی اسکے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمراں ابراہیم قلی جو ۹۵۷ھ میں مسند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہانبانی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے بھی کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء وقت جمع تھے۔ گولکنڈہ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شعر و سخن کا دلدادہ سخن فہمی کا ذوق رکھتا تھا۔ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:-

"دراں مجلس شعرائے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان از ابر طبع در در آب دار نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردند"

(صفحہ ۱۹۳)

یہی مؤرخ آگے چلکر لکھتا ہے۔

"در سفر و حضر ہموارہ اہل فضل و ہنر در خدمتش مے بودند۔ و در مجلس ہمایوں بمباحثہ علوم دینی پرداختہ و تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام بجائے می آوردند" (ص ۱۳۸)

ط اردو شہ پارے۔

سلطان کے دربار میں حمید خاں۔ مصطفیٰ خاں۔ مجاہد خاں۔ یمین الملک۔ امیر شاہ محمد انجو۔ امیر عمادالدین محمود شیرازی حیدر الملک۔ شاہ تقی جیسے باکمال امرا موجود تھے۔

جالینوس الزماں قاسم بیگ شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمدِ روزگار تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اسکے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علما روقت نے بہترین تصنیفیں کیں جو آجتک مشہور ہیں۔

"مساجد و مدارس و ابنیہ و عمارات رفیعہ کہ بمین اہتمام آں حضرت اتمام یافتہ"
(صفحہ ۱۳۸ ب) تاریخ قطب شاہ

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے فیروز اور محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وجہی بھی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۸ھ ۱۵۸۱ع میں انتقال کرنے پر اسکا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا جس کا دورِ حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہمعصر تھا۔ شہر حیدرآباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اسکو فنون لطیفہ کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور عمارتوں کی تعمیر سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدردانی علم و فن کا شہرہ سنکر عرب و عجم سے علما ر فضلا و شعرا اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔

چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

"ہر جا جمندے کہ از دیار بعیدہ بامید سخاو مرحمت جنت مکاں روے بدرگاہ جلالش آوردے بوسیلہ اُمرا و مقربان منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و انعام سرفراز شدہ مفضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے"۔ (صفحہ ۱۷۵ ل)

اس کے دربار میں امرائے ذی عظمت و شوکت صاحب علم و فن تھے جن میں سے امین الملک ناظر الملک۔ مرتضٰی خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔

اس کے دربار میں علماء فضلاء شعراء کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد مومن استر آبادی جو علامہ فخر الدین سماکی کے بھتیجے تھے جنکا تعلق طہماسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گولکنڈہ آئے اور یہاں سکونت کرلی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان مرتب کیا تھا جسکا ایک نسخہ[۵۱] انڈیا آفس میں ہے۔

قاضی محمد سمنانی۔ میرک معین الدین سبزواری۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے دربار کے علما تھے۔ مرزا محمد امین نے خمسہ نظامی کے جواب پر چار مثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ لیلی مجنوں۔ فلک البروج مطلع الاشطار۔ یہ مثنویاں انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر ضیاء الدین محمد نشاری جیسے صاحب علم بطور سفیر آئے تھے[۵۲]

ہر سال ماہ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور محرم میں مجالس عزا منعقد کرتا اور نہایت خلوص سے خود اسمیں شریک ہوتا علماء اور شعرا کو داد و دہش سے سرفراز کرتا تھا۔

"ہر سال ہفدہم ماہ مبارک ربیع الاول کہ ماہ مولود آں شمع شبستان وجود است جشن عظمی ترتیب دادہ .... خاقان زمانہ مجلس بزم را از پرتو جمال رشک آفتاب جہانتاب نمودہ مجلسیان و امراء و شعراء و ندماء و مغنیان نغمہ پرداز و پری پیکر را دراں روضۂ جنت نشاں راہ دادہ"

(تاریخ قطب شاہی ص۱۷۶)

"علماء و فضلاء و ارکان دولت و مجلسیان و مقربان ایام عاشورہ در الادہ

---

۵۱ (۲۸۹۲) ایتھے ۵۲ تاریخ قطب شاہی

"حضور بیگر ببر و تعزیہ گذرانید و رسوم ماتم شاہ شہدا سے بتقدیم میرسانیدند"
(ص ۱۶۸ ا)

اس کے زمانہ میں مدارس، خانقاہ، دارالشفا، حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔
"مسجد جامع، مدرسہ و خانقاہ و دارالشفا و حمامات متعدد و دیگر مساجد و
مدارس کہ بحسن اہتمام شہریار مغفور باتمام رسید" (ص ۱۷۱ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں بڑا عروج ہوا باکمال شاعروں نے بیسیوں مثنویاں لکھیں۔ وجہی
غواصی۔ احمد وغیرہ اسکے درباری شعراء ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔
سلطان خود بھی اردو کا زبردست شاعر تھا اسکا کلیات ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا ہے جس
کا ایک نسخہ کتب خانہ اعلیحضرت حضور نظام میں موجود ہے۔
فارسی میں قطب شاہ اور دکھنی میں معانی تخلص تھا۔ کلیات میں اصناف سخن سے مثنویاں
قصیدے۔ ترجیع بند۔ مراثی۔ غزل۔ رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔
قلی قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام
جلی حروف میں لکھنا چاہیئے۔
سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۵ھ میں
انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بھی ذی علم اور علم پرور تھا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تھا
ظل اللہ تخلص تھا۔ اسکا دربار بھی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سید کمال الدین مازندرانی فضیلت
دستگاہ میر قطب الدین نعمت اللہ سیادت پناہ مرتضیٰ وغیرہم درباری علماء تھے۔
محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعر کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے :۔
"بحمداللہ بر وجہ مستوفی داد ندو در فضائل کتبہ متعارف نیز سر آمد روزگار ندو

ا تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشاں را حاصل است در تواریخ استحضار آں حضرت بدرتبہ ایست کہ مورخاں زماں ہر گونہ حکایتے را کہ ابتدا نمایند آنحضرت باختلاف روایات با تمام رسانند و ہموارہ با ارباب فضل و حکومت محبت داشتہ با فادات دانشمندانہ اہل مجلس را مستفیض میگردانند و نیز آں حضرت را در نظم و نثر پایۂ عالی است ظل اللہ تخلص اشرف میفرمایند و از انجا کہ طبع موزوں از خصائص فطرت سلیم است چوں در خلال اوقات وارادت قدسی را در سلک نظم میکشند" (ص ۱۸۹ الف)

اس صراحت سے واضح ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب ہوئی ہے[۵]۔ سلطان کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اسی طرح شعر و شاعری میں مہارت تھی۔ علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان دربار کو مستفید کرتا تھا۔ اسکا دربار گویا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علماء اور شعراء جمع ہوتے تھے۔

لہ تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال پر مشتمل ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں جمشید قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ھ میں لکھا گیا ہے (۶۵۴۲) پر موجود ہے کتاب کے سر ورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی ہے مگر مصنف کیٹلاگ "ریو" کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۸۔ ۲۹۷۔

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقۃ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ اسکے عہد کے بیسیوں شعراء کا پتہ چلتا مگر افسوس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام معلوم ہوا ہے۔ جن میں وجہی۔ قطبی۔ غواصی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نشاطی۔ جنیدی وغیرہ ہیں (جنکا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ میں حکمراں ہوا۔ اس کا دور حکومت اردو کی ترقی کے لئے ایک زرین عہد ہے اس کے زمانہ میں کئی ایک دکھنی مثنویاں لکھی گئیں جس کی صراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور ارباب فضل و کمال کا قدردان تھا۔ نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حدیقۃ السلاطین"[۵] کے نام سے ایک تاریخ لکھی جو ۱۰۵۰ھ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے منجملہ علامہ فہامی۔ میر محی الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ سیادت پناہ میر سید محمد اسفرائنی۔ مولانا رونقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلا رقاضی احسن میر میراں

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) آگے آئیگا۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"تمام شد کتاب مستطاب تاریخ قطب شاہی فی ظل دولت اعلیحضرت والیہا مصونہ عن کل شر و فساد برسم خزانہ کتب اعلیحضرت سکندر حشمت سلیمان مرتبت السلطان المعظم والخاقان المکرم ابو المظفر سلطان عبداللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و حشمتہ الی یوم القیامہ ابن کتبۃ العبد اسمعیل ابن ملا عرب شیرازی فی ۱۰۶۹ھ"

یہ کتاب کافی ضخیم ہے بڑی تقطیع کے (۱۴۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

---

[۵] میوزیم ۲،۱۵۰۷۶ اڈیشنل انڈیا آفس ۲۹۰۸ء

فرزند سیادت پناہ قاضی القضات قاضی ظہیر الدین محمد الحسنی۔ حکیم عبدالجبار گیلانی۔ شیخ عبداللطیف ملا خلقی جو زبردست شاعر تھا۔ نور اللہ صدر مدرسہ دارالشفا یہ بھی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تبریزی۔ مرزا حمزہ استر آبادی۔ مرزا افضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جواہری۔ ملا تقتائی شیرازی۔ ملا عرب خوشنویس مرزا محمد مشہدی۔ قاضی عطار اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر فصیح الدین محمد تفرشی سر جنبلی کی خدمت پر میر محمد رضا استر آبادی پیشوائی پر نواب علامی خدمت میر جملگی سے سرفراز تھے۔ سید عبداللہ مازندرانی۔ میر معز الدین محمد شرف الملک شیخ محمد بیان خواجہ افضل خاں۔ سید محمد نصیر الملک منصور خاں۔ ملا محمد تقی وغیرہ امرا دربار تھے جو سب کے سب علم و فضل کے لحاظ سے مشہور اور معروف تھے۔ انکے وجود سے گولکنڈہ علم و فن کا آفتاب بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشی لکھے۔ اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے کفعمی کی کتاب المصباح کا اور ملا علی ابن طیفور نے عیون اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین آملی نے نہج البلاغۃ کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی نے امام یافعی کی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیاضی اور اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے متعلق مصنف حدیقۃ السلاطین لکھتا ہے۔

> "ہر کس از ارباب استعداد از عراق و خراسان بہ پایۂ سریر سلطنت مصیر رسید فراخور حال و قابلیت مشمول عواطف و مراحم خسروی گردیدہ کامیاب شد............. ازیں جملہ ملا خلیل قصہ خواں بلا نغمہ کہ از جانب بنگال و لاہور بہ دار السلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود.......... جمعی کثیر از تجار مال دار چہ در دار السلطنت و چہ بنادر معمورہ و ولایات محروسہ

اقامت نمودہ غایت تجمل و ثروت موفورہ بہم رسانیدہ اند"

(ص ۲۸۸ ب)

رات رات بھر محفل مشاعرہ گرم رہتی شعرائے نامدار اپنی اپنی نظمیں سناتے۔

ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

"بشکرانہ این موہبت خاقان سکندر منزلت مبلغی کلی بعلمار و فضلار و صلحی اکرام و احسان فرمودند و بفقرار و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق نمودند و جمعی از شعرا تاریخہائے یافتہ بودند بمسامع جاہ و جلال ضرد یوسف جمال رسانیدند۔ ملا غواصی کہ در شعر دکھنی از امثال خود ممتاز ست این کلمہ را مادۂ تاریخی ساخت محفوظ باد" (۱۰۴۱ھ)

سہ شنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوتی مگر شعرائے نامدار دربار میں جمع ہوکر قدیم شعرار کے کلام پر مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

"روزہائے سہ شنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و موزونان بلاغت وثار از عرب و عجم دیوان متنبی۔ دیوان خاقانی و انوری و مثنوی ملا روم با کتب شرح و دواوین دیگر از شعرای نامدار درمیان آوردہ صحبت مستوفی میگردند" (ص ۱۷۳ ا)

جس طرح سلطان کو اہل علم کی قدر تھی اسی طرح امراء دربار باکمالوں کے گرویدہ تھے انکی مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے تھے۔ نواب علامی جو میر جملہ گی کی خدمت سے سرفراز تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

"نواب مشار الیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت و وفور امور مملکت و ملازمت دو وقتہ خاقان یوسف جمال ہر صبح مدرسۂ فیض محیط ایشان از وجود ارباب دانش چہ از فضلا و علماء و فضلا و صلحار و شعرار و اہل استعداد

وکمالات وانداکابر واعیان وامرار وزرا وغیرہم کہ مشمول میکرد و بافادہ
وافاضہ علوم منقول از کتب تفاسیر واحادیث وفقہ از حکمت وریاضی
ومنطق وغیرہ مشغول میبا شند" (ص ۲۶۴ ر)

غرضکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذی علم اور علم دوست تہا بلکہ اسکے دربار کے امرار بھی یہی خصوصیت رکھتے تھے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اُردو کو بڑا فروغ ہوا نظم ونثر میں متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعرا مشہور ومعروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں وجہی۔ غواصی۔ ابن نشاطی۔ جنیدی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بھی زبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکھنی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گولکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہوگئی سلطان عبداللہ نے سالانہ پیشکش دینا قبول کرلیا تینتیس (۳۳) سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۸۵ھ میں اسنے وفات پائی اسکا داماد سلطان ابوالحسن تانا شاہ سریر آرا سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بھی سخن فہم وسخن سنج حکمراں تہا اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ پل پل چھڑات ہے
ایک بات کے ہونگے سجن بات جی ہی بارہ باٹ ہے[۵۱]

اسکی پندرہ سالانہ حکومت میں بھی متعدد اردو نظمیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعرا کا پتہ چلتا ہے۔

فائز۔ لطیف۔ نوری۔ شاہی۔ مرزا۔ غلام علی۔ شوکت۔ شغور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی

۵۱۔ گلشن ہند۔

ایک کے کارنامہ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱۰۹۸ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر فتح پائی۔ اسطرح سلطنت قطب شاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس تفصیل کے بعد اب ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	سنہ ۱۰۱۸ھ
۲	سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	سنہ ۱۰۳۵ھ
۳	طوطی نامہ	غواصی	سنہ ۱۰۴۹ھ
۴	(مصیبت اہل بیت) ؟	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	سنہ ۱۰۶۶ھ
۶	قصہ بہرام وگلندام	طبعی	سنہ ۱۰۸۱ھ
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	سنہ ۱۰۹۰ھ
۸	قصہ حسینی	خواص	سنہ ۱۰۹۰ھ
۹	پدماوت	غلام علی	سنہ ۱۰۹۱ھ
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	سنہ ۱۰۹۲ھ
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	سنہ ۱۰۹۴ھ
۱۲	ظفر نامہ	لطیف	سنہ ۱۰۹۵ھ
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	غواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۱۶	مرثیہ	کاظم	؟
۱۷	مرثیہ	افضل	؟
۱۸	مرثیہ	شاہی	؟
۱۹	مرثیہ	مرزا	؟

مثنوی قطب مشتری

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (۱۲۳ ب/۴) ورق (۵۸) سائز (۹ ۳/۴ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتابت ۱۱۳۴ھ

بلوم ہارٹ نے مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود مثنوی سے اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری ہیں جو بولیا کتاب سو ہوئی جگ میں روشن جیوں آفتاب

(ص ۱۴۰ ب)

وجہی ترا ذہن جیوں برق ہے تجے ہور بعضیاں میں کئی فرق ہے

توں وجہی کہیا شعر کئی دھات کا ہوا زیاست تجہ تے مزا بات کا

وجہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹاسی۔ بلوم ہارٹ۔ اسپرنگر۔ اسٹوارٹ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے وجہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے مثنوی میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ مہاباد ہراج شہنشاہ ہے شاہ شاہاں میں آج

عدل بخشش ہور داد اس تے اچھے سدا خلق سب شاد اس تے اچھے

جتے پادشاہاں ہیں سنسار کے بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے

اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔

کہیا علم میں ایک نہ دو آپ تے کہ فرزند ہے یو بخت ور باپ تے

رکھے نانو نو کر نار کن منک پناہ — سلکمن محمد قلی قطب شاہ

مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس مثنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ۱۰۱۸ھ میں اسکے مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ منے — سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے

وجہی کے زمانہ میں گولکنڈہ میں علمی فضا تھی ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کر کے اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ خاصکر غواصی پر چوٹ کیا ہے۔ اس طرح فیروز اور محمود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بارسوخ تھا اس کی عزت اور وقعت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ علانیہ ولی عہد سلطنت (اور پھر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا) کو بطور ہیرو اور عاشق پیش کیا ہے۔

وجہی کی دوسری تصنیف نثر اردو کی بہترین کتاب "سب رس" ہے جس کی تصنیف ۱۰۴۵ھ میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گولکنڈہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر ۱۰۰۸ھ میں اس کی عمر پچیس سال قرار دیا ہے تو ۱۰۴۵ھ میں (۸۲) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف "اردو شہ پارے" میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گولکنڈہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بمنزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔

وجہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جا سکتا ہے وہیں وہ بہترین نثار کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ دکھن کا واحد ادیب ہے۔ جو دونو حیثیت سے ممتاز ہے

وجہی کے متعلق مزید معلومات "اردو شہ پارے" سے ہو سکتے ہیں۔

مثنوی میں حسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسمار اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پھر نعت اور معراج کے حالات۔ حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جسمیں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہیئے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے عدل کا ذکر ولیعہد کی مدح کرتے ہوئے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدردانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین و جمیل تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن و جمال پر والہ و شیدا ہو گیا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا۔ خواب والی صورت کی تلاش میں ایک جہاندیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہونچا یہاں کی شہزادی کو مصوری کا بڑا شوق تھا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی مشتری تصویر دیکھکر شہزادہ پر عاشق ہو گئی مصور نے اسکی خبر گولکنڈہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کر لے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

ہوئی ہے۔ اس مثنوی کے تقریباً (۲۰۰۰) دو ہزار شعر ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

تون اول تون آخر تون قادر اہے ۔۔۔ تون مالک تون باطن تو ظاہر اہے
تون محصی تون مبدی تون واحد سچا ۔۔۔ تون تواب تون رب تون ماجد سچا
تون باقی تون مقسم تو ھادی تون نور ۔۔۔ تون وارث تو منعم تو بر تون صبور
تو ستار ھور تون سو جبار اہے ۔۔۔ تو وہاب ھور تون سو قہار اہے
تو رزاق ھی ھور تون ہیں عظیم ۔۔۔ تو فتاح ھی ھور تو ہیں علیم

اسی طرح خدا کے اسمار کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپی پھول اپی پھل اپی بن اھی ۔۔۔ اپی چاند اپی سور اپی کھن اھی
غرض ایک آپیچ سب بھار ھی ۔۔۔ اسی نور کا سبہیں جھمکار ھی

اسکے بعد حمد ابیات لکھکر مناجات شروع کی گئی ہے

پہلا شعر خدایا بڑا تون براتی ھی تج ۔۔۔ ھمیں سب بندے ہیں خدائی ھی تج

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو جکہیں سدا کال جیتا اچھون ۔۔۔ محبت کبیری جی کون پیتا اچھون

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو تیرا اہے ۔۔۔ عرش کی اپر جپیا تو تیرا اہے
ابتدا کہ چودہ ملک کا تون سلطان ہے ۔۔۔ علی سا تیری گھر اپس پردھان ھی
اسی ھور یک لاک پیغمبر آئی ۔۔۔ ولی مرتضیٰ کوئی تیرا نپائی

آخری شفاعت کر نھار سبکا تہیں ۔۔۔ اپی لارلا ایکس ربکا کہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

پہلا صفت کون تون معراجکی رات کا ۔۔۔ کہیا گیا اھی جینسا نپیا ہکا

آخری محمد کون جب رات معراج ہوئی   تھا دوسرا دان علی باج کوی
انو تینو کون بات یو فام ہی   سمجتا دوجو تھی کانیں کام ہی

اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

ابتدا توں جگکا پیارا توں جگکا ادھار   خدا کا توں ہمدم نبی کا توں یار
آخری علی کا محب نین جکوی سچ توں جان   حرامی ہنی کا دہی ہی نشان

اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

ابتدا برا عشق کا سب تی درجا اہی   کہ یکجا نہیں عشق ہر جا اہی
آخری اسی عشق تی عاشق ہی سرفراز   پچھیں یا حقیقت اچھو یا مجاز

اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے
درپردہ غواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے
اشعار کی تعریف کرتا ہے چند شعر یہ ہیں۔

ابتدا کتا ہوں تجی پند کی ایکبات   کہ ہی فایدا اسمنی بہاند ہات
جو بی ربط بولی تو بیتاں پچیس   بھلا ہی جو یک بیت بولی سلیس
ثلاثت نہیں جسکری بات میں   پڑیا جای کیوں جز لیکر ہات میں
جسی بات کی ربط کا فام نین   اسی شعر کہنی سوں کچ کام نین
دسی پرکٹ ہو عزت اس بات کا   کہ درین نجہای کنکوں ہات کا
دکھن میں جو دکھنی منٹی بات کا   ادا میں کیا کوی اس ہات کا
یو بولیا ہوں سکچھ تاریخ ہی   انجوں میری دلمیں بہوت کچ ہی
جو لک برس کوی سرلیوی رنجکون   نیا دی کدہن اس جہی گنج کون
اگر غوطی لک برس غواص کھائے   تو یک کوہرا سدہات امولک نیای
یو موتی نہیں دو جو غواص پائیں   یو موتی نہیں دو جو کس ہات آئیں

غیر احسان کتی غوثی کھا کھا یکر　　موہی میں سو اسکس مدہیں آ یکر
نکو بول مضمون توں صور کا　　کہ کالا ھی دو جکمیں موں چور کا
جتا چوری کر چوراپی سا دھوے　　دغا باز اچکی کوت ما فی نکوہی
چرا کر چراتا نہ کی چور کوہی　　یو باتاں سمجھتی سو ھیں صور کو ہی
نہ منج کچ برائی نہ منج لاف ھی　　ولی عارفاں پاس انصاف ہے

آخری　شعر بولنا کرچہ اپر دسب ھی　　ولی فاسنا کھنی تی خوب ھی

اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے -

کتا موں سنو کان دھر لوک ھو　　کھا دتمنی بات جو آئی سنو
آخری　اتا قطب کی مدح کر اختیار　　جو رھی یو قیامت تلک یادگار

اسکے بعد ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے -

ابتدا　براہیم قطب شاہ راجا دھراج　　شہنشاہ ھی شاہ شاہاں تہیں آج
عدل بخشش ھور داد استی اچھے　　سدا خلق سب شاد استی اچھے
جتی پادشاہاں ہیں سنسار کی　　بھکاری ہیں سب اسکی دربار کی

اسی سلسلہ میں ولی عہد محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے -

کھیا علم میں دیک نہ و د آپ تی　　کہ فرزند ھی یو بخت ور باپ تی
رکھی نانو کرتار کن منک پناہ　　سلکھن محمد قلی قطب شاہ
آخری　کر حیم دعا جیو سوں حبک اسپے　　حیات ھوتی ھی زیاست تل ا سے

اسکے بعد بادشاہ کی قدر دانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے -

ابتدا　خوشیاں سوں جو شد منیر پانی کنا ہی　　شہو تیز لوک کی لوک مھمان آئی
عجب تحقی قدرت تی ا ئی لکی　　کہ دیک اس ملک نشک کھانی - لکی

محل سنگاری یوں اس کا جکوں — سنواری تھی جیوں عرش معراج کوں
ہر یک محل کا جو تھی عرش ہی — بدل باز واسمان سو فرش ہی
کہ ہانی اسے ہانگی آج کوئی — نکر سکسی دنیاں میں شہ باج کوئی

اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ فقہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا کوں آیا ادھان — محمد قطب شاہ ہوا اب جوان
تیا زور تھا اسکی یکدست سوں — اچا کی بچھاری متی دست کوں
شگفتہ مجالس کئی ایک رات — وزیراں کی فرزند تی سب سنگات
ہر یک خوب صورت ہر یک خوش لقا — سو ہر ایک دلکش ہر یک دلربا
شجاعت کی سانہیں رستم ہی جیوں — شجاعت کے کانہیں رستم ہی جیوں
ہر یک خوش طبع ہور عاقل اچھے — ہر یک خوش فہم ہور فاضل اچھے
جو ہوئی رات آدھی بجی دو پہر — خبردار یاراں ہوئی بی خبر
لبس کی نہ یاں طرز بات کا — کنوائی خبر مطربان ذات کا
جو عاقل اتھی وو سو سب چپ ہوی — نہ ملتی تہ خوبی جھگرتی کہیں
دکھی خواب میں شہ کہ یک بن اچھی — وو بن نین زمیں کی اپر کن اچھی
پھریں چاندنیاں سنہراں اس منجے — شتابی میں کیاں پریاں اس منجی
رنگارنگ چنپا متی پھول کتی — نول سیر تماشے میں مشغول تھے
پڑی اوچتی دست اس نار پر — اثر کم ہوی سو شہ ہوا تجیر
سو اس چاند کی پیالی آئی دو پہر دست — کہ اپنی تھی کھو ستے زور انسوں لمن
جو دیکھیا اتھا خواب میں نا تکوں — ہوا خواب میں خواب اس شاہ کوں
نجا اس شب میں تی دو تکسے ہشیار — نہ تھی اس صبوری نہ تھا اس قرار

براہیم قطب شاہ مجلس سنگار | کئی مستعد سو پہ عشرت اپار
جتیاں خوب خوش شکل تھیاں شہریاں | سو کرتا تھا نک صور کو پکھیر انکھیاں
جو چین صورا چین کی تھی بتاں | سو خوش طبع خوش فہم خوش صورتاں
ہر یک خوب محبوب بت فارسی | بدن جیوں جلتی اچھی ارسی
عجب ایک اس وقت پیر مرد تھا | ہنرمند عاقل جہاں گرد تھا
دنیا کی اپن بند تی آزاد ہو | پھری شرق تی غرب لک باد ہو
کدھن روم میں تہا کدھن شام میں | کہ دستاد تھا ہر یک کام میں
عطارد سو نقاش کا نام تھا | کہلا صورہا سب اسی نام تھا

جو بنگالی کا سحر جیو کہات ہی | سو اس شہر کی نار کی بات ہی
بنگالی شکر کوں جو پات لیاتی ہیں | سو اسکی ادھر اسکوں بچپاتی ہیں
بنگالی شکر کوں جو میٹھائی ہی | سو میٹھائی دھن لب تی دیپائی ہی
اپس پنچ دکھلا دو شوخ نار | سو رنج چاند تارے ملا ایکنہار

عطارد کوں شہ حال سب بولکر | کہی خواب دیکھی تھی سو کھول کر
کہ اس دھن سوں شہ عشق اسد ہاتھی | کھیا ہوں تجی میں جکچ بات ہی
کہ عاشق اچھی توں اپی دردمند | تجی نام اسکا ایم کی سب ہے چھند
اتال اسکی ملنے کہ تدبیر کر | توں بیاس ہوتا کو کام تاخیر کر

کہیا شہ کو راہی اس تہار پہ | نہیں واں کہیں آدمی کا گذر
خندق سات ہیں سات سدہ سماں | ہر یک برج اسکا تھی جیوں آسماں
کنگوری بلند جو دسی دیس کوں | کنگوری کہرتی تہی سورج کی کیس کوں
سوتیں اوسکی دو چاہ غدار ہیں | کہ سو تیں سو صدہ ہاتہ سو چاپہ ہیں

جو یکھنار نکد نہیں چنچل گھری　　نظر شاہ کی صورت اپر وہ پری
صورت شہ کی دیکھت ابھلی نار وو　　پری پسند ہو کر اسی تھار دو
کتک وقت لک دو بیہوش تھی　　سو شہ کی محبت کری جوش تھی

کہاں جاوں کسکوں کہوں کیا کروں　　اتال اسکوں استھار سوں کیوں دھریاں
مبادا پریکا اچھی اس نظر　　کہ یو ہوئی بیکانیک یوں بیخبر
منجے آج دستا نہیں کچ کہیں　　منتر کاری بہی کوئی حاضر نہیں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من　　وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب تھار پر ٹھیر ہی　　وہاں مشتری پھرتی جیوں پھر ہی

بخت بختور آج غالب ہوا　　کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کہیا شاہ اس نار تھتاب کوں　　کہ جانیکوں دیوی اب رضا منجکوں
رہیا تجسوں لی دیس یکتھار دل　　سو جیوں یار سیتی اچھی یار مل

دکھن تی جو استھار اپنیرایا ہو یہیں　　اسی کام کوں یاں لک آیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں　　پچایا ہی آخر منج اسہات توں
پچھی پی ادب کر نکو جان منج　　کہ ہیں داس تیری ہوں توں جان منج

نگر میں جو آیا قطب شاہ نول　　لگی بجنی چوندھر خوشیاں کی طبل
شہر میں سو عید آج لوکاں کتی　　گھری کہر انند کاج کا کاں کتی
لگی حال احوال سب یو کہنی　　جو شہ دیکھی تھی سو کہی ان کہنی
سو ما باپ شہ دھن ہو کر ایکدل　　یو بیاہ دہی سکہ سوں یکتھار مل
براہیم قطب شاہ پر کہ بجھن　　کہ بیاہا جتی حیطلیں سب دکھن
کیا شاہ دو پادشاہی عجب　　مسلماں ہوا یو تلنگانہ سب

دیا شاہی اپنی قطب شاہ کوں　　کہ دو ساہو ایں کر اپ راج توں

قطب شاہ کوں شاہی مقرر ہوئی — کہ باپ سوں پچھا ہیں نہیں کچھ دوئی

سکی بادشاہی کیا نہیں ہی یوں — کہ کرتا اہے اب قطب شاہ جیوں

بسا شہ کی انصاف تی یو دکھن — کہ شاہی پانی تی جیوں پھول بن

الٰہی مددگار توں ہی منجے — مددگار دو تہار توں ہی منجے

الٰہی قطب شاہ تیرا داس ہے

قطب شاہ بنا بکوں تج آس ہے

کہ پڑکے اسے منج کریں یاد سب — سدا کال منجے اچھیں شاد سب

جتے شعر بولیا اسے کیا ہے غم — کہ جیتیا اسے ناؤں ان جگ میں ہم

تمام اس کیا دیس بارہ منی

سنہ یک ہزار سو اٹھارا منی

اس کتاب میں جا غزلیں بھی ہیں جو یقینی وجہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیو اپنی کوں تک آج میں تس سپنے دیکھی سو بکر — جب پیو چلیا مست سیج منج تب سو تی اوبھی دو بکر

پانچ شعر ہیں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آ ملو پیا — تجھ بن منجے جیونا بھوت ہوتا ہے مشکل رہی پیا

کھانا پیا کیتی ہوں نیں پانی انجھو پیتی ہوں نیں — تجھ بن بچھڑ جیتی ہوں نیں کیا سخت ہی دل رہی پیا

ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نہیں بھاتا منجے — برہا یوں ستاتا منجے تج لاج تل تل رہی پیا

منجیں نہیں جانی تمیں منج تھا جیو لانی تمیں — منج دل منے درس بانی تھیں کیتا ہے منزل رہی پیا

توں جیوں میرا ہیں سو دل نجات رہنا کیوں بدل — دن رات میں ہیں اکتل ہیں تجھی غافل رہی پیا

پیارا سجن آیا پیارا جیو تی پیارا اہے — بو منج دل میں تے نکلیا سو جیوں او سانس میں پایا

یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج نکہ کی درس کا سوچ سودرسی اٹھے   تج نور جھلکتی تی سب جگ میں روشنی اٹھے[۵]

چونکہ قطب مشتری کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کر کے ترجمہ کی خوبی بھی ظاہر نہیں کی جاسکتی ہے۔

وجہی کی قابلیت اسکے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے اسکا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اسکی مثنوی اسکی اعلیٰ خیالات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کہی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دلچسپی اور زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ دکھنی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے۔ بہرحال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اسکا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

قطب مشتری کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

---

[۵] مخفی نہ رہے کہ حسب صراحت پیش نامہ اشعار کا نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے -

(۱) انڈیا آفس نمبر (۹۹ بلوم ہارٹ) ورق ۴۲ سطر ۱۱ تا ۱۵ - خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۱۳۲ھ کاتب عزیز اللہ

(۲) برٹش میوزیم نمبر (۸۶ اورینٹل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳ - خط نستعلیق - تاریخ کتابت ۱۱ محرم ۱۱۵۹ھ

(۳) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۵۳۰ اڈیشنل) ورق (۵) ناقص صرف چند ابتدائی اوراق ہیں -

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۲۲۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق -

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر (۲۲۴ اڈیشنل) ورق (۱۳۷) سطر ۱۴ - خط نستعلیق -

غواصی کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

"غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شیعہ شاعر ہے - محمد قادری کے طوطی نامہ کو بزبان دکھنی ۱۰۴۹ھ میں نظم کیا ہے - یہ نظم (سیف الملوک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو الف لیلہ کی ایک داستان ہے - دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کا مولف لطف علی اور دوسرے کا امام بخش ہے - ایک سندھی نظم بھی ہے جس کا مولف عبدالرحمن ہے - ایک پشتو[۵] ترجمہ احمد نے کیا ہے - ڈاسی نے ایک نثر اردو مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے"

اسپرنگر - حدیقۃ منتخبہ کے حوالے سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی صراحت کی ہے [۲۲۹]

اسٹوارٹ ( ) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے -

---

۵ پشتو ترجمہ میں نے پیرس کے قومی کتب خانہ میں دیکھا ہے -

پروفیسر ولسن نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ عمر میں وجہی سے چھوٹا تھا۔ سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کی تصنیف "سیف الملوک" کے مرتب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے کیونکہ مثنوی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امید دل کا آرزومند ہے سلطان کے تقرب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جانے کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ وہ اس امر کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

مثنوی سیف الملوک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا ہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مدمقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا تقرب حاصل ہوگیا اور دربار میں رسوخ ہوکر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اس پر خاص عنایت تھی گویا ملک الشعرا کی صورت تھی۔ سلطنت نے اور نگ شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا جہاں اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

بلوم ہارٹ نے غواصی کو شیعہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شیعہ ہونے کی جرأت کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مثنوی سیف الملوک میں نہایت خلوص کے ساتھ خلفائے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں لکھا ایک شعر لکھے ہیں اسکے سوا برٹش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ لکھتا ہے۔

فدا ہوں اسکے ولیوں کے اوپر | سٹوں رافضی خارجی کا سر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دُنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دُنیادار ہونے پر لعنت ملامت کرتا ہے اور آیندہ سے نظم نہ کہنے کا تصفیہ کرتا ہے۔

غواصی کا انتقال کس سن میں ہوا یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے ۱۰۲۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس یک ہزار و پر پنج بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

مطبوعہ نسخہ سے ۱۰۲۷ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار و ستاویس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اور مثنوی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ کیمبرج کے مخطوطہ سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار و پر پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

چونکہ ۱۰۳۵ھ میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اب نفس مثنوی کی صراحت کی جاتی ہے مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول حمد ہے اسکے بعد مناجات پھر نعت۔ نعت کے بعد منقبت۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح۔ بادشاہ کی تعریف۔ سخن کی تعریف۔ اپنے حالات اور تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ یہ الف لیلیٰ کی مشہور داستان ہے اسلئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الہی جگت کا الہی سو توں — کرن ہار جم بادشاہی سو توں
تیری حکم تل فوک آسمان سکے — رعیت ملک تیری فرمان سکے
بھر یا تس گراں بیچ تاری چشم — کریں تو نبات سوں الٹک دم بدم
ونگیاں سو بجلیاں کی بیچ سارسوں — زحل کوں رکھیا فرنگ دار توں
رچیا سچا توں غنی سو تی ری — غنی تجھ بغیر از نہیں کوئی ری
توں مقبول اپن مقبلان کا سہی — توں ہی نور روشن دلانکا سہی
جو کوئی زندہ دل ہی توں انکا حیات — جو کوئی ہے جو تجھ سات توں انکا نکات

سچا توں محمد سچا مصطفیٰ — سچا توں ہی احمد سچا مرتضیٰ

ہمی یونوی مضمون ہی لاکی اپلنے دیسے تی — ہتو تبع طوطی نمن رولن لگی در یقین

کہ سیف الملوک ہور بدیع الجمال — یو دونوں ہیں عالم منے بے مثال
انن دونوں کا داستان بول توں — سو دفتر انن عشق کا کھول توں
کہ لئی داستان جگ میں کئی اہیں — ولی کوئی ایسا نہیں کئی اہیں
تیری ناتیں آیا ہی یو استہان — ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان

کہ حضرت سلیمان کی وقت پر — اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں — شہنشاہ نہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں
از ابتدا عادل جوان مرد تھا — مسلمان خدا ترس با درد تھا
بندا اسکی گھر کا سو اقبال تھا — بسا سواسی کو تھیر بال تھا
ادشتے ٹھوری پاکا نہیں لولاک لے — تیرنداز تھکی تہی سو لاکھ اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :-

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر — میری جو ھران پرتی وانصاف کر
دیوی داد میرا بھوت مان پاؤن — اپس دورتی تا گریبان پاؤن
کہ یو شاہ میرا خریدار ھوی — تو تازہ میرا طبع گلذار ھوئی
کہ غمگین ھون ہیں سخت بیشیار تی — دھرول دغدغی لاکہ اس آزار سے
اگرچہ ھوں شہہ کی بندیا نہیں حقیر — دلی شعر کی فن ہیں ھوں بی نظیر
کہ موں کھول یونہیں کھوں کیا اپین — گواھی دی یوں شعرا پین تا جبین
بھر حال یو نظم الھام سوں — کیا ہیں تول شاہ کی نام سوں
برس ایک ہزار اور پنج تیس ہیں — کیا نظم یو ختم دن تیس ہیں
جو عارف وجودان نزاکت شناس — صفا اس بی حاصل کرے بیقیاس
پڑی کان کوں سب دی یو کام کون — دیوی زدست اوک خاص ھوا عام کون
لکھوں ھار یو لاب پر لاب پاتی — سدا خسرواں کیرا آپ پاتی
ھزار ھو ھزار بیت یو لیا تمام — و یکبار یاسانٹ کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کوں یو مدام — بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجودہ نسخوں میں اشعار کی کمی بیشی کے علاوہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اس کی وضاحت کی جاتی ہے -

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم مکمل	برٹش میوزیم نامکمل	کیمبرج یونیورسٹی	نسخۂ دیگر کیمبرج ناقص
حمدیں	ورق ندارد	۱۹ شعر	۱۴ شعر	۱۹	×
مناجات	ابتدائی ورق ندارد آخری (۸) شعر ہیں	۱۷ شعر	۱۷ شعر	۱۷	×
نعت	۲۱ شعر	۲۱	۲۴ شعر	۲۱	×
منقبت	۳۴	۳۳	۲۰	۳۴	×

مدح جیلانی	۱۵ شعر	۱۶	۱۶	۱۶	۸
مدح بادشاہ	۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱
سخن کی تعریف	۲۸	۲۳	۰	۲۳	۲۳
اپنے متعلق	۱۷	۱۷	۰	۱۷	۱۷

اِس تختہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ اشعار کی کمی وبیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔ برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پر بعض اشعار کی توضیح کیجاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منجملہ (۷) آخری شعر دونو نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۷ + ۱۲ + ۹ = ۲۸) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔

ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اول حمد واجب ہے کرتار کا — دو عالم کا وارث خریدار کا
قضا ہور قدر اسکے ہے ہاتھ میں — نہیں شک و شبہ کچھ ہے اس بات میں
حکم ہات اسکی ہے حاکم وہی — سکل خیر شر کا ہے عالم وہی

میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعر ان کے بجائے یہ ہیں۔

الٰہی حکمت کا الٰہی سو توں — کرنہار جم بادشاہی سو توں
ترے حکم تل نوکر آسمان کے — رعیت ملک تیرے فرمان کے
بھریا تس کیران بیچ تار چشم — کریں نوبتاں سوں النگ دم بدم

چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں اسلئے انکا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بعض اشعار جو ان نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ فاضل اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

مناجات

جو کوئی زندہ دل ہیں تو انکی حیات   جو کوئی ہیں تجھ ساتھ تو انکی سات

نعت

فدا ہوں انکی ولیوں کے اوپر   سنو رافضی خارجی کاسٹ کر

منقبت

کہوں اب نبی کے جو ہیں چار یار   اونن چار یاراں کیرا اب شمار
ایکس ایک سوں بی دو دھرن سرف   نہ کم بیش کر یہاں زیادہ حرف
ابا بکر صدیق اول نامدار   سو دوسرے عمر ہیں بڑے نامدار
جنو کا عدل جگ میں مشہور ہے   عدالت فاصل وہی دور ہے
سو تیجا ہے عثمان جامع قران   فضیلت بزرگی بس ہے عیاں

بادشاہ کی مدح پر برٹش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔
قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو برٹش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

سخن تج ہوے خدا کا صفت   سخن تھی ہوے نعت ہور منقبت
سخن تھی شہا کوں سراہتے اہیں   سخن تھے بہوت بادشاہ ہتے اہیں
سخن تھے ہوے فام نیکی بدی   سخن تھی جو ہوی ہستی سباندی
سخن تھی دلاں ہات لیتے اہیں   سخن تھی کیتی چھو دیتی اہیں
سخن تھی بری ہور بھلی کام سب   ہر یک سخن ہوتی سکل فام سب

اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت کا موجب ہوتا۔ قصہ کے ختم ہونے پر

اختتامی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں پھر تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلاں منزلاں تاک تاک — یکایک مصر میں سو سچ کئی پو ہاک
جو صاعد و سیف الملک نونہال — سات لے ملیگا بدیع الجمال
تا کا تاک آتی ہیں جیو نو بہار — سلامت سوں لیا تا ہی پروردگار

خاتمہ کے اشعار کے منجملہ ذیل کا شعر دونوں نسخوں میں موجود ہے۔

کیا سامنی جا ملیا پوت سوں — لگے لالیا دور لک سوت سوں

اسکے بعد انڈیا آفس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سوں بلا شہر میں لا گیا — دی بہوتاں ایمان کر پائی یا
دیا اپنی بادشاہی اُسے — سلاماں کئی سب سپاہی اُسے
سرافراز صاعد کی جو حق کیا — وزیری حکومت کی اس سر دیا
لگے کرنے سیف الملک راج خوش — ہوئی عیش کرسی و معراج خوش
خدا اسکے منگا دیا جیو مراد — دیوی ہر مسلماں کوں دوں مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور "سبب نظم کتاب" کے عنوان سے کل (۲۴۳) شعر لکھے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہو جاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مذکور نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں "سبب نظم کتاب" کا عنوان ہی نہیں ہے بلا عنوان (۱۵) شعر ہیں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کیمبرج کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اسلئے ان کی صراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر — میری کیا جو ہرات پرتی دل صداقت کر
دیوی داد میرا بہوت مان پاؤں — اپس دورتی ناکر سیاہی پاؤں
کہ یو شاہ میرا خریدار ہوئی — تو تازہ میرا طبع گلزار ہوئی
کہ غمگین ہوں میں سخت بیمار تی — دھروں و غم دغمی لاک اس آزار تے
پریشانی کی ہیں جا خیال میں — لی آیا ہوں ایسی رتن دھال میں
جو بھوکی نول شعر نی کچھ امن پاؤ — تو اس تحفی رتن خاص ہوں دھونڈ پاؤں
اگرچہ ہوں شہ کی بندیاں میں حقیر — ولی شعر کی فن میں ہوں بی نظیر
کہ موں کھول یوں میں کہوں کیا اپین — گواہی دی یوں شعر اپین تا پکھین
بہر حال یو نظم اطعام سوں — کیا ہیں نول شاہ کی نام سوں
برس ایک ہزار او پنج بیس میں — کیا نظم یو ختم دن تیس میں
(تمیں)

جو عارف وجودان نزاکت شناس — صفا اس تی حاصل کریا اقتباس
پری کان کوں سب آدمی یو کام کوں — دیوی نذر تب اوک خاص ہور عام کوں
لکھن ہار یو لاب بی لاب پائی — سدا خسروا ہی کر آپ پائی
ہزار ہور ہزار بیت یو لیا تمام — دیکھیار یکسانت کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کوں یو مدام — بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کی یہ مثنوی فارسی نثر سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہے۔ لہذا اب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ غواصی نے اصل مضمون سے کہاں تک استفادہ کیا ہے، اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

انڈیا آفس[۵۱] اور برٹش میوزیم[۵۲] میں فارسی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

---

۵۱ انڈیا آفس میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۷۸۸) و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ اور ۷۹۲) ان میں بعض ناقص ہیں۔
۵۲ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) ریو

ریو منعصت کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایتھے مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو صراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے : -

"سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے ۔ مولف کا نام نامعلوم"

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تمہیدی دیباچہ بھی اس میں موجود ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا ۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا ۔

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار حاصل کئے حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بیجا خرچ پر افسوس ہوا ۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عدیم المثال ہوگا ۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ الیسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا حسن نے ایک سال کی مہلت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دمشق پہونچ کر منادی کرائی کہ جو شخص دلچسپ قصہ سنائے گا اس کو انعام دیا جائے گا ۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان دمشق کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں ۔ حسن سلطان کے دربار میں باریاب ہوا تحائف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا ۔ محمود کے ملاحظہ میں کتاب پیش کی ۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے ۔ یعنی بوستان ارم ۔ قصہ سیف الملوک اور قصہ شاہ پال بن شاہ رخ ۔ محمود بہت خوش ہوا ۔ اور حسن کو سرفراز کیا "

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی مگر ایک داستان کی حیثیت سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے ۔

اصل فارسی عبارت اور دکھنی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے ۔ دکھنی سیف الملوک فارسی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونوں کا ساتھ ساتھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے

فارسی

"در عہد قدیم در شہر مصر پادشاہ بود
عظیم عزیم و کریم و در عدالت چون عمر ابن خطاب
بود او را صفوان شاہ مصر گفتندی او از تمام
ممالک خسروی خود تا قریب چہار صد محل در خدمت
خود داشت خدا تعالی او را فرزندی روزی نکردہ بود
این سبب در الم میسوزد. قضا را شب
بخاطر شریف او رسید کہ مبادا در باطن من
کسافتی باشد کہ باعث بے فرزندی از
سبب او باشد برخاست و غسل بجا آورد و
جامہ پاک پوشید در خلوت درآمد و از جمیع
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بازگشت و
توبہ و استغفار بجا آورد"

دکھنی

کہ حضرت سلیمان کے وقت پر
اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نوں عاصم اس راج کا نیک ناؤں
شہاں میں اتھا اس شرف تہاؤں تہاؤں
ازل دار عادل جواں مرد تھا
سلاطیں خدا ترس با درد تھا
بندا اس کے گھر کا سو اقبال تھا
بسا سو اسی کو ٹھریاں مال تھا
اتھے کوٹھڑی پا کاں میں تو لاک انیسے
تیز بدا ز تقفلی تنوی سو لاک است
اتھا لشکر اسکی کنی بی شمار
سخاوت میں ہور عدل میں نامدار
سدا راج کرتا اتھا اپ ستا
ولی اس نہ بیٹی نہ بیٹا اتھا
سو یک دلیس اسمیں اندیشا کیا
فکر زاد ہور من میں یوں لیا لیا
کہ اپنے ملک حال پروردگار
نیا کچھ دیا ہی جو نئیں اس شمار
ولی کوئی جنت اس رکھنہار نئیں
مہری دیا ہو از اس کوئی اس شہار نئیں

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اٹھ کر بہت کچھ خیرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ آخر وزیروں نے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ نجومیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کیجائے۔ تو اولاد ہوگی - بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جسکا نام سیف الملوک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کرکے سویا رات خواب میں خواجہ خضر نے اسکو بشارت دی کہ تجھ کو روم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح افزا سے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ مصر نے تحائف وہاں روانہ کئے۔ خواجہ خضر نے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ بڑا نامور ہوگا۔

اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونو قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

پیشکش ہائے مصری طیار ساخت بارسول عاقل ودانا روانہ شہر روم نمود۔ راوی ایں حکایت راچنیں روایت می کند کہ رسولان صفوان شاہ فرود آمدن گذارید از احوالات گلستان خوبی وگل وغنچہ شاہی رو بیر اسامع کردید کہ ملکہ روح افزا در خواب فیلولا بود کہ دوشنائی جمال جہاں آرای حضرت خواجہ خضر علیہ السلام عالم ظلماتی را بنور جمال جہاں آرا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ظلماتی بنور جمال خویشتن نورانی مزین کردانیدہ۔

دکھنی نظم

دیا حکم آنند پا بی حساب
لکھن نامہ شاھی یمن کوں شتاب
جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دبیر
بشارت سو شاہ ملکہ پایا دو پیر
سبج شاہکی او دلکی سورات کون
لکھیا نامہ بیکی کراس دہات سوں

- - - - - - - - - - - -

انکی مصتران سون خزانا کئی
یمن کی طرف خسروانا کئی
یکیک ملک یکیک شہر یکیک ولات

یکایک کریکایک کوٹ لک دہاٹ دہاٹ
الکٹی النکٹی چپلی تا بہن
خبر کئی ہین کی شہنشاہ کن
کہ شاہ ملک کی مصر کا بی نظیر
تجا بیت کون بہیجا ہے اپنا وزیر

نثر فارسی

روزی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید و در شکارگاہ بشکار مشغول بود کہ قضارا روزی در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید و سر در زمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد و گفت کہ عمر بادشاہ دراز باد کہ اللہ تعالیٰ شاہزادہ عطا فرمود کہ در ملاحت و صباحت گوی از یوسف بردہ۔ بشنیدن این نوید پادشاہ را خوشحال تمام روی داد و یا آرندہ این مژدہ انعام خاص داد و صد ہزار بدرہ زر نثار کرد۔

(اسکے بعد ایک طویل عبارت ہے جسمیں نجومیوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کرکے نام تجویز ہوا ہے۔)

دکھنی نظم

الہی جو صاحب ہی سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگن ہار کا
سو بیٹا دیا شاہ کون بی بدل
سورج چاند تہی خوب نرمل نپہل
خزینی دفینی سون کھولن لگیا
رتن راس ہر یکی رولن لگیا
کنا یا ترہ جگ بیٹی کاج یون
کنا تا سکی جگ میں کوئی راج ودون
دعا سون اجابت کہو صدق ستی
منگیا اپنی فرزند کون بجد حیات
خوشیاں سٹ امرت کھر سا فال دیک
سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک

جنگ کا سما

نثر فارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ آمادہ جنگ شد
و برابر صف بصف آردست غلغلہ دیو و جن و
عفریت و پری در ملکوت افتاد جہاں بر تیغ و
تا بیک گشت تا سہ روز و سہ شب درمیان
تلوار یہان ـ (؟) عفریتان جنگ داشتند
آوازہا یا ہای درکشیز (؟) میبا رسیدہ واز
آسمان سہ روز و سہ شب خون میبارید گویا
سقایان آب پاشی میکردند بعد از سہ روز
طاقت لشکر قلزم ہرتمامند و ہزیمت نہادہ رو
لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلزم بقتل رساند
و بتمام سپاہ او را غارت کردند با چہار تن
شاہ قلزم را اسیر کردند۔

دکھنی نظم

کھنہار یو قصۂ حرب کھول
کہے اس وضا سوں زبان حرب کھول
کہ شہبال بن شاہ رخ بے نظیر
جو صاحب تھی کو وہی سونیا بول پھیر

....

ہوی جمع جنگی عفریتاں تمام
فوج صور خون خار امیران تمام
یکایک جان یک کوہ با برج جیون
لی ہاتات میں فتنی بھری کوز جیون
لی رخ دندی پر جو ہلتا رہے تھے
زمین بیکی کھائی تہی بہار تھی
غضبناک ہو جیون انکی دل ہوی
کلیجی پہار انکی پھوٹت جل ہوئی
ترانی شتراں سوں جیون پر غمان
ہوا کھا ہوا جبونکہ پر آسمان
سلح پوس پولاد کی کوٹ جیون
پر آشوب سہ درکی لوٹ جیون
اوتالی ہوا آفت بھری عزم سوں
کھرا کہ میدانیں رزم سوں

بھیا پاؤ جیون قہر کا شور سسات
سلطنت کی اکن سلک سا وتھی زردست
کئی قصد پرتی کون دو دھیر ستھے
زبانا ھوا تل اوپر سیر تھے
اوٹھیا شاہ سنبھال وئیں زہر ھو
پڑیا اسکی لشکر پہ جیا قہر ھو -
اودوراج دو دھرتی پہ ھم ھوی،
پھری فوجکون فوج درھم ھوی ،
اوٹھیا غل جدھر کا ادھر مار مار
قیامت زمین پر ھوا آشکار
جھلک دیکے بجلیان سی تروار کی
اوری قاضی سخت سنسار کی
دلیران جو سنبھال کی پائی بل
سو فوجانکون یکدھرتی اسکی کھوندلا
جو دو پڑا اسکی صفپر پڑی دلیران
سو پھری پڑی ھور پڑیاں اختران
ستی دھرت پر لوں سونڈیاں کاٹ کاٹ
سو کسکوں سمجتا نہ تھا بات کھاٹ
جو دریا لھو کا ابلنی لگیا
لکن اسپو کشتی ھو چلنی لگیا

سبیران تیر اس لہو کی سیندور تی
جو دستی تھی جیون بر بہیری روز تی
دہران سب نپٹ موج کی لوٹ مار
تھی وہتی نکلتی تہنکان کی سار
بلا بانکی بانات کون جیون اک لائی
زمیں ہور زمانیکون ویتاک لائی
غضب پر غضب کا جو مارا ہوا
سو ایسا بپرا کچہ دہولا را ہوا
دنیا غیب ہوئی اس دہولاری تلین
کنوان تا کیا دیس اندہاری تلین
لیا کرد جا دہانپ اسمان کون
دہنوان سا نپٹ ہو نکلیا بہانکون
سو دریائی قلزم کون صحبت جہوتی
زمیں کی تلیں کائی اپہرا او تہی
بپراری پہ یا سخت رکرا ہوا
کہیں نیر سونا درو جہپکرا ہوا
چپہری بیٹ اسکی کہد پری وتہاں
سو جاتا ہو چو ندہر بیپری وتہیں
دیکہا یک فتح آسمانی جو پائی
پکپ شاہ دریائی قلزم کون لیائی

نظر اس پو شہپال کی جیوں پڑی
سواراج اس راجکی آوین اوپڑی
کھائیوں کہ سختیوں سچھو دوں آتال
کروں کا سیلاد ھو سیں پای مال
کہ سینہ پانچی توں آج مجہ دھا ستاییں
توں سچ بول جھوٹا نکھو بات ہیں

داستان کا خاتمہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

چیز ہا بسیار از مروارید و گوہر شب چراغ و غیرہ
جواہرات و زربفت و نیلک الوان دیگر و
عطریات و زر و نقرہ با حشم تمام ملکہ خاتون
را نکاح بستہ بشاہزادہ دادند و ہزار فیل و
لشکر آں ملک را وداع کردند شہر بشہر
منزل بمنزل میرفتند تا نزدیک شہر مصر
رسیدند کہ اینک سیف الملوک آمد با مردم
تمام و کام دل حاصل کردہ بسیار شاہ خبر
رسیدن فرزند شنید از بس از فراق پیر
شدہ بود جوان گشت وی این بیت
خواند ....

دکھنی نظم

سعادت کی ساعت میں خوشحال سوں
پھریا پھول کا عقد اس پال سوں
ملی جیوں او شہزادی ھور او جوان
ھوا شاد سیف الملوک کا پران

....

دیا خاقان ھور نوازش کیا
رواناہی کرنیکا سامرش کیا
دیا گوہراں لال ھور گنج تنیا
وھاں تھی وھیں ان روانا کنا
او سب مال ... دھن .... حساب
.... پھر شتاب
چلی منزلاں الخ

پچھڑا نقد النظر

از صومعہ برآمد و باہی دولت در رکاب سعادت
نہاد با جملہ وزیراں و ندیمان و خاصکان
با تمامی عام از شہر بیرون آمدند ....
شاہزادہ از اسب فرود آمد شاہزادہ
دیدہ با ہوش شاہ فی الحال سر نہاد
شاہزادہ برداشت و برکنار گرفت و
بسیار گریست "

تا کاشاک الخ

جو عالم نول شاہ دیکھے جھوک جھوک
صو اتھا جو کاری تمن سوک سوک
یکایک خوشی آئی آنند کی
نچھل نور دیدی خرد مند کی
پھو کیا صور آیا رکی اک پران
بوڑھا پنک تھا سو صوا پھر جوان
وہیں غم کی جھری سوں نکلیا بہار
لی ارکان دولت کوں سب یکبار
میلا سامنی جا کہ وتیں پوت کوں
گلے لا لیا ہوت گلو ت سون

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوتی مزید دو صفحے مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف سے سلطنت کی - گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہکر انتقال کیا سیف الملک نے سوگ کیا - بدیع الجمال کی ماں اس خبر کو سنکر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی - بدیع الجمال کو حمل کے دن گزرنے پر لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام تاج الملک رکھا گیا - (۱۵۰) سال سیف الملک نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیمار ہوکر مر گیا - بدیع الجمال کو اسکا بہت رنج ہوا چنانچہ ختم کتاب فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے -

" تمام مرد و زن سیاہ پوش شدند و خرد و کلاں از مردم شہر برآمد
بدیع الجمال این بیت میخواند و میگریست "

ایک ہزار شمارہ ویران کردی　　در ملک وجود غارت جان کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بجہان　　بردی بزیر خاک یکسان کردی

مندرجہ بالا مقابلہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ دکھنی ترجمہ کس قدر کامیاب کوشش ہے بلکہ یوں خیال کرنا چاہئے نفس مضمون کو پیش نظر رکھکر ایک قصہ لکھہ دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ غواصی کے بہترین شاعر اور صاحب کمال ہونے کی یہ ایک بدیہی دلیل ہو۔ غواصی کی شاعری پر طوطی نامہ میں بحث کیجائے گی۔

برٹش میوزیم کا مکمل نسخہ با تصویر ہے۔ متعدد رنگین تصاویر ہیں۔ ان سے قطب شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ مجرا اور سلام کا طریقہ اہل دربار کا لباس۔ رزم و بزم کے حالات باغ جنگل۔ دریا کے منظر۔ شاہی محل۔ دربار ہال۔ گھوڑوں۔ ہاتھیوں اور اونٹ کے ساز و سامان۔ غرض مختلف امور واضح ہوتے ہیں۔ آرٹ کے لحاظ سے ان کو بڑی وقعت دی جاسکتی ہے۔ اور اپنے فن کے لحاظ سے بہترین نمونے کہے جا سکتے ہیں۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں چنانچہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس اسکے کئی ایک نسخے ہیں۔

طوطی نامہ

برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے ہیں۔ یورپ کے دوسرے کتب خانوں میں کوئی نسخہ نہیں ہے ۔

(۱) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۲۹ اڈیشنل) ورق (۱۹۲) سطر ۱۳۔ نستعلیق ۔ کاتب شیخ ابو محمد قادری سنہ کتابت سنہ ۱۱۷۲ھ

(۲) نسخہ ثانی نمبر (۹۰۰ اڈیشنل) ورق (۱۷۷) سطر ۱۲ نستعلیق ۔ کاتب موہن لال تاریخ کتابت ۲۹ شوال سنہ ۱۱۴۹ھ

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے ۔

"ضیاء نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہوا ۔ غواصی نے اپنے تخلص کی بھی وضاحت ہر قصہ کے آخر میں کی ہے ۔ اسکی تصنیف یکم رجب سنہ ۱۰۴۹ھ (سنہ ۱۶۳۹ء) میں ہوئی پوری مثنوی ایک ہی خط سے لکھی گئی ہے ۔ اسکا کاتب شیخ ابو محمد قادری ہے اور سنہ کتابت سنہ ۱۱۷۲ھ" اسپرنگر کی تشریح اسطرح ہے :—

"طوطی نامہ سنہ ۱۰۴۸ھ۔ طوطے کی کہانی جس کو مولانا غواصی نے دکنی نظم میں لکھکر عبداللہ قطب شاہ کے نام پر معنون کیا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں طوطی نامہ موجود ہے مگر اس نے مصنف وغیرہ کی صراحت نہیں کی ہے ڈی ٹاسی نے بھی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے ۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا غواصی نے نخشبی کے طوطی نامہ کو دکنی نظم کا جامہ پہنایا ہے ۔ اسکی تصنیف کے وقت غواصی کی وہ حالت نہیں تھی جو پہلی تصنیف سیف الملوک کے وقت تھی اب وہ سلطان کے دربار میں بارسوخ، صاحب عزت و مرتبہ تھا ۔ صرف دربار شاہی میں بلکہ

قلمرو قطب شاہی میں اسکا مدمقابل کوئی اور شاعر نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم رجب ۱۰۴۹ھ ہے جسکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی بخشش حضرت تے جب مجھ مدد ۔۔۔ دیا میں اسے نور واج اس سند
پس یک ہزار ہور چالیس پہ نو ۔۔۔ ہوئے تھے یو موتیاں پرویا ہوں نو
لطافت بھری مثنوی یو عجب ۔۔۔ مرتب کیا خوش میں پہلی رجب

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لکھتا ہے۔

جو ابیات ہیں اس میں الف چار ۔۔۔ برابر ہیں لک بیت کے ہر چار

قصہ کا خلاصہ اسطرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سمندر کے کنارے تھی ساتوں سمندروں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے نایاب جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا جوان ہونے پر باپ نے ایک حسین و جمیل خاتون سے اسکی شادی کردی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار دھن قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا مجھ میں ایک عجیب ہے یعنی میں آنے والے امور کی خبر دیا کرتا ہوں چنانچہ عنقریب ایک قافلہ عنبر کی خریداری کے لئے آنیوالا ہے اسلئے جس قدر عنبر بازار میں موجود ہے تو خرید کرلے تاکہ آئندہ

نفع ہو۔ نوجوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور عنبر کی خواہش کی سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہو گیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نوجوان بی بی پر مدت گراں گذری ایک دن اپنے بالاخانہ پر سے مصروف نظارہ تھی ایک سجیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دلپر تیر نظر نے کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ چونکہ اسکا دل بھی اس پر آگیا تھا یہ راضی ہو گئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نوبت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کرکے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہوگا جو ایک رانی کا ہوا تھا (اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے) اس عرصہ میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور سوداگرنی کا ارادہ کل پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصہ میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۳۵) کہانیاں کہی جاتی ہیں آخری دن سوداگر بچہ سفر سے آجاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ لیکر پورا حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ نے بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کرکے فقیر ہو گیا۔

اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار :-

خدایا جو دانا ہے توں غیب کا ... ہے ستار بندیاں کیرے عیب کا
نہ افکار تجہ ہے نہ انکار توں ... نہ چون و چرا سوں دہرے کار توں
سدا ہی اپین کہاتا سو تو تجہ ... جیویں مارتا ہور جیلاتا سو تو تجہ

رتن خاص دریا سے لولاک کا　　　چمک لامکان نور افلاک کا

محمد نبی سید المرسلین　　　سدا روشن اوستے دنیا ہور دین

عدم میں سے عالم کوں پروردگار　　　اسی کے کیا نور سوں آشکار

سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں کہتا ہے۔

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں　　　ثریا کے تارک پہ اسکا ہی چھاؤں

کہیں قدسیاں صاحب صدر اسے　　　کہ ہر شب سو سجدیوں کئے شب اُسے

شرافت میں گرد اسکے نعلین کا　　　ہے سرمایہ چندر سور کے نین کا

دکھت زور طالع اس راج کی　　　صفادار روشن دلال آج کی

کئیں یوں بحق علی ولی　　　کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

قصہ کی ابتدا۔

جن اس جوہراں کے سمندر کا گہر　　　ہے غواص اس دور میں بے نظیر

سو یوں جوہراں کار لیاتا ہے بہار　　　جو ملک ہندوستان میں ایک تھار

کنتے ہیں جو تھا کوئی سوداگر ایک　　　وجاہت میں پاک صورت میں نیک

اتھا اسکا بہوتیچ بخت دار　　　کہر اُس کا سو تھا چین بندر کے سا

جیتے اس زمانے میں سوداگران　　　ولے اسکے انگی تھے جیوں چاکران

کیا تھا خدا یوں اسے سرفراز　　　جو تھے سات ان سمندر پہ اسکے جہاز

مثال یا اس نہیں کچ سو اس پاس تھے　　　یابت نو رتن کیچ پور اس کنے

سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس　　　ولے فرزندان نہیں سو تھا داغ اس

کتک دیس پچھیں کون او باغ جیوں　　　خدا کے کرم تے ہوا باغ جیوں

ہوا گھر میں ایک فرزند اسے　　　سو ویسا ہوا آج تک نہیں کسے

نشانیاں سعادت کے تھے سا تھار　　　ہوا تھیں اظہار یوسف کے سار

گہر اس کا جھلک سے لکیا نور تے   ستارا چل آیا تمہ دور سے تے
کیکہ پیش کون عجوبہ ہوا ان جوان   سو وین پاپ ہنگام اُسکا پچہال
نہپنے ایک محبوب مہتاب سے   لطافت میں نرمل پھل آب سے
دہنداہ اثرت پیدا کیا کر نہ دیر   کیا لاکہ خوشیاں سے کار خیر

سو ایسے بینے یک چھپلا جوان   پڑی اسکوں دیکہو تو دیوی پران
پھرے وہ بدیسے سات آتا دیکہے   سو اپنے طرف خوش تہیا تا دیکہے
جو تہا مرد کا عشق من میں اول   جو دیکہا اُسے سو کیا او نکل
بچہا تیا رخ اس کا او چنچل جوان   سو رہا یاد وہن عشق کا تیر پان
جوں اس بانکے کہاؤ کاری لگی   اثر تیچہ دونو میں یاری لگی
بہتر تہا سو ان جیورا وار سے   امنک سات اُن تو نکتا بہار سے
یکا یک نہ اس دہنکوں بہار آئی جابجے   نہ اُس جوان کوں پیس کرجاہی جاہی
بہر حال اُسے عشق بہاند ہیں میل   چلیا اپنے منہ پیر تیزی کوں ٹھیل
ملا یک بڈہی مکر زن کو شتاب   دیا شن تکی خوش کیا بے حساب

خاتمہ پر کہتا ہے ۔

سخن پرور ان یکتے یک ہیں زیاد   ولے آورسے ہے مجہ زبان کوں سواد
پوالاف نہ عیب تے دور ہے   سلامتی کی آسمان کا سور ہے
جہان میں جہلکتا اچھو جم مدام   بحق محمد علیہ السلام
غواصی اگر توں ہے سچا غواص   تکا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گگن بن تے جہر جہنوں کا آفتاب   لیا آپسین بہول میں مغرب کے داب
کنول چاند کا نہ ملا سپے بدل   چمن تے جو مشرق کے آیا نکل

سورج روپ ونتا جو یوسف کے سار　　لیا جا ہ مغرب میں اپسیں اتار
سو مشرق کے مجلے کری کر یب تے　　جو یونس کے پیچنے چیندرنس پیتے

جنوں اپنا کیا دیس پھر اتمام　　ہوا جمع یکٹھار اندھارا تمام
کیا سورمشرق تے مغرب کون چل　　ستاریاں سنے چاند آیا نکل

سورج جو تہی آسمان کا دیدبان　　کیا دیدوا نیکوں مغرب میان
نکل چاند جا سوس مشرق سنے بہار　　جنوں آیا سو پھر غمزدی ہوا و نار

جو دہون خورشید کا چور مشرق　　ہوا غرب نیل آب میں جا کہ غرق
سو مہتاب موسے ممن دور تے　　جوں آیا نکل مشرق کے طور تے

جہانگرد خورشید جنوں وقت شام　　کیا غرب کے گھر میتے جا مقام
نکل چاند مشرق کے بار ی سنے بہار　　جنوں آیا سو ا و دلر با بیقرار

سینے کا پنگی سور جنوں سیر کر　　چلیا غرب کے آشیا سنے بہتر
بکو لار پیسے سار کا صاف چاند　　کیا دیکہ پرواز انچل سرکوں یاند

سورج دیس کے روم کا بادشاہ　　کیا جا کہ مغرب میں جنوں تخت گاہ
ربن شام کے ملک کا راج چاند　　نکل آیا دیکہ او دہن لے ساند

زمنے جو شمشیر کون بہان سے　　دئی دال پنچہ غرکی میان سے
فلک شرق کا کھول رنگیں غلاف　　لیا ہات میں چاند کا سیف صاف

اجنت دیس کے رین کا دیدار　　ہوا غرب قیلی کہن جو سوار
ہند و چاند کا رین کے ہند تے　　جو آیا نکل او بدن کے بنتے

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں لفظی اختلاف کے علاوہ اشعار کی کمی و بیشی بھی ہے قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی و بیشی نہیں ہے بلکہ لفظی

اختلافات ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی مدح وغیرہ کرتا ہے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ختم قصہ کے بعد دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

نہ ہے بخت و دولت نہی اقتدار　　　نہ ہے وقت و ساعت نہ ہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۱۰۷) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۲۵) شعر۔ ان کے منجملہ (۴۳) شعر تو دونوں میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں مابقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لعل والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

جو سلطان عبداللہ اس دور کا　　　ہے راجا سلیماں کے طور کا

شگفتا کیا دیکھ اس کا کرم　　　سو جھلکیا میری طبع کا جام جم

کروں کیوں نہیں شکر ہر دم ہزار　　　جو سن خوش ہوا یوں شہ روزگار

جیوں اس شہ کی خاطر پر یو قبول　　　گگن تے ہوا مجھ پہ رحمت نزول

جب یوں نظم میرا عروسی کیا　　　سو یچ مجھ سوں آ دست بوسی کیا

کیا اے سخن صاحب تمیز　　　بچنکی سو پایا ہے مصر کا توں عزیز

تیری طبع اپڑ ال صد مرحبا　　　سچا توں پایا ہے منظور آل عبا

موہن لعل والے نسخہ کے بعض زاید شعر حسب ذیل ہیں۔

عجب دلکوں عیسی کی پوراج تھی　　　لگیا سو کہی ای خدا کی نبی

توں ای بات چنداں عجب کر بچان　　　کہ کرتی دھوں میں تجکوں خاطر نشان

طالب گار مولی هو مولی هی تون | کہ مولی کہ خلعت میں اُولی هی تون
تون عارف هی گر نکتہ دانی منی | نجہا دیک اپنی معانی منی
جو هی کون آیا هی کس کام کون | شرف کس بدل هی تیری نام کون
کہیں جسکون مجموعہ اسرار کا | سو تون هی نہیں کوئی تیری سار کا

تیری ذات میں پور اللہ هی سب | تیری تید میں ماسوا اللہ هی سب
تون جانی کسی لیس فی جبتی | اچھا تون سکی دم انا الحق ستی
گہی عبد هور گاہ معبود تون | گہی هم ایاز هور محمود تون

اُچا دم جیم اللہ کی نام سون | متارد سدا عشق کی جام سون
خبر تجکون دی نفی و اثبات کا | کیا یا نکون سو فہم اس بات کا

لفظی اختلاف بھی ہے مگر چنداں اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :-

موهن لعل والا نسخہ	ابو محمد والا نسخہ
کتک کہانی اماستائیں هو ہی	کتک کہانی اماستائیں ہوا
منج اس دهات لوگان میں رسوا کئی	مجہ اس دهات لوگان میں رسوا کیا
سن او خواجہ بو قصہ دل سب تہی توڑ	سن ای قصہ او خواجہ سبکے توڑ
دیا اس قفس میں تہی راؤ تیکو چہور	دیا اس قفس میں تہی راؤ تیکو چہوڑ

طوطے نامہ نخشبی کے مقابلہ کے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ کہانی سنسکرت میں لکھی گئی تھی جسکا نام "شکا سپتتی" تھا سنسکرت سے

فارسی۔ دکھنی۔ اردو۔ انگریزی۔ جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ نثر مصنفہ ضیاء الدین نخشبی۔

(ب) طوطی نامہ نثر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ (نثر) محمد قادری۔

نخشبی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے انڈیا آفس اور تین نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور چند نسخے اکسفرڈ میں بھی ہیں۔

نخشبی اپنے زمانہ کا نامور باکمال مصنف ہے۔ عشرۂ مبشرہ۔ کلیات وجزئیات سلک السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں ۷۵۱ھ میں اس نے وفات پائی ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رابنس نے ۱۷۹۲ء میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۵۸ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لباس پہنایا۔ غواصی نے دکھنی میں منتقل کیا جسکی صراحت ہو چکی۔

نخشبی کے طوطے نامہ کو اولاً ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے اختصار کیا اسمیں بھی طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے (۵۸۹ ۱۰ اڈیشنل) اسکا ایک دکھنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آئندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نخشبی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کردی گئی ہے۔ برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے (۱۶۸۴۴ و ۲۴۰) اور انڈیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۵۲ و ۷۵۳) موجود ہیں۔

قادری کی کتاب ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۰۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۰۱ء میں جالن ہاڈن نے اور جرمن ترجمہ ۱۸۲۲ء میں ہوا ہے۔

سید حیدر بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۲۵ء میں لنڈن

سے شائع ہوا اس کے بعد ہندوستان سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے اسکا ایک مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کا طوطی نامہ نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ غواصی نے جہاں اصل کہانیوں میں کمی کی ہے وہاں نفس مضمون میں بھی اختصار کیا ہے اور کہیں حسب ضرورت بیشی بھی کی ہے ذیل میں اصل فارسی اور غواصی کا ترجمہ ساتھ ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

نثر فارسی

تاجری بود طوطی داشت گویا کاربار خانه
بدو مفوض کرده بود هرچه از صلاح و فساد
بدیدی و از دو بیدار معائنه کردی یکبیک
بدو باز نمودی وقتی تاجر جائی به تجارت
رفت چون مدت غیبت او دور و دراز کشید
زن او را با یکی از جوانان خلت سری
خویش افتاد هر شب او را در خانه آوردی
و با او هم بستر شدی طوطی آن همه معائنه
کردے اما زبان بغمزی نگشادی
و هم جانب تجاهل نمودی ....

بعد از چند گاه تاجر در خانه آمد طوطی همه
احوال ماضی باز نمود مگر نکته عشق زن
پنها داشت۔

نظم دکھنی

سنیا تھا جو سوداگر ایک بی نظیر
اتھا اُسکنی ایک راداں کثیر
وفادار خوش فام شیریں کلام
ہنر غیب کی تھا سبھی میں تمام
کرے گھر کی سب دید باقی وہی
دیوے نیک و بد کی نشانی وہی
جیوں ایک دن او سوداگر نام دار
چلیا کرنے سوداگری ایک ٹھار
لگی دیس کی ایک پایا نہ آن
تھی جان اسکی عورت لگی تلملان
جوان اسکی باڑی میں تھا ایک خوب
لگائی جو پایا عشق اسے دیکھ خوب
منگی جیو تو گھر بلا بھیج اسے دن
کرے ذوق پھولوں سوں پر سیج اوس سوں
اور ادان جیکج اُن کرے سو تجھا سی
دلی موں نا پہ عورت کی ہرگز نلیا سی

مشڈی شہپرانہیں لی گردان کر
نجانچ تیون چپ رہی جان کر
جیون آیا او سوداگر اپنی مقام
خبر گہر کی راوین کون پوچہا تمام
کہنکا چکج تہا کہیا اسکی سات
۳
ولی تیں کیا فاش اس کی بات

نثر فارسی

طوطی چون سخن اینجا رسانید با خجسته
آغاز کرد که بانوی می ترسم نباید که
شوهر تو از سفر بیاید و تو از روی
شوی جنان شرمنده مانی که آن زن
زاهد از روی شوی شرمنده ماند پیش
از آنکه صبح از مشرق ندمیده است
برخیز و جانب دوست شو و شرم مشکنی
او لیکن خجسته در استعداد رفتن بود که
شوی او در خانه آمد و غوغا از غلام و کنیزک ۲
برخاست که خواجه رسید و میمون از
سفر باز گشت خجسته بحکم ضرورت
چار و ناچار خوش و ناخوش در پای
شوی افتاد و میمون بعد از زمانی پیش
قفس طوطی رفت و از حال ماضی تفتیش

نظم دکہنی

کہیا اونکہ ای ناہیر کہوں تو آج
تیری مشکی مقصود کوں دی رواج
شتابی سون جا یار کون شاد کر
بتی دکی یار ہی ته بہ یاد کر
ترت دور کر دلبیں کا دند تما
میاد اینکا یک تجی ہوی دغا
جیون دو دیکہنی بہ تہی گلبدن
ہوی مستعد جاونی یار کن
شفق شرق ویہہ ہی ہوا پیدا ہوا
سو خوشی سون وتیں مرد پیدا ہوا
ہوی شاد سب گہر کی باندی غلام
چپٹا نین جنگلا است اسکی تمام
پڑا یا مرد کا گہر منی جیسوں قدم
خوشی ناخوشی سون کا لیین

کرد، طوطی گفت الحمد للّٰہ کہ تو بسلامت و
سعادت در خانہ آمدی و در غیبت تو
خدمتی کردہ ام کہ ہیچ وقت کسی خدمت نکردہ
باشد۔ شہد ترا از زحمت ناکس مانع
شدہ ام وگل ترا از دست انبوہی
اوباشی نگاہ داشتہ ام اگر بر رسم
شکرانہ مارا از قفس آزاد کنی کیفیت
گذشتہ بگویم و سرگذشتی عجب
باز نمایم میمون عہد کرد کہ ہم چنان کنم طوطی
احوال عاشق شدن زن او خجستہ
و بر زمین زدن شارک باز نمود گرفت
و کیفیت پنجاہ دوم شب است کہ او ا حیلہ و
تدبیر و بدمہ و تزویر و فیلسوفی نگاہ
می داشتم و چشم بر آمدن تو نہادہ بودم
الحمد للّٰہ کہ ہیچ چیز این شبہ ضائع
نشد۔ .... میمون
طوطی را آزاد کرد و خجستہ را گردن زد و
خود سر تراشیدہ جامہ صوف در
پوشید و در صومعہ در رفت و لباسی مشغول
شد۔

رکھی سیس جامرد کی پائوں پہ
بچا پلا سیج کی ٹھانون پہ
ادب سات ہو اسکی آنکھی کہڑی
خوش آمد سون گفت کو یک گہڑی
جو زمیوہ کچ تہا سو لیا اس کہلائی
محبت کی پیالی سون شربت پلایے
ہوا سو وہ گہر میں گہڑیاں تین چار
چلیا بعد از او مرد را دہن کی ٹہار
اٹہا بول ای طیر شیریں زبان
کیا صرف مینچ بعد کیوں کہ بیان
تیرا لاڑ کس دہات خاتون چلائے
تجی وقت بی وقت کیوں کام آئی
نہتی ہو رہی گہر کی تہی کس طرح
میری دھیر بول ای موافق رفیق
اور روان کر اول سنا ہو رسلام
کیا خوش دل اسکا چلیا خوش کلام
کہی کا جیچ تہا سو کہ کہول کر
اٹہیا سیمو شتاب ہم باسون تا بولکر
کہ ای خواجہ میں تیرتی غیبت منی
کیا خدمت ایسی جو دلیا کوئی

کیا نین تھی اسے ور میانی اچھوں
سنیا نین تھی کوئی اسے ثانی اچھون
منج آزاد اس پنجری تہی اگر
کریگا تو کونسگا تجھی سے بسر
کیا شرط اس سوں آئی دیانت اُن
سو بولن لگیا تب کہ ای خواجہ سن
جو تھی گہر کی خاتون تیری حلال
تیری بعد اپنیں نزک سکے سنبہال
جو تہاڑی پہ چپڑ کہول کہڑکی نجائے
نظر کوئی پڑیا سو اُسوں عشق لائی
یکایک جو ہوئی عشق تہی بی قرار
چلی یار اول سو شارو کی ٹہار
کنی مشورہ بہار جاتی بدل
تیرا ننگ و ناموس کہاتی بدل
او شارو نمک کہائی تہی کر تیرا
نجانی دی مانع ہوئی ٹہترا
سو ماری جوان پنکہ اسکی مرور
بزان آئی میری طرف اسکو چہوڑ
کئی دی رضا کا جو میں بہار جاتون
نوی یار سوں یک گڑی کم کر آئون

تب اس باب میں دور اندیش کر
اسی کاج ہو آپس میں پیش کر
حکایات سنی کر گرفتار اسی
دیا گھرتی جانی تے میں بہار اُسی
صبا لگ سنا میں لی ہر ریتا
توں آئی تلک تو رکھیا اس جتن
بڑی مشکل جو تدبیج میرا تمام
نہ تا چیز ہوا ئیا آج کام
ہمی تو مرد اس کا او تیری حلال
تجی بھائی تھوں رکھلی اسکوں اتال
خدا نتین رہا کر جو میں پانتی جاتوں
جو اس غم تھی فارغ ہو کیچ قدم پاتوں
کہ اس چوریاں سوں نہ جیتا ہی کوئی
او جیتی الو تھی جتی ہات دھوے
سن او خواجہ یو قصہ ل سب تھی توڑ
دیا اس قفس میں تھی راو تنکیاں چھوڑ
جو غیرت کی آگ اسکی سینے لگی
سنتیا توڑ کدورت کوں یکبار گی
لٹا گھر فقیراں کوں سب ایکبار
لگی گہالی خرقہ صوفی کی سار

لگا انس جن سنا چہت انس تہی
ہو او ازو عورا تکی جنس تہی
سنیا انس کا کاڑ دل تہی ہنم
کیا صرف طاعت سون باقی جنم

نثر فارسی

طوطی گفت در غرایب اسما و عجایب اخبار چنین دیده ام که در بنی اسرائیل زاہدی بود زنی داشت و پسران زاہد روی بطلب نفقہ از خانہ بیرون آمده با مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست یکدرم حلال داشت و در یکدست ده درم حرام گفت ای زاہد کہ گرد حلال ضرورت کرد اورا با حرام چه کند او ہمان درم حلال بستد و روان شد صباوی چند روز پیش ازان مرغی ہفت رنگ گرفتہ بود و بر دست ہر کہ می فروخت جوان خرنده در خانہ می برد و از دست رہا میکرد مرغ می جست و چشم او می کشید۔

. . . .

زاہد چون دید کہ کار خانہ او ساختہ و اسباب کاشانہ او بر داختہ گشت گفت زاد و راحلہ

نظم دکہنی

سنیا ہوں جو یک کوی زاہد گہنیر
انہا زہدمیں آپنی بی نظیر
یک عورت تہی اس وہو بیٹیا انک
ولی تہا او تہنوا د طالع میں نیک
گذرتا اچہی اس پہ فاقہ مدام
بغیر از حلال ان نکہا دی حرام
سلم پہر یا بیٹوا ای سون گہر
سو یک رات سپنی میں وقت سحر
بشارت دیئی کوی آ اسو ضیا
کہ ای جو گذرتا ہی تج پو جفا
گر آج اُٹ جاتون صحرا کی وصیر
انکہیا کہول کردیک چو پہیر پہیر
پنکی ہفت رنگی لی کوئی تاگہان
سکاری لیگا تجی ایک وہان
لی اس پاس تہی اپنکی مول تون
ولی ہی کسی دہرنکو بول تون

بدست آمد اکنون بہ این نیست کہ قصد خانہ کعبہ
کنم و محرم سعادت ابدی شوم زن را
وصیت کرد گفت باید کہ تو در غیبت من
چنان باشی کہ زنان نیکو سیر باشند
بی مصلحتی از خانہ بیرون نیائی و در بام و
دریچہ نظر نکنی و بالا تروی و غم مرغ و غم
پسر من بواجبی بخوری۔

کہ جس گہر منی او جنا ور اچہی
تو نعمت سو بہر دایم او گہر اچہی
چلیچ ہمیں خواص اس بچی میں تمام
انگی دن پہ دن ہونگی تجکوں فام
جیون اسد ہات کا خواب اسکوں ہوا
گزا دت اسی وہات او نیوا
جو صحرا کدہن سیر کرتا چلیا
سو ناگاہ وان یک شکاری ملیا
نظر جیون پڑی اس بچی پہ سو وین
لیا مول جا تی نہ ہی ہور کیت
خوشی سات پہر وان تہی آیا جو گہر
کی عورت اس مرغ کوں دیکہ کر

....

لگیا پرنی جیون مرغ پنکہ جہاڑ کر
چہڑی دور تن سو لیا کاڑ کر

....

کتیک نو بہار ہور کتیک خزان
خوشی سات گذران کر بعد ازان
مراد اپنی حاصل ہوہی دیکہ کر
نیت حج کی او زاہد نیک سر

کہیا اپنی عورت کی دہر کہول حال
کہ واجب ہوا منج اپرال اتال
جو کچی کی اسباب کا سچ کردن
اپس وانگ اپڑ سون ہو کچ کردن
حیات سات رک اپسین گردانکر
نکو خاطر اپنا پریشان کر
اچ اس مرغ کی حفظ میں رات دن
نہ غافل ہو فرزند تھی ایک چھن

کلام پر ریویو غواصی کی دو مثنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اُس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تھا اور یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تھا۔ کئی ایک شعرا کہن سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اسوقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی دربار میں رسوخ حاصل کر چکا تھا اور اس کی حیثیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تھی۔ جوانی کا عالم گزر چکا تھا پیری کا زمانہ تھا ہمعصر شعرا میں کوئی مدمقابل نہیں تھا۔

دونو مثنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونو فارسی قصوں سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تھا افلاس میں گذر ہوتی تھی۔ دوسری مثنوی کے وقت وہ مالدار تھا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تھی۔ دُنیا دیکھ چکا تھا دُنیا اور اہل دُنیا سے مستفید ہو چکا تھا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تھی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گھمنڈ تھا تو دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آ چکی تھی

دونوں مثنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے۔ پہلی مثنوی بتاتی ہے کہ

غواصی کس طرح مغرور ہے۔ اظہار خود ستائی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد سے وابستہ ہے۔

دوسری مثنوی میں اپنے دُنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے آیندہ سے نظم نہ کہے گا۔

غواصی کے کلام میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ تصنع سے پاک ہے۔ بیان کی دلکشی اور صفائی قادر الکلامی کے شاہد ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا مصنف اپنی شاعری کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اردو میں اسکا نسخہ موجود ہے۔

مثنوی مصیبت اہلِ بیت ؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۳۲۲ بلوم ہارٹ)۔ ورق (۵۱) سطر (۱۳)
تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کا نام
حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ
کیا ہے مگر وہاں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔

احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا
ابن نشاطی نے پھول بن میں احمد کا نام بھی لیا ہے۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے اسکی ایک
مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مضمون کے لحاظ
سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے
جدا جدا عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

چند عنوانوں کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

(۲) قصہ شاہ مرداں مرتضیٰ علی علیہ السلام

(۳) ذکر امام حسن علیہ السلام

(۴) ذکر رسیدن جہنم بلحق ند علیہ الائمہ

(۵) ذکر رسیدن عبد اللہ علیہ السلام بکوفہ

(۶) ذکر فرزندان عبد اللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن حُر و برادران حُر

اسکے بعد کربلا کے متعلق عنوانات ہیں شہادت امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پہ کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

سنو قصہ مصطفےٰ کا جو ہے سرور انبیا — جنکی واسطی پیدا ہوا دونو عالم دین و دنیا

جن کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمۃ للعالمین — اول ان کوں پیدا کر بعد از کینا دنیا و دین

دنیا میانے روشن ہو کرامت خاطر وکہ سے — امین اللہ سو وفات پا جا کر جنت میں سے دے

ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ مابعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے واضح ہوگا یہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے مہر میں حضرت علیؑ کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علی پر فتحیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے چھپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی مگر یزید نے آپ کی عورت کو لالچ دیکر آپ کو زہر دیدیا۔

آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی شواہد نہیں ہیں جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے احمد کی تصنیف قرار دیجائے مگر طرز عبارت کے لحاظ سے اسمیں شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا مزید نمونہ حسب ذیل ہے۔

قصہ شاہ مردان مرتضیٰ

اول قصہ لکھوں شہ کا سنو لوکان دیندار　　جیتی کاتی کافر بیچہ ھوا اسلام تو قرار
ناؤن جگت میں دونو روشن ھی علی کا برقرار　　تھا پیارا مصطفیٰ کا اپی حیدر شہسوار
کئی یا دن مو چھکری سار فتح کر اسد اللہ ناؤن پایا　　تاج وار صل اتی کی بدل کی خطاب جسکون ناؤن آیا

اتھا ملجم یک حرامی جنو شہ کی لی کیا　　دیکھیا عورت یک چھچی پر عاشق ھوکر وان رھیا
دیکھی عاشق ھوا بیچد سنیر یا بچھاندی منی آ　　کہی تیں کام توں کر پہتو ھوی موہی جیو سکا شا

بولی میری مہر میانی یک سو باندی سب غلام　　سوا زتین ھزار ھم لیاؤن بیکی کر تمام
سر حیدر نیر او دشمن تیں کا سیر جب لیاویگا　　تو اسی وقت خوشیاں ستی منجسون ملنی پاویگا

اصحاب ساری لاکی روتی کہی سب مل یا امام　　لیو خلافت تمہی اپنی ہمی راضی ہیں تمام
کر زیارت مرتضیٰ کی ھوئی منبر پر سوار　　شمسیا تو حید سارا عالم دئی بیعت کہی ہزار
شہ کا دشمن تو منہ کا کر ماری گردن اس وقت　　تا قیامت جلتا اکیین لکھیا تھا یوں اسکی بخت

دیکھو یاران معصومان پر وقت کیسا آپریا　　پردیس جانی طفلان اوپر کیسا مشکل اکھیریا
دونو فرزند مسلما کی اتھی چھپ کر قاضی پاس　　ڈر کر قاضی کا پریا گھر سون بکہرا ہنی جیو کی پاس
کوتوالیانی لائی پکڑ کر عبید اللہ کون دی خبر　　بھجیان کون بندی خان کھیا رکھو قید کر

تو حرم کون بلا اپنی شہ وصیت کئے تمام — رونا پیٹنا زاری کرنا مومنان کون ہو حرام
ولی میری سکینہ آج یتیم ہو نکی اسوقت — میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا نا سخت
ہمیں سک چوتاتی پائن شہادت پاہیں — ہمنا خاطر دشمنا ہیں زاری کرنا نا تمت

دکھلا فرزند پیاسا اپنا بہوت یا تان کئی امیر — ولی ملحد یعنی اد بھر کشہ شہد سون مایا تیر
بیٹیا تیر آ اُس طفلکون سمت بار و شہہ کا ہات — تلملا کر جیو دتیا وہان او طفل نی اہی سات

نزدیک تھا تو ہو دی لشکر کافر الکاتل اد پہ — تو عمر نی ابن غالب کون بھیجا لیر نی علی پہ
ہزار مسلح ابن غالب آیا کافر پرنی او — ایکیچ ہات مار اکبر کیئے اسکون ٹکری دو
محکم طفیل ہو ابت نوفل عمر سعد نی بلا کر — دو ہزار سوار دیکر بھیجا لڑنی خاطر علی پہ
جو گرد سون آ کر گھیری علی شہ کون کافران — یکجوان پڑتل کر آئی دو بدبد کی وزیران
جو اکبر تیز ہی تحمل کرانکی ہو کر جا پڑی — دی شکست والی دو ہزار کون پڑی فوج میں جا پڑی
سمیت اد فوج پچھیا لیا کر عمر ابن سعد اد پہ — ساری فوجان ہمت کہا کر ہوی کافر ٹل اد پہ

پکڑ جوش ہو علی اکبر کافران پر جا پڑی — تو گرد کر سب پیدا ہی تیر تفنگ سون آ لڑی
پیادی ہور سوار وہان سار مار توتی یکبار تمام — تو زخمی کر علی شہکون کیتی کافر اپنا کام
ماریا نیزا ابن نمیر نی علی شہکوں اوسوقت — پچھیں منقل ابن مرت زخم کیتا آ سخت
اس زخم سوں علی اکبر تیری پاسینی کیر پڑی — یکجوان پر فوجان جو کر سب ملی کافر آ لڑی

لیکی سر جیوت کو نی میانی ملحدا نی جسوقت — پیری پیل سب عزیزان ہوا لنپکا را یا حسین
بلا کسی کربلا میں پڑی شاہان تج اد پہ — پیچ ہلا لال تیری نکلیاں ہوا نہ ہارا یا حسین

سن خبر یو مصطفی سون جگت تھا را تھا ملول — تو سپکلکون ھوا غم یو دھر دو بارہ حسین

ایکیلا دیک زنگی میانی دغا دیتی کیتے — کیوں ڈوبتی کر تیر تفنگ کا کیتے مارا یا حسین

تس دن رو رو حسین احمد بولے جسکوں شہ کا غم — اوبھی رو رو آپین غم سدن ھو بیچارا یا حسین

اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مخطوطے یورپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (بلومہارٹ ۱۰۳) ورق (۱۳۲) سائز ۱۳×۸ ½ سطر ۱۱۔ خط نسخ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس (بلومہارٹ ۱۲۲) ورق (۵۷) سائز ۹ ¾ × ۵ سطر (۱۷) خط نستعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا ولد مراد بیگ ابن محمد کریم مازندرانی تاریخ کتابت ۱۲۳۲ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۸۱/۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سائز ۸×۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ بمقام کرکٹ پالہ۔

بلومہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکنی مثنوی مصنف ابن نشاطی، یہ فارسی کتاب بساتین کا ترجمہ ہے اسکی تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ء) میں بزمانہ عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور کرنل میکنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ اسٹوارٹ کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے بھی کچھ صراحت نہیں کی ہے صرف بساتین سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈی ٹاسی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

"ابن نشاطی دکن کا شیعہ مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس میں پہیلیوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب بساتین سے اسکا ترجمہ

ہوا ہے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف سنہ ۱۶۴۹ء (سنہ ۱۰۵۹ھ) میں ہوئی
ہے انڈیا آفس کے نسخہ سے سنہ ۱۰۶۶ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا)
عمدہ تصویروں سے مزین ہے۔ طوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب
کیا جاتا ہے یہ سنہ ۱۰۴۹ھ میں لکھا گیا ہے"

اس مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سنہ تصنیف میں کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (سنہ ۱۶۴۹ء تا سنہ ۱۶۵۳ء) بتاتا ہے۔ ڈی۔ ٹاسی کی ذاتی رائے کچھ نہیں ہے۔ آغا حیدر حسن صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف "دکن میں اردو" میں ذیل کے شعر کے مدنظر سنہ ۱۰۷۶ھ قرار دیا ہے حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے

اتھا تاریخ لایا تو یو گلزار
اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

مگر یورپ کے مخطوطوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۶۶ھ میں ہوئی ہے جہاں کے تینوں نسخوں میں شعر اس طرح ہے۔

اتھا تاریخ لایا تو یو گلزار
اگیارہ سو کون کم تھے تیس پر چار

ڈاکٹر محی الدین قادری مولف "اردو شہ پارے" نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہو کہ مصنفین یورپ نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا شیعہ شاعر ہونے اور اس کی تصنیفات کے بیان پر اکتفا ہے۔ مشرقی تذکرے بھی ساکت ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک معزز عہدہ دار تھا۔ نثر نویس میں مشہور پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف مثنوی سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی امیر کبیر یا ملک الشعرا کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہد پر خوش اور قسمت پر شاکر ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعرا فیروز، محمود، خیلی، احمد اور شوقی کا معترف ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر جب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو دکھنی میں منتقل کرنے کے قابل پایا ۱۰۶۶ھ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھکر پھول بن نام رکھا۔

ابن نشاطی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا کب انتقال ہوا یہ تمام امور پردۂ اخفا میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پھول بن اور دوسری طوطی نامہ مشہور ہیں۔

طوطی نامہ کا وجود بالکل کم بلکہ نہیں ہے۔ اس لئے بعض اصحاب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

یورپین مصنفین میں صرف ڈی ٹاسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سنہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے وہ غواصی کا ہی طوطی نامہ ہے۔ بہرحال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔

پھول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نعت۔ پھر منقبت خلفا راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھکر اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کشمیر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پھول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل شیدا تھا روز آکر چھیڑتا پھول کملا جاتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا لڑکا ہے ایک زاہد کی دختر پر عاشق ہوا دونوں کی ملاقات ہوتی تھی جب

زاہد اس سے مطلع ہوا تو اس نے بد دعا کی جس کے باعث وہ پھول ہو گئی اور یہ بلبل بن گیا۔ بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی چھڑکتا ہے وہ دونوں اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔ اور بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہو جاتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی فرمائش کرتا ہے وہ قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے در قصے ہیں۔ آخری قصہ ہمایوں شاہزادہ مصر اور سمنبر شاہزادی عجم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے اس پر مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمنبر کی شادی کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے اشعار:۔

اول میں حمد رب العالمین کا ۔۔۔ دل و جان سوں کہوں جان آفرینکا
خداوندا تجھے ہے جم خدائی ۔۔۔ ہمیشہ تجکوں ساجی کبریائی

محمد پیشوا توں سروراں کا ۔۔۔ اسے سرخیل سب پیغمبراں کا

زباں کو منقبت کے سات کھولوں ۔۔۔ نبی کے جانشیں کا مدح بولوں
ولیاں جیکتے ستا رے ہیں علی یہاں ۔۔۔ ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف۔

کروں تعریف میں اس تاج در کا ۔۔۔ سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا
شہاں کا شاہ عبداللہ غازی ۔۔۔ اچھو جم جگ سوں اس کے پیش بازی
صلابت آج تیرا اسے سجانی ۔۔۔ کریا ہے دشمناں کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی ہے — محبت دیکھنے کی آرسی ہے
عبارت سب کسی دونیں سمجھتا — کہاں مشکل عبارت کس سمجھتا
یتے ہے فارسی میں دستکہ آج — نکرسی ترجمہ ہی کوئی تجہ باج
اسے ہر کس کتیں سمجھا کون توں بول — دکھن کے بات سوں ساریاں کون کھول

پھول بن کے جنگ کا انداز ملاحظہ ہو۔

یکایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ — اٹھی دو دھر تی جھلکہ یکی سلگ آگ
ملی دھر حال آکر اجبہ تھا دو — ہوی دو دھر تے لٹ پٹ بلا دو
سلح پوشاں کی یوں دستی تھی فوجاں — مگر کیا تھر کے دریا پو موجاں
دلیراں کے دسی یوں تن پو جوشن — غضب کے اگ جیوں کینتی ہیں روشن
ہواں چار آئینہ سوں مل دسی یوں — اگن پانی میں تے نکلی اچھی جیوں
کھڑا ستو قایم اپنی پا نو نکوں کر — دسیا صف ہو کر جیوں سد سکندر
نکل آئیکہ تازاں دو طرف سوں — ہوی آ تنکے بچھین کر اپنی صف کوں
ادل تند و ریر جھلکر یکی جیوں آئی — اگن ویں تیر کے لکریاں سوں سلگائی
دلیر سیوں دلیراں ہات میں ہات — ملائی گرز ہور شمشیر کے سات
لگے سٹنے سر اوپر دو اسر کاں — کنکوریاں پر پڑیں جیوں چور سر کاں
ٹھنا ٹھن دیکہ ہور سٹکر کھنا کھن — لٹی داستاں میں انگلی لہو دھرت کھن
لکیا تیراں سوں ہور بھالیاں سوں آ کام — گئی چھاتیاں کی سب پٹیاں کوں پیغام
بہتی تیراں سہی سینے کے سیراں — جھجھر ہو کر رہی سینے کے سیراں
ہوا ایسا ستقاسف ہور نشافش — زمانہ کھابہ ہو کر کیا غش

تماشا ہر دو آنکھوں کر آ تکہ   یکیکے پاسنی ہیں سوں دیکھیں جہا نکہ
تمک کی ٹیک چھاتے ہیں خنجر مار   بلو کر کار سٹتی تھے دلاں بھار
موہیں تیراں رہی سو لک دستی یوں   ھتیاں کاندھی لٹی ہیں موں منی جیوں
دلیراں تنکوں لک تیراں پیری سو   نظر تل سار سل ھو کر دسی دو
دھنک سوں ال وس آیا یوں ہر یک تیر   کمر کیا قوس میں آیا اپی تیر
تبر بیٹھیا سو ہر یک سیس کوں پھوڑ   دسی یوں مغز کا جیوں ٹھو بھریا موڑ
پتی رگری کئی چھکری تلیں اس   پتی ھو چور کئی رگری تلیں اُس
بھریا تھا سب ہوا رو جانسوں جان تان   وجوداں تل زمیں دستی نہ تھی کان
دریا ھو کر ابلتی کوں لگیا خون   اجل بچوا کہ جا بیٹھی بھرا موں
ہوا استھار پر عالم تپیا ٹھار   چلیا دیکھ ھو کہ عزرائیل سپے زار
کیا حجب کر دھلار کی تل آسمان   ھوئی غائب نظر میں سوں چندر بھان
نہ بکہ سک کر پو فتنہ ھور پو جنگ   دنیا جیبی سوں اپنی آئے تھی تنگ
بجیا جو مصر یا شہر فتح سکا باؤ   کنار بکھوں لگیا مقصود کا ناؤ
دیکا یک مصر کے شہ کی دلیراں   ڈٹا کر دلمیں جیوں بیٹھی دشیراں
پھرایا دین مک آتش کدہ کا سر بدل   سو پاہی مصریاں یکبار کی بل

خدائی فتح ایسا مصریاں پائے
جو وانکی شاہ کوں جیتا پکڑ لیائے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے یورپ میں پھول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزوی اختلافات اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر ہی ہے۔ مثلاً جزوی اختلاف:—

نسخہ ۱۰۳۳	نسخہ ۱۲۳۷
ازل سمجھی نہ تیراکچ ہدایت ابد بوجھی نہ تیراکچ نہایت	ازل کوں نیں سمجھ تیرا ہدایت ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت
تیری تعریف کا انجا ہے پایا خدا قرآن میں تجکوں سراہیا	تیرا تعریف کریں کس کو حد ہے توں ہی ارواح آدم سوں جدا ہے
نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر سب اسکے ضبط میں تھا بحر ہور بر	نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر تھی اسکی ضبط میں سب بحر ہور بر

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۳۷ کے مطابق ہے۔ اشعار کی کمی بیشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاتمہ مثنوی پر نسخہ ۱۲۲۷ میں صرف چار شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ۱۰۳۳ میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکھ ماہ رجب — کمالیت کوں پہنچیا عید کوں سب
پو کھلیں تین مہنی لگ لگایا — پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت شالا ہوئی یہ — کتک دنکوں دسیا یو شک ہو تر
کنت میں آئی سو یکبارہ بیتیاں — ہوی سترا سو او دو سیں چار بیتیاں
اچھو شہ کوں مبارک یو لبن یو — نظر میں ہم اچھو شہ کی چمن یو
انو پر بھی اچھو دایم مبارک — جو کوئی اس بات لکا دھرتا ہی پارک
لکھنا ریکوں جم بخشد سعادت — دیوی دایم پڑھنا ریکوں راحت

مسلمانان سوں یوں اسیدھی بج — سخن دانان سوں یوں اسیدھی بج

کرنیکی تو میرا یو پھولبن سیر — کھو یکبار اچھو کر عاقبت خیر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفے مولی العجم سوں

اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۲) میں حسب ذیل صرف چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب — کمالیت کوں انپر یا عیب کوں سب

یو پھولبن تین جہنی لگ نکایا — پنم کا چاند ہو پورا تو آیا

مشقت سوں بہوت دل اہو ہوا پر — کتک دن کوں دسیا یو شک ہو تر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفے مولی العجم سوں

انڈیا آفس کے دونوں نسخوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نسخے خالی ہیں وہ شمیر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے۔

دیگر تمام نسخوں میں ذیل کے عنوان کا—

جواب نامہ شاہان کا جو اپنے پایا کر آکہیں — اسے عنوان تے دونوکوں کرے شہر انپہ ہورانے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج — فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان شروع کرتا ہے اپنی مثنوی کے خوبیوں کا اظہار کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۶۱) اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نسخہ کلکتا میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۳۴۱) شعر کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ "عدالت کار کہ اپنی" الخ کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن نشاطی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے:—

جنوبی ہند میں کرپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے بھی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں رحیم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ رحیم خاں کے آباء و اجداد بیجاپور کے اُمراء تھے۔ ان کا جد اعلیٰ بہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں رحیم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ رحیم خاں کے بعد اس کا فرزند نیکنام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کرلیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ نیکنام خاں بھی فوت ہوگیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخرش مغلیہ حکومت کی جانب سے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنا یہ اور اس کے خاندان نے ۱۱۹۱ھ تک تقریباً خودمختارانہ حکومت کی۔ عبدالنبی کے فرزند عبدالحمید خاں (متوفی ۱۱۵۹ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایمائے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے سمنبر اور ہمایوں کی شادی کے متعلق پھول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تصنیف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تکملہ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یورپ کے کتب خانوں سے فارسی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جاسکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ (۱۸۱۰ع) باتصویر ہے (۴۳) بہترین تصاویر ہیں جو آرٹ کے لحاظ

سے قابل تعریف کہے جا سکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہے اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے مکان سے ملحق باغ اور تالاب ہے ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خانہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوّارے چل رہے ہیں سلطان مصاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند زاہد مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سماں پیش کیا گیا ہے کسی میں برات کی روانگی کا کسی میں ضیافت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط کسی میں جنگل بیابان کسی میں دریا سمندر غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

کلام پر ریویو ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پھول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصّع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو مناظر مثلاً چاندنی رات۔ نیند کی خوبی۔ اور فن فنکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور عمدگی سے نظم کیے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی بھی قابل ستائش ہے بجز قدیم اپنی

گونہ گوں خوبیوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لئے ایک غزل بھی کہی ہے جو پھول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کردیا جاتا ہے

اھے تازہ چمن پیوستہ میرا — شگفتہ ھے سدا گلدستہ میرا
لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو — ہر یک مصرع جو ھے برجستہ میرا
دیا ھے جگ کوں رونق یکطرف سے — ھے یو باز جو دو رستہ میرا
بہوت خوں جگر کہا کر ھوا کِل — کلی کمنی جو تہا دلبستہ میرا
کرم سوں حق کی پایا آج راحت — فلک سوں تہا جو خاطر خستہ میرا

---

* پہول بن کے متعدد نسخے یہاں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

"قصہ بہرام و گل اندام"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر ۱۰۵۹۲ اڈیشنل۔ ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴۷½ خط نستعلیق کاتب سید مظفر

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکھنی مثنوی مصنف طبعی، مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے جو ۱۰۸۱ھ ہے مثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی کے نام پر معنون ہے۔"

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"۶۴۳۔ ایک قصہ (۱۳۴۰) ابیات ہیں جس کے اختتام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ قصہ چالیس دن میں ۱۰۸۱ھ میں منظوم کیا گیا۔ اور شاہ راجو حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے۔"

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس نے طبعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی۔ تاسی نے طبعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے طبعی نے خود اس کی صراحت کی ہے:۔

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب ۔۔۔ بہوت فکر کر رات دن بے حساب
یو نامہ پڑیں گے تو یہر خدا ۔۔۔ پڑو فاتحہ نام لیکر مرا

کتابت بیتاں کو ہیں اک جہ د ل　　ہزار اور ہے تین سو پہ چہل
انہاساں تاریخہ کا خوب نیک　　سنہ یکہزار اور ہشتاد و یک
ہوناہے کو طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اپنے خاص دکھنی ہونے کا بھی اظہار کیا ہے۔ یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اور اعلیٰ قابلیت کی بین شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعرا کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا درباری شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ وہ شاہ راجو حسینی کا بھی معتقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجو اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود ستائش کرنے کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

بہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخر کے پیچھے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ بہرام کا قصہ عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نمونۂ کلام

الٰہی یو طبعی تیرا داس ہے　　دے ایمان اسکو ترا آس ہے

الہی سچکا منجے تاب دی   میری حبیب کی تیغکوں اب دی
الہی منجے مینتی باست دی   طبیعت کی راتو ہیکوں ثابت دی

محمد نبی تو خدا کا رسول   یو پیغمبران باغ ہے توں سو پھول
خدا نے کیا تجکوں اپنا حبیب   یو منصب نہیں ہر کسیکوں نصیب
سہاتا ہی مہر نبوت تجھی   یو دولت ہوا ہے عنایت تجی
علی یا ولی توں ہے شیر خدا   کہ تج پر نبی ہے جیو میرا فدا
غلط نہیں سچا توں علی ولی   تیری شان میں ہے یو تا ولی

ولی توں پیرا ہے گگر شاہ راجو   چیلا آیا ہے شہر تیری گھر شاہ راجو
اچھیں کا قبا متکی دن رو سفید   تیرا موں دیکھیا سو گھر شاہ راجو
فلک پر توں ارتا ہے شہباز تمن   کرامت کی لا شاد اپر شاہ راجو

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

خدا پاس اجابات کرتا ہے طبعی   دعا تجکوں شام و سحر شاہ راجو

لکھیا ہیں جو یو سنوی بولتی   یو موتیاں تھیل دھال یوں رولتی
یو پوچھی میری خواب میں آنکر   کہ اپنا سو سیج تا دکھلا نیکر
سرا سر سنیا جوں میری سنوی   کیا یا بت طلبی سے تیری لو ہی
ہو خوشحال سن کر یو باتاں بیری   الپکی لی حاتا نہیں حاتان میری
پری پیار سوں اپنا یو مثل   سنیا سو پریا خواب تہی میں اچل

روایت کیا راوی نیک نام   بہوت فکر سوں یو حکایت تمام
اتہا روم کی شہر میں بادشاہ   کہ سردار ایسی بہوت تہی ہور سپاہ
اوشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا   سخی ہور فاضل او کامل اتہا

سوالاک تہی اسکوں ترکی غلام   جو الماس تہا ریک انکا تمام
جو حبشی غلامان سوالاک تہی   او تعلیم کی ہیوں حسن میں پاک تہی
اگرچہ اوشاہ جہان گیر تھا   نہیں تے کہ فرزند دلگیر تھا
اسی غم سوں دن رات روتا اچھی   جنم اپنا دکہیں کھوتا اچھی
قضا تی بکا ایک جبار نی   نظر کھول دیکہیا سو کرتار نی
حرم میں دیا حمل ایک نار کون   کیا شکر اوشاہ کرتار کون

حکایت سنو شوق تی دوستان   کہ جیسے یو گلستان ہور بوستان
فراقی ہو بہرام جنگل پکر   لگیا بات چلنی کون شام و سحر
خبر کچ نہ ہور بہوک ہور پیاس کا   خبر کچ نہ ہور سال ہور ماس کا
او ہیرات انگر ہلانی لگیا   کہ جچہ میں شمعی جلانی لگیا
لگیا رونے شاہ نی زار زار   گلاندام یاد کر کر پکار

قول شاہ بہرام خوشحال ہو   کہ جوں پہول لالی ترن لال ہو
پڑیا ماں کی ہور باپ کے پاؤں جا   گل اندام کون لا کو قرباں ہویا
دیکہی جونکہ ماباپ فرزند کون   سنی سوں لگالی اچھا بہو تیون
اٹھالی بدا گا ہور سپار ماباپ   اتہا ٹھنڈ لی ہور اسی بہوت تاب

کیتک ویس بعد اترا وکشور ہوا ہوا شاہ بہرام قی باد شاہ
کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب بہوت فکر کر رات دن بے حساب
یو نامہ پڑھنگی تو بہر خدا پڑو فاتحہ نام لیکر میرا
کیتا پیت بیتا نکوں میں اٹک جو دل ہزار اور سے تین سو پر چہل
اتہا سال تاریخ کا خوب نیک سنہ یکہزار اور ہشتاد ایک
یو نامیکوں طبعی کیا ہے تمام بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجاپور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود طبعی کی مثنوی ان دونو سے فوقیت رکھتی ہے طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کی اعلی شخصیت کا بخوبی اظہار ہو سکتا ہے کیونکہ ترجمہ کی خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ یہ خوبی امین اور ملک خوشنود کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی اس کو ان دونوں پر فوقیت دی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا جاتا ہے۔

طبعی

الہی یو طبعی تیرا داس ہے
دے ایمان اسکوں ترا آس ہے
الہی سخن کا مجھے تاب دے
میرے حبیب کی تیغ کوں آب دے
الہی سخن کا پلا مجھے شراب
کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب

امین

کیا حمد اور نعت کوں مختصر
نیں میں کیا طول یو سربسر
یکایک میرے دل پہ آیا خیال
قصا ایک کہوں میں مقیمی مثال
زبان پر سخن خوب آتا چلا
یو مضمون خوشتر بناتا چلا

گل اندام کی تعریف

او زلفاں دلاں کو ہندو سے اہیں
غلط ہیں کیا دو سنپو سے اہیں
بہواں بانک نک ہور انکھیاں ہرن
کہ او موہنی ہے عجب من ہرن
او گالاں کی سرخی سو لالے ہیں نیں
او بالاں کی خوشبوی بالے ہیں نیں
دسے پہول دو سنپوتی کے دو کان
چنپے کی کلی ناک ہے درمیان
عجائب او چاہ زنخدان ہے
کہ غرق اس میں دین ایمان ہے
دو جوبن سو چولی کے دو ہات میں
جو امرت پھل چھپ ہے ہات میں
اتہا پیٹ جو آرسی ناو صاف
کہوں کیا جھلکتا اتہا جیوں شفاف

بانو حسن کی تعریف

عجب جبیں پر اس لٹکے بال تھے
بھجنگ شاخ صندل پر پہوال تھے
جبیں دیکھ اس کی تجھے آفتاب
لیے مکھ پر اپس کے پین کا نقاب
بہواں پر اسی کے نظر کر ہلال
کیا تن کوں لاغر اپس کے کمال
نین دیکھ آہو پریشان ہو
چمن بیچ نرگس سو حیران ہو
عجب اسکی آنکھوں میں ڈورے تھے لال
کچن میں کارن بتاتی جو چال
دو گالاں صفا کی ثنا کی شہ ہاسے
دیکھت آشنا اس کے پرشک لیا ہے
یہ خال نادر تہا اس گال پر
بہور ہو کے بیٹھا ہے گل لال پر
دو لب آب حیواں لبریز تھے
کہ باشہد شکر دیوان آمیز تھے
اتھے دانت مکھ بیچ ہیرے جڑے
دہن کے صدف بیچ موتی جڑے

امین

جہاں وہ خوشی ساتھ ہنس بولتی
گلال اور موتیاں گئی رولتی
سینہ پر دو پستان انار تھے
یا دو برج مشکیں تاتار تھے
شکم موج دریائے سیماب ہے
اسے ناف تس بیچ گرداب ہے
چمن دیکھ چنپا کھلا باغ باغ
وہ رخ دیکھ لالا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے بھی مناسب ہے مگر چونکہ ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے جو دونو کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

ابوالحسن تانا شاہ کی مدح از طبعی

شہ بوالحسن سچ توں شاہ دکھن
تجے شاہ راجہ مدد بوالحسن
دیا ہے خدا پادشاہی تجھے
سہاتا ہے ظل الٰہی تجھے
شہنشاہ توں آج دن سور ہے
ترے پر تے شاہاں بلا دور ہے

محمد عادل شاہ کی مدح از ملک خوشنود

توں سلطان محمد شاہ غازی
جہاں کوں شاہ سوں ہے سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان ہے
قوی طالع ملکمیں (؟) ترکمان ہے
نبی کے لطف کا دل ہے خزینا
انگوٹی تو فلک چندر نگینا

طبعی

ملاحت میں جیوں سور چندر ہی توں
صلابت منے جیوں سکندر ہی توں
ترا نام کا قطب تارا دسے
ترا پردہ مادی چھپرارا دسے
دل و جان تے اپنے اے بادشاہ
یو عالم کئے تجکوں عالم پناہ
رتن ہے سخاوت کی تو کھان کا
بھکاری ہے حاتم تیری دان کا
عدالت میں فاضل ہے توں شہریاں
برابر نہیں تیرے نوشیرون
تو مردی کے میدان کا باگ ھے
تیرے گھر میں دن رات رنگ راگ ھے
شہنشہ توں راجا ہے چھتر پتی
گگن تیرے دربار کا ھے ہتی

ملک خوشنود

کہوی ثانی سکندر پاک جم سے
میں شاہاں کی جس کے در سوں نم ھے
دیکھت شمشیر ہور سٹہ کی ہانکان
پہاڑاں پہوٹکر ہوتی ہیں پھانکان
گگن کا توپ تیرے سوں کیا ہے
کرن سورج کا لے پرچم کیا ہے
کرے جب شاد تیر اندازی ہنر کا
کلنگ تس بھال سوں ہوے چندر کا
فلک چندر ستارے ہے جداں لک
جہاں میں بادشاہی کر تداں لک
خضر کا دسے الہی زندگانی
جتنے دشمن ہیں توں کر آج فانی
کھیا یک روز شیخ شاہ جہانگیر
جو انکی کیمیا کا پاک اکسیر

دکھا کر قدم اپنے دل شاد کر
یو نظم دل تے طبعی سکے برباد کر

ملک خوشنود موتی صاف رولیا
ایس کے تافو کا تاریخ بولیا

بہرام اور گل اندام[۵] نام ایک فارسی مثنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کوئی امین ہے۔ طبعی کے کلام کا نمونہ گو ذرا سا مثنوی میں اس کا زور بیان واضح ہو گیا خوش قسمتی سے طبعی

۵ ۱۴۳۳ اوریئنٹل۔

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی مثنوی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

شہنشاہ کون تسلیم کر کر اول   کیا شاہ بہرام نے یو غزل

تیری صحبت میں شاہ جم جام اچھو   ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو
جگت کی شہاں نیں توں اچھ نیکنام   کہ دشمن تیرا سے سو بدنام اچھو
چندر سور کی جام تی آسمان   تجلی غسل کر نیکون حمام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزاں تیری   جہاں تک عدو ہیں سو کم نام اچھو
اچھی لک کگن صور زمین پہ قرار
تیری پک پو قربان بہرام اچھو

میری شہر تی یار خاطر کیا   برہمن صور نار خاطر کیا
پیالی تی دل کا لہو بہوت کر   میں او یار خون خوار خاطر کیا
یو دریا منی غم کی ای دوستان   میں اس در شہوار خاطر کیا
سکلا ندام بن کوئی غم خوا نہیں   میں او یار غم خوار خاطر کیا
میری باپ کون بولای یاد توں
کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام پر جب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک کہنہ مشق اور بلند پایہ شاعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔

قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے۔ اس کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنٹفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ طبیعت کا بڑا باضبط آدمی تھا اور باقاعدگی اس کی طبیعت میں داخل تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوی یہاں اسکے نسخے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

قصّہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بلوم ہارٹ نمبر ۱۷) ورق ۹۲ سائز ۶ ½ × ۴ ½ سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ دکھنی زبان میں مصنف امین یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ عمر میں بزمانہ ابوالحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف رجب سنہ ۱۱۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی مدح ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ٹاسی نے بھی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس صور نو دس سال میں   رجب کی استا دیس دین رات میں

کہ توفیق خدا نے مجھے حبیب دیا تدان ابو قصا میں مرتب کیا

ابین کے نام والے گولکنڈہ اور بیجاپور میں متعدد شعرا گزرے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا مصنف وہ مشہور اور معروف ابین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا ترجمہ ایک دوسرے ابین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس ابین کے متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب بھی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پھر سلطان عبداللہ کی مدح پھر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے :۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جمیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔ ان وجوہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روضہ مبارک میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور خستہ دیکھکر ایک شخص نے ان کو جبراً شراب پلادی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا۔ جب اس کے قبیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا اس عورت کو لڑکے سمیت ان کے پاس لائے اور داد خواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انہوں نے جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے مواجہے میں سزا شروع ہوئی آخر اثنائے تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمر سے بیان کیا وہ سن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ صرف افسانہ ہی ہے حمد میں (۲۲) شعر ہیں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے منقبت میں سولہ شعر ہیں حضرت گیسو درازؒ کی شان میں دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مدح ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الہی میرے دل میں یوں گیان دے   ہمیشا توں منجہ میں تیرا دھیان دے
تج بن منجے کوئے ادھار ہے   ہمیشہ تیرا ذکر منجہ یاد رہے
میں توفیق نکلتا ہوں تیر کنی   ذکر ہور عبارت دی میر ہی منی
تیرا ذکر دایم میں کرتا اچھوں   تیری ناؤں کا ورد پڑتا اچھوں
توں نصرت دی یو مجکوں کفار پر   کروں صفت تیرا میں اشمال پر
کھوں یک قصہ میں عجب بے نظیر   توں ہو اس قصے پہ منجے دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دونو جگیں سلطان ہے   توں ساری نبیاں کا سوامان ہے
کہ جتے نبی ہور دیا نیں اول   سوا ایسا دیا نیں کسے ہیں فضل
خدائی بزرگی دیا ہی او سی   یہی ایسی بزرگی دیا نیں کسی

اس کے بعد مزید (۱۰) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اور فاطمہ زہراؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کی مدح ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر ہی   سیو تیں مشرف کیے جوں شکر ہے

خدا تی اونکوں صحیفا دیا　　نبی بعد از نبی کی خلیفا کیا
عمرؓ ابن خطاب عادل اچھی　　کہ سب عادلاں ہیں او فاضل اچھے

حضرت گیسو درازؒ کی مدح ۔

ھمی ساری دنیانیں توں بندی نواز　　محمد حسینی ھمی گیسو دراز
کہ ساری دنیانیں توں ھمی دستگیر　　تیری سب کو اتی صغیر و کبیر
کہ ساری دنیانیں جو توں ہے امام　　تو جی پیر کر مانتی ہیں تمام

اس کے بعد اور سات شعر ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بلا کسی عنوان کے (کیونکہ مندرجہ صدر ابیات عنوانات کے ساتھ ہیں) مدح بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے ۔

حسن شاہ عبداللہ آفاق گیر　　کہ ساری شہانین سوں توں ہے کبیر
توں ہیں گیان دنیا ہے عالی نول　　خدا نی دیا تجہ معانی فضل
تیرا ناؤں شاہانیں مشہور ہے　　تیرا لکہرک سارا یانیں مشہور ہے
تیری چھاؤں تل خلق آرام ہے　　تیرا ملک تجکوں سرانجام ہے

سزاوار اس شاہ کوں یو صفت　　تو ہی کفر ھور دین کالی سدت
اگرچہ یو نامہ سینکی جو شاہ　　تو مقبول ھوی خلق میں یو قصا
امید ھی جو تجکوں کری شہ قبول　　ز برکت محمد و آل رسول
ھوا کن نیکوں تی پرورش تمام　　دنیا نکا یو میدان گلشن تمام

در بیان سخن لطافت گوید ۔

دنیا نہیں نزرکی سخن کوں اتے　　سخن تی نزرکی لیشر کوں اچھی
سخن تی ھوی راد جو غافل بشر　　سخن جس میں ھی سواد کامل بسر

مزید اشعار کے بعد کہتا ہے ۔

کیا ہوں جمع سب میں رمضان منی — دیا ہوں یو نامہ عاقلاں کی کنی

اگر کوی عاقل پڑی عیب اوسی — تو سرپوشی ہو تم اگر عیب اچھی

امید ہی میرا اس خدا کی اوپر — کہ جا کا ہوی مجکوں جنت بستر

اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ہوں کتاباں میں حکایت خبر — ہی احمد کی بعد از روایت دیگر

کہی نام انکا دنیا تکوں پناہ — جو کوی ناؤں لیو تو جاوی گناہ

اگر ہوی نبیکا کرم جس اوپر — خدا کا بی رحمت ہوی اس اوپر

ابابکر بعد از خلافت کیا — او ساری خلق پر عدالت کیا

عمر ابن خطاب عادل ہوی — کہ سب عادلاں میں او فاضل ہوی

ولیکن او تو تھی مدینی بھتر — اتھی چونکہ صاحب نبی کی اوپر

ہوا دین ایسا کمالت منیں — د جو تھی نبیکی عدالت منیں

کہ اسوقت اصحاب ایسی اتھی — سدا اوسوں اقرار کرتی اتھی

زباں سوں ذکر او سو کرتی اتھی — عبادت میں سر سجوداں دھرتی اتھی

عمر کوں جو اسوقت فرزند یک — خدا نی دیا تھا او دلبند ایک

اتھا حسن میں چونکہ او آفتاب — کہ روشن ہوا اس تی یو ماہتاب

عجب خوبصورت او دلدار تھا — عمر کا جو اس پر بڑا پیار تھا

ابوشحمہ سر ناؤں اسکا رکھی — دنیاں میں نہیں کوی ایسا رکھے

صحابی جتی تھی سو دلگیر ہو — عمر کوں کتی عرض تقصیر یو

کہ شحمہ کوں بخشو تمیں پیار کر — وگر نیں تو ہمنا ستو یار کر

کہ شحمہ بدن سب بکوں مارو تمیں — اسی مشکل ستی بھارکا پر وتیں
اصحابیاں نکون سمجا کو بولی عمر — شریعت کی با تا نکون کھولی عمر
اصحابی جتنی تھی اپن ٹھار ٹھار — بھی روتی لگی سب وہاں زار زار

خلق سب خدا سون مناجات کر — منگی سب دعا شحمہ کی ذات پر
اتھی خلق عالم اسی شور میں — بیجا کر رکھی شحمہ کوں کور میں
اوسی رات دیکھی جو جیدنی خواب — بھی بولی او جا کی عمر سون شتاب
دیکھا خواب میں آ جکے رات کون — اتھی شحمہ حضرت کی سنکات یون
او پہنی تھی کپڑے عجب خوب سی — او دستی تھی خوبونکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بہوت خوشتر عجب خوب ہی — قصیا تمیں یو قصا بہوت اپر دیکھے
کہ یو بات سنکر جتنی خاص و عام — او آمین بولی سونی تمام

اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈراتا ہے اور پہر

کیا صون قصا میں عجب طور میں — کیا یو قصا آ جکی دور میں
یو دل دہو تون اپنا خرابات سون — بھی چپ رہ تون تتھی خیالات سون
اتھا وان عمل یو قصا فارسی — نظم خوش دعا دیکیا ہی آرسی
سما یا اپس میں جو عینک کے سار — نزاکت لطافت میں ہی خوش نگار
یو تصنیف نصیحت ہی اللہ کا — کہی سو مدت پا ہی اللہ کا
تخلص انوکا جو نامی اسے — یو نامیں تخلص کر آمین سے
پر دتی اتھی دور یو اسوقت پر — اتھی انکی سولا برس کا عمر

یو دکنی صدق سوں اپی ہو غواص — نیکالی یو موتیاں عجب نیک خاص
دیکھیا ہیں قصا یو لطافت بھریا — لطافت بھریا ہور نزاکت بھریا
شکر حق میں کرتا ہوں اس بات تی — قصہ یو پورا ہوی میری ہمت تے

خدا رحمت منجہ ہدایت ہوا — تہی فکر سوں میں مرتب کیا
وزنکا تھا ازو میری ہمات میں — رہی فکر دکنی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یار کر — پرویا جواہر کون میں ہار کر
ہزار ایک برس ہور نو دو سال میں — جیٹھ کی ستاویس ویں رات میں

کہ توفیق خدائی منجے جب دیا — ندان یو قصا میں مرتب کیا
یو تیاں جو چھپی سو ادپر ساٹ کر — پرویا ہوں موتی نمن داٹکر
اگر کوئی پڑہیگی اپس پیار کر — رکھینگی کلی میں اپس ہار کر
الٰہی بیامرز این عبد را — مصنف او قاری نویسندہ را

تمت تمام شد قصہ ابو شحمہ
در مقام سنگمپٹن

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب امین نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی تھی اور کسی اور نے اس کو ۱۰۹۲ھ میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے مقابلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم ہارٹ نمبر (۳۴۲/۵) ورق (۷۹) سطر (۱۶) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت:۔

" امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت خلفاء راشدین کی منقبت۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد حسین گیسو دراز کی مدح ہے مصنف عزیز تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۹۰ھ "

اسپرنگر، اسٹوارٹ، ڈی، تاسی کسی نے بھی اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پھر بلوم ہارٹ نے بھی صحیح حالات نہیں لکھے۔ مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی صحت طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دہر دان نام قصہ حسینی سکر   تبھی کہ کوئی ایسا نکتے بشر
(ص ۷۹ ب)

قصیات میں قصایو اسے آبدار   حسینی قصہ یو اسے آبدار
(ص ۸ الف)

بلوم ہارٹ نے جس شعر سے سنہ ۱۱۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے صاف طور پر سنہ ۱۰۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

تھے ہجرت نو دو پر ہزار ایک سنہ   گذرے کے نبی تا تھا مصور رہنما
(ص ۱۲۵ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سنو اے عزیزاں قصہ دلپذیر   قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر
(ص ۶۷ ب)

عزیزاں سنو کہاں سو کان دھر   حسن شہ کا قصہ دھیان دھر
(ص ۸۹ ب)

عزیزاں سنو بات دل و جان سو   کہوں بات سلجھے ہیں ایمان سون
(ص ۱۲۲ ب)

نہ رہنا کفر میں اتنا اے عزیز   لیا ایمان سگل یو چلیو با تمیز
(ص ۱۳۱ ا)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسب ذیل اشعار دیکھو۔

سینا کان دھر جب بچن خواص یو   سرن کر کھیا یوں نیت داس ہو
(ص ۹۹ ب)

ہووین خواص ہور عام کون فام یو   جنیں بعد میرے میرا نام یو
(ص ۸۰ ا)

اے یاران سنو بھی علی خواص کے   کیا صفت جب ہیں ایسی ذات کے
(ص ۱۲۵ ا)

امید میں دھرون یوں خدا پاس یو   دیدار مجکون کرین خواص او
(ص ۱۴۶ ا)

دکھیں بہی چرن پاس نبی خواص کے
گل اندام نازک مشک باس کے
(ورق ۱۴۶ ۲)

جگت خواص ہور عام کون شاد کر
اودیس سب کا یہ باد کر
(ورق ۱۴۶ ۲)

اسپرنگر نے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک دکہنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ بہی ہو جس طرح غواصی کو غواص لکھا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو "خاص" ظاہر کیا ہو۔ اگرچہ دکھنی تذکروں میں بہی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی عہد کے اور بیسیوں شعرا جن کا کلام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہرحال میری رائے یہ ہے کہ قصہ حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تھا۔ زبان کے لحاظ سے بہی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔

خواص کے کچھ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تھا صوفی شاہ قادری سے بیعت تہی اون سے خلافت بہی ملی تہی۔ اس کو شاہی دربار سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعوی نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل و اصحاب جمع ہیں آنحضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکھے اس حکم کی بنا پر اس نے قصہ لکھا پندرہ ذیحجہ ۱۰۹۰ھ کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی۔ قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے حمد پھر نعت خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح پھر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہو جاتا ہے کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؑ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے حالات نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبدالمناف کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک ہاشم تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دن جبرئیل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جمیل خاتون زینب نام عبداللہ ابن زبیر کی بی بی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پایا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باپ سے بیان کیا معاویہ نے ابن زبیر کو مال وزر کا لالچ دلا کر زینب کو طلاق دلا دیا۔ عدت کے ختم ہونے پر موسیٰ انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا ان کا بھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن ابن علی سے ملاقات ہوئی آپ نے بھی اپنے متعلق کہا موسیٰ زینب کے پاس پہونچے اور اس کو تینوں کے ارادے سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مال وزر اور دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کرے اگر آخرت کی خواہش ہے تو حسنؑ کو پسند کرے اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو زہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؑ سے جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر ہاشم نام نے محمد ابن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر آمادہ کیا وہ بھیس بدل کر آئے اور یزید سے ملاقات کی اس کو قتل کیا امام زین العابدین کو طلب کر کے

بادشاہ بنایا گیا اس توضیح کے بعد اب کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

تون سبحان ہے پاک پروردگار　　سدا ایک ہے تون اہے برقرار
تون نرمل نرنکار نردھار ہے　　تون اول ہور آخر ہر ٹھار ہے
نہ تج نیند غفلت نہ انکھیاں نے تون　　سدا جیوتا ہے تون بن جیو سون
نہ تج باپ مادر نہ عورت اہے　　نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اہے

نعت بلا کسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد تون ہے نور و تما کھنبیر　　جگ آدھار ہے ہور جگ دستگیر
شرف یو جو تجکون خدا نے دیا　　اپس نور تے تجکون پیدا کیا
تون صاحب ہے لولاک تعریف کا　　تون سرور نبیاں میں ہے عاریف کا

منقبت　تون ہے ای ابابکر صدیق اول　　سو ایمان حق پر تون لیا اول

ابو بکر بعد از عمر ہے تون　　خلافت کیا تون بھلے طرح سون

نبی کا جنوائے سو عثمان تون　　خلیفا عمر بعد ہے جان تون

تون عثمان بعد از خلیفا علی　　ہوا ہے دو جگ میں خدا کا ولی
تون ہے شیر حیدر خدا کا ولی　　شجاعت تیری سن جہان کہلبلے

مدح غوث　تون ای غوث اعظم سو ثقلین ہے　　تون اکمل مکمل سو کونین ہے
کیا رب نے تجتے سو جمجم کلام　　تون نوری نبی کا علیہ السلام

بھی تج بعد از حضرت ہیں بندہ نواز   محمد حسینی ہیں گیسو دراز
دیکھی تج سے رتبہ اپسے زیاد   کیئے نو نام تجپر سے شاد

مصنف کتاب لکھنے کی وجہ اس مدح گیسو دراز کے تحت اسطرح لکھتا ہے۔

سنا تہا سو یکرات میں خواب میں   ولیکن دل اندر اتھا یاد میں
کرم لطف کر منج پہ عالم پناہ   نبی یا محمد شفیع الگناہ
بدر چودویں چاند کے برج کا   سندر حسن کا درجکے برج کا
آئے و بدری سون چندر سورہی   نہ چندر سورج کون اتھا نور یو

حسن ہور حسین ہی اتھی چہار یار   انو رہیں علی شاہ دلدل سوار

کھڑا ایک طرف میں تھا حیران ہو   تجھے تلتل نبی پہ قربان ہو
دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک   ہور حمت خدا تج سے پایا اویک
بٹھائے سو اپ کر ہات منج   توں سے دوست میرا کہہ سات منج
اسے پیار میرا اپ تج زیاد   توں تلتل ہیری ولکوں کرتا ہے شاد
اھوں ہیں محمد نبی الختم   ہوئی نور تے منج پو ساری عدم [?]
کہوں بات میں ایک توں کان دھر   سنے پہ توں چلتا رہے کہاں دھر
قصا ایک حسن شاہ حسین کا نجہل   بنا توں دھرتی سب قصے میں فضل
دکھن سال موتے نجہل دھال کے   بیاتوں سمندتے ابر جہال کے
کنندوں ھارا سکے پون کا نٹ سوں   شجاعت حسین شاہ بہوت بہا سوں

ابتدا قصہ حسین کا عنوان لکھا گیا ہے "در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ"

تجھے عبد المناف کون تھے دو پسر
یکس نام ہاشم امیہ دیگر
ولیکن دونو کے پشتیاں یک لگیاں
ہوا ایک لخت اول بیچ تھیاں
کیا تھا بیچ میں انکون خدا
کتے چیر شمشیر سون او جدا

ابابکر عثمان عمر ہور علی
اچھے تیکے یا نہ فاطمہ ہور ولے
کہے جبرئیل ای حبیب خدا
مریضاں کتیں توں طبیب سدا
سنو بولتا ہوں بیان وار سون
توں او جہارامت ترا دھار کون
معاویہ ہے یک تج بد ذات کا
یزید اسکون بیٹا ہے کذاب کا
کھڑی رہیں عدو ہو کہ جنکے نیٹ
کتا دیں نیری آل دندی سخت
نہ رہے پہر توں ہور فاطمہ یا چہار یار
کتے آل کون تج عدو تہار تہار
اپیں بھی غذا بانتے مرجا ریکا
نکل تن کے گھر ڈی ہو نیا لیکا

اگر چاہے دولت دنیا دار کون
سو کرنا یزید کون نکاح آج توں
وگر چاہے صورت حسندار توں
نکاح کر توں قاسم بن عباس کون
اگر چاہے توں حق نے رحمت کری
بجے دنیا ہور عقبی اپنے سر پری
سو کرنا نکاح توں حسن جان کون
بولیا بوجھارا سو سچ مان توں

اتھا ناؤں اس کا سو اکبر علی
ولیاں میں خدا کے اتھا اکمل ولی
اتھا او چندر سہر کیرا پیار کا
صورت میں اتھا او بنے سار کا
دیکھی شاہ اسے جب نبی یاد آویں
اپینے سون لگا کر تھے تلمل آئیں

اٹھا غلغل تب او تکبیر کا — اٹھا شیر بالک حسین شیر کا

پڑیا جا غنیم پر سوا و قہر ہو — چلیا مارتا ادھر پر ادھر ہو

لگیا توڑنے بی ضرب بیشمار — متیدیان تن غنیم کیان بیری ٹہار ٹہار

کیا سب ونڈیا نکو بیراست تل اپر — مارا چہار صد سوار جنگی بیشتر

ولیکن نہ پانی اسنے پایا — سو پھر باپ کے پاس دب لیا گیا

چلیا مارتا کچھ بھتر بیرت تا — اورن سورھا اشتم بیری دھیت تا

لیا مار جا اس شمشیر کے سوتین — کچھ یار سا ہی بیریا مار دین

پڑیا بید ھرک یو موئے لگ مسکل — تراں بھیس بدلا چلیا او نکل

بچے سجنیے پہ سجنیں او کسر لئے لکیا — محمد حنیفہ کون نامہ لکھیا

لکھیا ای محمد تون ہے شیر ونر — تون فرزند علی کا تول ہے زور ور

تون اپنے تیری بھائی پر حسد ہوا — کاٹیا سر یزید نے حسین شہ ہوا

تراں شہ محمد حنیفہ نول — کیئے پڑنا سب ونڈیا نکون کچل

خلافت دیا شہ کنول پھول کون — او فرزند حسینا کے مقبول کون

کرایا شہرن سب حکمت خواص سون — ولا خلقتان پان اخلاص سون

بچے ہاشم تا جبر کنجبر کون — دیا تشریفان بہوت یکیہ جبر سون

تھے تا بیری لک اسید ھات سون — کیا بخشش شہنشہ کے نہایت سون

رہے روشنے جگ میں اس نور تے | ہوی عین سکت سور کے سور بکھے
دنیاں میں برکت انو تیچ سے | وکرنہ فنا ہو ورا ناچ رہے
ہور رحمت انوال اولیاد پر | جتے تابعین ہور جفا ذات پر

قصہ کی انتہا یہاں ہو جاتی ہے اس کے بعد بلا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی مدح شروع کردی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے متعلق اظہار کیا گیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

کردن بکھے صفت میری پیر کی | اور روشن منورا ہے سور کی
فرض تج اپرہے پوشہ کارنے | ثنا کر ہدل شہ اپر وارنے
پکڑ ہات میرا جنہد اوس رات | او حضرت صوفی شہ قادری قرأت
جکا کر شہ مجکوں کرم پیار سوں | رکھیا کر اپس مج نزاو ھار کوں
ہوا انور پر نور بہی نور کوں | کیا دل منور ادک سور کوں
پیرین ایک پر یک سیتے ای کر | پکڑیں دیک چرن شاہ شرف پانی کر
تہا مکشوف شہکوں دنیا دین سب | او پوتا میرا کان ہے معشوق رب
عرش تے تسری الک چھپیا کچ نہ تھا | مرا فع بینے شاہ رہے دیکنا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریضوں کو ان سے شفا ہوتی تہی راجا پرجا کوئی ان کی نظر میں نہ تہا۔ ان کو کچھ غصہ نہ آتا تہا اس کے بعد لکہا ہے۔

اُسے نور تے کچ دیپا پاس منج | جنم جگ جتے لک رہے پاس منج
اسے نور تے منج سدا نور ہے | وے شہ غم و دل سدا پور ہے

اس کے بعد لکہا ہے۔

نہ برکت جنہد رشہکے ہر حال میں | لے آیا ہوں ایسے رتن لال میں

وکرنہ نظم کے سکت کان منے | یو توفیق ہوی منج چندر جگ پتنے
ولیکن بدن پیس پانی کیا | نزان یو قصہ مج نشانی ہوا

کیا ہیں مدح حبیب نبی کا تمام | بلا بھیجے مج علیہ السلام
دیکھا میں بھتر جا کہ نکھان سکل | تھے عریان نوراسنے سکل پیے بدل

حبیب وراست یاران سکل فام دار | بیٹھی تہی کندوری اپر نام دار
بلائے نزدیک مج اوک پیار سوں | ملیا مج کھے آج ای یار توں
اپسکے نزدیک آو نچ سلائے | نزان دھات بھتر شاہ آپ بہائے
ہوی فارغہ کھان کھا شہ نول | منکائے نزان پان کھاسے بدل
پنیان پان سکے دو نحچل لیائے | دیے یک مج دوجی شہ اپی کھائے
نزان یک میندا سا زرد شال تہا | پیتے درپنیان کا بھتر خیال تھا
دوجی یک دھری شال کا جامہ نحچل | سفید پاک سالو کا فامیان سکل
منکائے سو وہ جال اولیا ہی کر | نیائے مجھے لیا بہوت چاؤ کر
نزان دست پکڑ منجہ نکنک راز کہے | رضا دہی نزان نچ اپی دعا نچ رہے
ہوا دل منور اسی وقت پہ | پھریا وو کب جوں شہ ہیرا نجھتو ر
ای یاران سنو بھی علی خواص کے | کیا صفت جب میں اسے ذات سے
ایا شیر بیکے بھتر کھر سنے | لرزنے لگے سب پری دو سنے

علی شیر میں ہور خدا جانتا | اتا مج ملاقات کے واسطا

ہوا ایک غائب اشتہار پر   ای شاہ محمد نبی بہائے کر
ہوا ہیں انکے تی سنگاسن چھتر   تہی یاران سکل بھی انکے تہا چھتر
اچھین شہ رسالت پناہ پیار کر   بھتر گھر ہماری دسے تاج سر

....

ہیں تو کچ نہ شاعر ہون دعوا کرون   نہ شعرا اپہ میں معادہ کرون
فقیر ہو ہیر یا ہون سادا سوجتا   کریں عاقبت کیا نہ کچ سوجتا
حکم پر نبی کے کون لاچار ہو   کیا ہون بزبان نظم آشعرا او
دعا ہے کرو مج اپہ ای عزیز   پڑہی پر قصہ یہ عزیز باتمیز
مرتب ہوئی ای کیری چاند میں   پڑیں تب خلق سب کیری کان میں
بچے تاریخ چندروں اثر نیم میں   پڑہی پر جو کوی اس دھر دنیں میں
سبب یو شرع کے موافق اسے   نہ مانے اسے جو منافق اسے
نہ ہو سے تجاوز درہ دین میں   بشارت نبی یوں کئے نین میں
جتنے دین ایمان پر قائم ہے   لذت اس قصہ کا اسیچ نام ہے
کیا قدر یو او علاول کلام   بلطف محمد علیہ السلام
ہزارن درود و ہزاران سلام   زبان پر محمد علیہ السلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

قصہ پدماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (بلوم ہارٹ ۱۳۴) ورق (۲۱) سطر ۱۷ سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :-

"قصہ پدماوت رتن سین راجہ چتوڑ اور پدم شہزادی سلون کی کہانی مصنفہ غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد جہاز کے ذریعہ چتوڑ کو روانہ ہوتے ہیں۔ کتاب نامکمل ہے۔"

اسپرنگر اور ڈی ٹاسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل ہے۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل ہے مگر مصنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

اس مثنوی کے متعلق صراحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پدماوت کے قصے کے متعلق پوری صراحت کر دی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد جائسی نے ۹۴۷ھ میں پدماوت کے نام سے اس کو "بھاکا" میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۵۵۔ ایک اور نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں ہے ۸۲۸ اس کے (۱۶۷) ورق ہیں ہر صفحہ پر بیس سطریں ہیں یعنی تقریباً (۳۳۴۰) شعر ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱ رجب ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سمروں ایک کرتارو | جن جیو دینہ کنیہ بہت رو

"بھاکا" کے بعد فارسی نظم و نثر میں مختلف اصحاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے چار منظوم ہیں اور دو نثر میں لکھی گئی ہیں۔

فارسی میں اولاً ۱۰۲۸ھ میں ملا عبدالشکور بزمی نے جہانگیر کے عہد میں اس کو "پدماوت" کے نام سے منظوم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (۱۵۸۴ ع) پر موجود ہے۔ اس میں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی مدح بھی کی گئی ہے اور وجہ تصنیف کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی ہے اسی کا اردو میں ترجمہ عجزت اور عشرت نے مثل شمع و پروانہ کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج میں موجود ہے۔

بزمی کے بعد عاقل خاں[۵] رازی نے اس کو "شمع و پروانہ" کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ۱۰۶۹ھ میں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ رازی نے اپنی تصنیف میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی مدح بھی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور رازی کے تصانیف میں فرق بھی ہے۔

ان دونوں مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن غازانہ کی جو برلن میں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حسام الدین نے ۱۱۷۱ھ بنام حسن و عشق مرتب کی ہے یہ بھی برلن میں ہے (۹۱۹ - ص)

فارسی نثر سے بھی اس قصہ کو زینت دی گئی ہے ایک لچھمی رام متوطن ابراہیم آباد نے فرخ بخش کے نام سے عاقل خاں کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۲۱۷ھ میں لکھا گیا ہے نمبر (۸۱۹۸ اڈیشنل) پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن میں بھی ہے (۹۹۸ - ص) دوسرا فارسی نثر میں بطور خلاصہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو برٹش

---

[۵] عاقل خاں عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ دار خدمتوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۰۹۱ھ میں گورنر دہلی بنایا گیا اور اپنے انتقال تک جو ۱۱۰۸ھ میں ہوئی اسی خدمت پر سرفراز تھا عمر بھی خاصی پائی کیونکہ (۸۲) سال کے سن میں دنیا سے کوچ کیا۔ عاقل خاں جہاں تدبیر و سیاست میں اپنی آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر ادیب اور مورخ بھی تھا جس کی تصنیفات سے مہروماہ، شمع و پروانہ، نغمات عشق، ظفرنامہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میوزیم میں (۱۹۴۱ اورنٹیل) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف بہاکا اور نصف ہندی میں میر عبدالجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکھنی زبان میں اولاً غلام علی نے پدماوت کے نام سے سلطان ابوالحسن تاناشاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دور کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیان سے تذکرے ساکت ہیں۔

مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا۔ بادشاہ (تاناشاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل نما نظموں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک ایک شعر ہے۔ اس طرح تین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعر اور دعائیہ تین شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔ سنگلدیپ کا راجہ گندرپ سین بڑا ذی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مغموم رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔ وزرا نے اس کی وجہ دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ وزرا نے نجومیوں سے فال کھلوائی۔ انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑکی تولد ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ آکر اس کو لیجائے گا۔ لڑکی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی نجومیوں کو مالا مال کر دیا۔ پیشین گوئی کے موافق لڑکی تولد ہوئی جو حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پدماوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک طوطا خرید کیا جس کا نام "ہیرامن" تھا یہ طوطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جدا نہ کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پدماوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک علیحدہ محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک وزیر بھی پہرہ دیا کرتا۔ محل کے اندر چند دائیوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

"ہیرامن" روز قصے اور کہانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دائیوں نے دیکھا کہ یہاں سوائے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پدماوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لونڈی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ بے خبری سے غافل ہوگئی۔ ایک بلی آئی اور طوطا پکڑ لیا۔ اتفاقاً طوطا اس کی گرفت سے بچ نکلا اور اڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا راجہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آیا تسلی دی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا بنگال پہونچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا درخت میووں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب برہمن شکاری اس کو گرفتار کر کے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ لے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ برہمن اس کو لیکر چتوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمراں تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی برہمن کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم برہمن کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ حالات بیان کئے۔ پدماوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہوگیا۔ ایک دن شکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لونڈی کے تفویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے غیاب میں لونڈی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی اور اپنے حسن کی داد چاہی اس نے

اوپر کی زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پدماوت کے پاسنگ کو نہیں پہونچی اس کو غصہ آیا دائی کو حکم دیا کہ طوطے کو قتل کر دے مگر اس نے راجہ کے خوف سے ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہو کر طوطے کا پنجرہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی دائی نے طوطا حاضر کیا۔ اس نے کل حالات راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ رہا سلطنت کو خیرباد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ کو اپنا چیلا بنا کر لے چلا۔ جہاز پر سوار ہوئے چھ دریا پار ہو کر سنگلدیپ پہونچے۔ طوطا راجہ سے اجازت لے کر شہزادی پدماوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئی کل حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حسن و جمال کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا کچھ عرصہ عید کا روز آیا طوطے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آتی ہے پدماوت اپنے ندم سے فارغ ہو کر فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو غش آ گیا۔ ایک عرصہ کے بعد کمند کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کوتوال شہر کو خبر ہو گئی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتوڑ کا راجہ ہے۔ شادی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتوڑ کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آ گیا۔ جہاز راستہ بھول کر ایک دوسری طرف نکل گیا خشکی پر پہونچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنہوں نے اسکو لقمہ بنانا چاہا۔

....

اس کے بعد مثنوی کے اوراق نہیں ہیں اس لئے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سجا لیا اول میں خدا کا سپاس | کیا اوس کے الطاف کا میں سپاس
تحیت ہو بعد از پیمبر اوپر | بہیجا بعد از اولاد عزت اپر
علی کا چو دم ہے میری دم ہیں جسم | جو ہے دور اس دم سوں ہم ہو رغم

بادشاہ کی تعریف :-

پو بعد از کروں میں ثنا چہار یار کا　　شہی بوالحسن اولیا جاہ کا

کتک شاہ اوس کا عدالت دیکھت　　ہوے ظلم سٹ دیکھ عادل نیت

سخاوت میں مشہور جوں آفتاب　　مگر حق اوتارا ہے اوسکی باب

ہر ایک علم میں ہور بلاغت منے　　نہیں کوئی ہم تا شجاعت منی

سزاوار اچھو اسکتیں پوراج　　مبارک اچھو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لایا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

غلام علی نا سمج کئی سو پند　　پڑی تا کھائی سیتی آؤ بند

غلام علی جس سوں دل لائی　　بچھڑی سوں بہتر جو چھو جائی

غلام علی جسکی تیں ہے حیات　　جتی حق کی توفیق سوں کوی دہات

غلام علی پیم کی جہو کنی　　کہ جوں مج کی کس پہ پتی بو کنی

اب مختلف مقامات سے نمونہ کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابتدائے قصہ - کہو ہے سبب جاکتر منی سات دیپ　　سنگل دیپ اسین کاہے ایک دیپ

کہ او دیپ میں ہے سنگل پدمنی　　نہ پنیت نہ ہستن نہیں سنکنی

سنگل دیپ کے نار کا بات سے　　سنو میں کہونگا اوکس دہات ہے

انہا ایک راجا سو بہو گن گنبھیر　　سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر

نکا نا وں کنارہ وپ سین اتھا — حکمت میں بپا راج اس بن نتھا
نہ تھا کوچ لشکر کوں اسکی حساب — کہ جوں کہن پہ تاریاں منی ماہ تاب
خزینہ بہری کوٹہریاں کئی ہزار — جواہر کی صندوق تہی سو ہزار

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر — تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹھار تہار
بنگالی ہیں یک خوشش باغ تھا — جو جنت کی دل رشک سوں داغ تھا
اتروان لگیا سیر کرنی کی تئیں — جو میوی کی بہار انپہ پہرنی کی تئیں
وہاںکی فقیری جو رانوی اتہی — ہیرامن کوں دیک آہی ملنی وتی
دیکہی جوں یو ہے بہوت شیرین کلام — ہوی بہوت خوشحال رانوی تمام

وزیراں جو تہی جوان توچی نول — سولا سولیا سات اپنی سکل
فقیری کیا بہیس راجا کہنپیر — کہی کہروی کسوتاں سب وزیر
چلی کوچہ پر کوچہ دن رات او — تماشے دیکہت خوب ہر دہات او
ستنیا کار دل سیتی آرام سب — دیا چہوڑ پیرت سیتی قام سب
کبہی آئی بستی منی پائی کچ — کبہی اورہی بہوکی ہور کہای کچ

ہنسا کر ہیرامن کوں پوچہیا یو بات — کہیا ہیں سب مہاراج سات
کہیا ہیں یو مطلب سکی تئیں پائیا — تجہ یاں کہی سو بجا آئیا
ہوا دل کوں تحقیق یو بات سب — جو پیا انتہا جیس دہاں تب
اپکی کیا جیو کوں تب قرار — تن سیں کوں دیک لیا یا پیار

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً

غلام علی جس سوں دل لائے　　بچھڑنے سوں بہتر جو جیو جائے
کتے خون دل سوں سو دل لاؤ نا　　تو ایک تل منے توڑ کر جاؤ نا
جناور کہے جا منے سے دکھ پائے　　تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی نیں دنیا میں وفا　　کہ ہیں سے خوشی ہور کہیں ہے جفا
کہ جون کا تد کا ہے چونا زندگی　　تو ہرگز نہیں کس کوں پابندگی
دنیا کا لیو سے کام کوئی سرا و پہ　　پھرے او کتے کے تن در بدر
دو دن کا سو جینا نکہ پائمال　　تون ہرٹ حرص کوں جو رہے خوش حال

مثنوی نامکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ :۔

جو ایسی بلا میں جو کوئی آ گیا　　ہمن کوں یہاں تا سمجھ بہا گیا
کہیا سن اور اکس تیج گیان ہے　　غرض وند درد وند سو نادان ہے
میں اکس تون انسان میرا خدا اک　　لے آیا ہوں یہاں تیج کون کرنے ہلاک
دیوانا ہے تون جو منج لیا گیا　　میری بات سن سات تون آ گیا

یورپ میں اس کا کوئی اور نسخہ نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔

اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ یہ دکھنی "پدماوت" کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دکھنی میں منتقل کیا گیا ہے۔

یو قصہ انتھا بہوت شیریں سخن　　ہوس کر کہ لایا ہوں دکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے دکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کس فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بزمی کی پدماوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

سنگلدیپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بداخلاقی کی تعلیم کرتا ہے ۔ راجہ نے ایک بلی روانہ کی ایک دن پدم غسل کر رہی تھی بلی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً بچ نکلا۔ بنگال پہونچا پھر برہمن کے ذریعہ چتوڑ کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لونڈی نے طوطے سے ناراض ہوکر اس کو قتل کرنا چاہا مگر دائی نے اس کو پوشیدہ کردیا۔ راے چتوڑ جس کا نام "رتن برن" تھا پدماوت کا دیوانہ ہوکر جوگی کا بھیس لیا اور سولہ ہزار فقیروں کے ساتھ روانہ ہوا سنگلدیپ پہونچے طوطا پدم کو رتن برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونو کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تیر نظر جگر کے پار ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ و پیغام سے واقف ہوکر ایک بڑی فوج کے ساتھ فقیروں کو گھیرتا اور گرفتار کرلیتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو کل حال بیان کرتا ہے اب پدم کا باپ معافی طلب کرکے شادی کردیتا ہے اور دونو چتوڑ روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں طوفان آتا اور جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رتن برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتوڑ میں داخل ہوتے ہیں۔ علاء الدین سے مخالفت ہوتی اور وہ حملہ کرتا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رتن برن قتل ہوجاتا اور پدم ستی ہوجاتی ہے۔

اس کے برخلاف راتی کی شمع و پروانہ میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگلدیپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ رہکر علوم سے واقف ہوا حاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف بھڑکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت رنج ہوا۔ طوطا برہمن کے توسط سے چتوڑ پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی

کے سپرد کی۔ رانی طوطے سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تعریف نہ سنکر قتل کا حکم دیا۔ دائی راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کر کے راجہ کے آگے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف ہو کر عاشق ہو گیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور "کام سین" کا قصہ بیان کیا مگر اثر نہ ہوا آخر جوگی بنکر روانہ ہوا چند رفقا نے ساتھ دیا سنگلدیپ پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو دیکھکر دیوانہ ہو گیا طوطے نے ہمدردی کی اور سیف الملوک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم کے پاس گیا حالات بیان کئے محل سے باہر لایا دونو کی ملاقات ہوئی جوگیوں کے آنے کی خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہاز غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختہ کے ذریعہ کنارے پر پہونچے اور طے مسافت کرتے ہوئے چتوڑ آگئے۔ علاء الدین اور دیو پال دونوں نے پدم کے حسن و جمال کی خبر سنکر حملہ کیا۔ دیو پال نے ایک دلال کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیو پال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا اور پدم ستی ہو گئی۔

فارسی نثر جو "فرح بخش" کے نام سے لچھمی رام نے لکھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے کیونکہ اسی مثنوی سے نثر میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قصے کے لحاظ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی کہ دکھنی پدماوت دراصل کس سے ماخوذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اول الذکر سے ماخوذ ہو۔ ذیل میں پدماوت کا مقابلہ ہر سہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کریں۔

فرخ بخش	پدماوت دکھنی
ابتدا قصہ۔ آوردہ اند کہ در ولایت سنگلدیپ	سنگلدیپ نار کا بات ہے
فرمانروائی بود کہ اورا گندرپ سین میگفتند در	سنو میں کہونگا اوکس بات سے
پیشہ عدل و انصاف از نوشیرواں گوی سبقت	تھا ایک راجہ سو بہو گن گنبھیر
می بردو در سخاوت با حاتم پہلوی ہمسری میزد	سنگلدیپ کے ملک میں بی نظیر

فرخ بخش

و در شجاعت دستی داشت که بر رستم دستان
بہمدست میشد ؎

فریدون حشمتی جمشید جاہی
سکندر شوکتی دارا پناہی
ز عدلش چون رخ خوبان مہوش
بیک جا جمع گشته آب و آتش

تمامی راجہ ہای آں ممالک مطیع او بودند و بر
آستان عرش نشانش بعجز و نیاز سر می سودند
در ہمگی ولایت او احدی نبود که گرسنه می بود تعداد
سپاه او از حافظۂ بیان بیروں بل اندمیور و
ملخ افزوں تشنه لباں بادیه آرزو را از چشمه
فیض خود محروم نمی ساخت ۔

گویند که پدماوت طوطی داشت ہمدم و ہمساز
محرم راز داں سخن نام آں طوطی ہیرامن نہاده
ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود ، از غایت
الفت بے او یکدم آرام نمی گرفت بلکه از جان
عزیز عزیزمی انگاشت ۔

پدماوت دکھنی

سنگا ناوں کنده روپ سین اسس اتہا
جگت میں امیرا راج اسس بن نه تہا
بسا سو سوراجی اتہی اسکی تل
کمر باند خدمت میں حاضر سکل
نہ تہا کچ لشکر کوں اوسکی حساب
کہ جوں کہوں پتایاں جنی ماہ تا سب
خزینہ بہتری کو ٹہریا لیا کتی ہزار
جواہر کی صندوق تہی سو ہزار
سو ایسا وہالی جو راجا اتہا
ولی اوسکی تیں کوئی فرزند نہ تہا

اتہا ایک رانواں او سے پیار کا
نہ آدم ہیں تہا کیاں اسس سار کا
جو تہا عقل کامل وہ پنکی کی تیں
ہیرامن رکہیا ناوں طوطی کی تیں
نہ ایک تل کریں اپستی اوسکوں دور
ہمیشہ رکہے اوسکوں اپنے حضور
تہا کیاں تہا اسس پنکہی میں بہوت
سکیں بات ہر کچہ ستی سو نروت
ہر اس نومنی ہو کی روشن ضمیر
یو دو نو ہوئے علم میں بے نظیر

فرخ بخش

القصہ چوں طوطیان بدام افتادند صیاد ہمہ
را در قفس حبس کردہ متوجہ خانہ شد در اثنای
راہ طوطی ہیرامن بصیاد گفت کہ اے صیاد
توجہ فرماوبند طوطیاں بکشاد و مرا در قید
خود نگاہدار انشاء اللہ آنچہ بہاے ہمہ طوطیان
خواہی گرفت من ترا زیادہ ازاں خواہم داہنید
کہ تمام عمر بفراغ خاطر در عیال و اطفال
بگذرانی۔

پدماوت

قضا سون جو آیا شکاری ادھر
پڑی سگلی رانوی سوا سکی نظر
کنک وال چہاڑ انکی اد توڑ کر
تتی پاندسب یک کوں یک جوڑ

. . . .

ہیرامن یوسن تین ہیں نیر لیا
کہیا شاداچہ قرض کا غم نہ کہا
بچا منج کون توں کوئی راجی کے پاس
جو کچہ ہی سو براد بھی تیری آس
ہوئیگا سرافراز ہر بات تی
دلاون بہوت کوچہ ہر دو ہاتے
میرا مول پوچہے اگر کوئی تجی
کہ مول توں چپ کہاد ہی منجی

فرخ بخش

رای اقبال این معنی کردہ کمر ہمت بہ
پشت کرے عشق بہ بست و بوقت شب
از جا برجست و تنی چند را از رفیقان خود
ہمراہ گرفت اگرچہ کمند اندیشہ بکرہ کنگرہ حصار
نمے گردید اما کمند برحصار انداخت مثل او
رفیقانش بر چہار طرف کمند انداز شدند و

پدماوت

رتن سین جون کہٹ کہیا انسوں بات
کنذ چبیتی اٹ چلیا ایک رات
لکیا جاک کر کون جو محبوب تہی
رتن سین کی چیوکی اپہ وپ تہی
سیتی سب زیران کمندان اپہ
جو مضبوط سارے کنکورا نکوں کر

فرخ بخش

از حیات جان باز کشید به حصار افتد هنوز
رای از تخیل وصال پدماوت بر نخورده بود که
از هر چهار طرف شور و شر افزود و از پاسبانان
قلعه غریو برخاست و جمیع سپاه رای
سنگلدیپ بر در شاه خود گرد آمدند تا آتش
فتنه را با آب تیغ فرو نشانند رای کندرپ سین
به ندیمان خود گفت چون باشد که حکم در قتل
جوگیان کنم که مرتکب این چنین امور ناشایسته
شده قدم از جاده ادب بیرون نهاده اند

مرد با خرد مشش همراه رای از وطن آمده بود
او را از این معنی اطلاع پذیرفت صرفه جان نکرده
مانند شیر دلیر گشته پیش رای کندرپ سین
والی سنگلدیپ رفت و گفت اگر خواهی که رای و
پادشاهی من پایدار ماند رای رتن سین که
والی هند است خبر رسان ندانی که شکل درویش
است پادشاه ملک خویش است .

پدماوت

چڑی یک پنچھی ایک جوان پاسے بل
مہاراج تہا سب سون اپنی اکل
گئی دور لگ چہکی اس کرا پہ
ہوا وہان کی کتوال کون جون خبر
لی لشکر اپسکا سو دور آگیا
اپڑ سیتی سب کون تلی لیا گیا
پنڈیا کہنچ مستاعتی تہے فقیر
پڑے بند میں بادشاہ ہوا وزیر

....

جو اتنی میں راجا کیا حکم تب
کرو قتل یکدھر فقیران کون سب

قضا سون بیا او جو کامل فقیر
اتہا کندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جدل خبردار کر آیا.
ترت کندرپ سین سون یون کہیا
تجی لوک کہتی ہیں وہی ایسے
ولی جگکی راجیان ہیں کہیں ایسے

پدماوتی

تیرا ایک چو دیکھے سو گنہگار ہوئے
تیرے تک میں آئے سو خوار ہوئے

نہ انصاف ہے تجھ میں نا پیار کچھ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار کچ

مہاراج پوچھیا کی یو تاج سر
کیا ہوں ستم میں کہو کس اپر

کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سوں تقصیر کس دہات کا

کہیا مرشد اس کا حقیقت جو سب
ہوا سنگی واقف مہاراج تب

نظم بزبانی فارسی

در بحر جزیرہ است سنگل
با قلعہ و کنگرہ مکمل

پہنائے زمیں زی حسن نیک
در پلۂ او سپہر پاسنگ

ہر برج حصار او سپہری
ہر خشت جہاں فرور مہری

....

ہر کوچہ و فوج ماہ رویان

نظم دکھنی غلام علی دکھنی

سنگل دیپ کے نا رکا بات ہے
سنو میں کہونگا او کس دہات ہے

اتہا ایک راجہ سو بہوکن گیر
سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر

نکا تاوان گندہ رپ سین اس اتہا
جگت میں بڑا راج اس بن نہ تہا

بسا سو سو راجی اتہا سکے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

بزمی

باخود بہ ساختہ جنگ جونان

حیران برخ پدم ہمی دید
ھم ریختی اشک بازمی چید
چندان کہ پدم درو نگہ کرد
دل سوے شناختن نہ رہ کرد
حیرت زدہ ماند اندرین حال
کین طوطی خستہ پر و بال
گستاخ بروی من چہ بیند
خون ابرو و اشک دانہ چیند
چشم برخم چو تار مو واست
از بہر چہ خبر کی نمود است
زان جا کہ شگفت واست در سر
بروسن بسراے خلوت اندر

. . . .

طوطی زپس دعاے بسیار
گفت از سر شکوہ بہ آزار
امروز نیم اسیر واست
عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا اوکر شاہ کا لے پیام
کیا شاہ زادی کون جاکہ سلام
دیکھی اوس کون اور اکی رونے لگی
چیندر کہ انجو ساتہ دہونے لگی
کہی کیون میرے سینے دل توڑ کر
گیا تہا کہان تون مجہے چہوڑ کر
گئیں دل کیا کہون کیا ایک نپٹ
کیا تہا قیت مجہ سینے دل کون کہٹ
کٹے پیار سون تجہ کون پالی ہون میں
ستا تجہ دیکہون اپس بہالی ہون میں

. . . .

ہر امن ولاسا دیکر بہوت دہات
دتن سیں کا سب کہیا کہول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکہنی پدماوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

صبحدم گر ہوائے فصل بہار
لالہ بشگفت گشت گل زار
شد زن سیب بہر صید بہشت
تا کند در شکار ملک گشت
بانوی خانہ مثل فصل بہار
بستہ برخود ہزار گونہ نگار
شد در آئینہ جلوہ ساز نیاز
با خیال خود ش نیاز و ناز
اندر آئینہ دیدان زین
عاشق نفس خود ان خود بین

....

خود سجود شد جمال زیبائی
خود تماشا و خود تماشائی
زین سخن سر نہادہ بر زانو
سر بر آرم ز قصۂ بالو
کرد اندیشہ کین خجستہ نوا
گشتہ دمساز تا خدا بوسرا

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آئیا بہار کہلین شکار
سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
پکیلا پنکہی دیک غنیمت ہوا
اپسکون زینتی سیتی بہر سنگار
مکمل ہو کر آئیی رانوین کے ٹہار
کہی تو کیا ہے جکت تل ادپہ
جو آیا ہی تون سات دریا گذر
نظر تل عجائب پہ پاہی بہوت
بشر ہر روش کا دیکہا ہی بہوت
کہون کیا تیری میں تیا کیان ہی
نہ تجہ کیان کا کوئی انسان ہے

رازی

در تجرد حال روزن مرد
کرده درویش اثر بهر درد
زین تحیر دل همه بگرفت
گفت با خصم دگر زر روے شگفت
حاش لله این جوان نه گداست
فردوست رحیم اسش پیداست

....

این گدا نیست هست راے رتن
ست از عشق پادم جلا سے وطن
شاه چتور راے رایان ست
گرچه در کسوت گدایان است
به که این پند بنده بپسندی
سرفرازش کنی بفرزندی
گر ز من باورت نمی آید
طوطی این وصف بر تو بکشاید

غلام علی

قضا سون پڑا او جو کامل فقیر
اتھا کندرپ سین کا ادچ پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتھا
دیواری منی اس سون ہمدم اتھا
سنیا جون خبر دور کر آ گیا
ترت کندرپ سین سون یو کہیا
تجے لوک کہتے ہیں دہری اسے
دلی چلکی راجیان میں کہری اسی
تیرا ایک جو دیکھی سو گنہگار ہوے
تیرے ناکسا ہیں آسے بیوار ہوے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار سچ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار سچ
مہاراج پوچھیا کی یو تاج سے
کہیا ہوں سمجھ میں کہول کس اپر
کرو تج خبردار اس بات کا
ہوا تج سون تقصیر کس دات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا سنکے واقف مہاراج تب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پدماوت کے دیگر دکھنی اور اردو قصوں کی بھی مختصر صراحت کر دی جائے۔

غلام علی کے تقریباً پچاس ساٹھ سال بعد ولی ویلوری نے پھر اس قصہ کو رتن و پدم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ولی کے متعلق مزید وضاحت۔ دور مغلیہ میں آ گئے درج کی گئی ہے۔ اسپرنگر[۱] کی فہرست میں یہ مثنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

---

[۱] مولف اردوئے قدیم مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو صراحت کی ہے (جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اردو کا جامہ پہنا دیا گیا) وہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ رتن و پدم اس کو ولی نے سنہ ہوش میں لکھا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا (اسی کتب خانہ توپ خانہ اودھ کی کیٹیلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ ہاشمی) اس کے چار سو صفحے تھے اور جس میں کم و بیش چار ہزار ابیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

خدایا تو ہے پاک پروردگار

نرنکار و آنار داچھی انار

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے منجملہ ان کے دو مقامات یہ ہیں۔

ولی تیرے کرم کی ہے مجھے آس | نہ کر اس آس سوں ہرگز تو نراس

ولی ہے پوسب خالی بہانا | اسی کا کام ہے دینا دلانا

(اردوئے قدیم طبع ثانی صلا)

کہ عبدالمجید خاں [۵۱] قلعہ دار سدہوٹ کے زمانہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے چنانچہ خود مصنف نے اس امر کی صراحت کردی ہے۔

حراست خاں امیر ایک نامور تھا	سکونت گاہ اسکو سات گدہ تھا [۵۲]
تھا وہ اہل درد و نیک اعمال	رفاقت میں تھا میں اس کے خوشحال
قضارا واں سے جو قسمت نے چاہاست	سو آیا میں طرف کڑپہ [۵۳] کے دہر خواست

---

۵۱ اس کے متعلق مزید صراحت سدہوٹ کے مخطوطات میں درج کی گئی ہے۔

۵۲ سات گدہ علاقہ مدراس میں واقع ہے یہاں کے جاگیردار مشہور تھے ان میں حراست خان ایک نامور جاگیردار تھا۔ ولی ویلوری اولاً اسی جاگیردار کی ملازمت میں داخل تھا۔ اس کے بعد وہ سدہوٹ آکر قلعہ داروں کا ملازم ہوا۔

۵۳ کڑپہ کا دوسرا نام سدہوٹ ہے۔

نواب عبدالمجید ابن عبدالحمید ایک
سو ادہر شجاع پروانہ لکھ کر
تعین کر مجکوں سد ہوٹ کو روانہ
سو حسب الحکم میں سد ہوٹ کو آیا

اتہا وان نامور صوبہ سعید ایک
یسلک نوکران میں منسلک کر
کیا او صاحب سشبرین زمانہ
زنگا زنگ وان تماشے میں نے پایا

ان دونو دکھنی کے علاوہ ایک اور مثنوی اُردو میں لکھی گئی ہے جو ملل شمع و پروانہ سے موسوم ہے اس کو اول ضیاء الدین عبرت نے شروع کیا تہا مگر مکمل نہ کر سکے ان کے انتقال کے بعد غلام علی عشرت نے مکمل کیا اور ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء میں لکھنو سے شائع کیا ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (بلوم ہارٹ ۱۶۶)

عبرت نے اپنے قصہ کو عبدالشکور بزمی کی پدماوت سے اخذ کیا ہے بعض مقامات سے ان دونو یعنی عبرت اور غلام علی کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ دونو منظوم ہیں صرف زمانہ کا فرق ہے

ملل شمع و پروانہ

سخن سنج معانی محرم راز
ہوا ہی اس طرح سی نکتہ پرداز
کہ ایکدن دشت و صحرا میں زن سیب
شکار افگن تہا با صد زیب و زین
پہچ کہی نیزہ باز او سجا ہزاردن
بیان دشت میں تازہ غتیان
پلونہی دہوم جنگل میں مچائی
غضب کی آتش اوس بن میں لگائی

پدماوت

کیا ذوق یکدن شہہ نامدار
نکل آگیا بہار کہیلنی شکار
سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
یکیلا پنکہی دیک غنمت ہوا
ایکون ندینی سینی ہر سنکار
مکمل ہو کرانی رانوں کے ٹہار
کہی تون کیا ہی حکمت تل ادپر
ہو آیا ہی تون ساٹ دریا گذر

شمع و پروانہ

کہیا آئینہ سان اوسکی طرف رو
کہا ہنسکر کہ ای مرغ سخنگو
نہایت تو پرا ہیگا جہان میں
رہا اکثر بہی بزم گلرخان میں
بہار سبز کی مانند بہر جا
ہر ایک صورت کا کل ہی تونے دیکہا
چہتر لی پدمنی کو جانتا ہے
ہر ایک کا حسن تو پہچانتا ہے
پدم کا تونے ہیگا ناز دیکہا
سہے اسکے حسن کا انداز دیکہا

جو ہیرامن نے وہ طوطا اوڑایا
پدم کی ہوش کو گویا اوڑایا
وہ طوطا تہا جو سرتا پا توکل
اوڑا کہکر کہ اب تیرا توکل
خیال آسا چلا روئے ہوا پر
دہی وحشت کی دستی کہول شہپر
کبہو جون چشم کرتا سیر دریا
کبہو مجنون کی صورت دشت پیما
نہتہا دل بستہ خشکی و تری کا
کہ وہ ستا ہمراہ تہا ایک پری کا

پدماوت

نظر تل عجایب پر پڑا ہی بہوت
بشر ہر اوبیش کا دیکہا ہی بہوت
کہوں کیا تیری میں تیا گیان سے
نہ تجہ گیان کا کوئی انسان سے
توون سچ بول منجہ روپ پا خوب کین
دیکہا ہو ہیگا ہر دیپا ایر دیپ کین
منج ایسے چتور چہت کے ناری اچہی
کہ جون کنونتی میں ہوں پیاری اچہی
نظرتل تیری آج کیسی ہون میں
نہ دو بول تون حق سون جیسے ہوں میں

ستارا دو ہیاک کے سمندر میں
پڑا بخت گرداب کی شور میں
جو طوفان اٹہا تب پریشان کا
پڑا فکر آکر اپس جان کا
بچہڑ کر گیا تہا ہیرامن نکل
شہر چہوڑ بستہ دن پکڑیا جنگل
کتی دن رہیا اس بیابان میں
کیا در قرار ہی ہوا جان میں
لگیا شاہزادی کیرا غم اوسی
جو آتا تہا یاد ہر دم اوسی

مثل شمع و پروانہ

بسانی رنگ عاشق درد و ساز
نہ تہا آرام اوسکو غیر پرواز

ہوا پر سبز طوطا فوج در فوج
نظر آتی اوسی جو نہنگ کی موج

جو سکی طرح سے گرم فغان تہا
برنگ نالہ روز و شب روان تہا

ستمکش نے جو اپنی جنس پائی
تیا سس اوسکو کیا فضل خدائی

اودہر تو اوسکو تہی ہی انتظاری
کہ آپہنچی پدم کی وہاں سواری

اوٹہایا جو ہی پردہ اون یکبار
نگاہی دونو کی باہم ہوئیں چار

کہون کیا عشق نے جلوہ دکہایا
ایدہر اسکو اودہر اوسکو غش آیا

ایدہر اودہر ہوئی دونو وہ بیہوش
کمال نشہ میں جیسے قدح نوش

وہ کہا اوسطرف تیری مژہ سے
ایدہر بسمل ہوا اوس تیغ نگہ سے

. . . .

پدماوت

اپدر ہوا رکہی ہوا کی اوپر
نگر کر پر یکا کر اپنی نظر

. . . .

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر
تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار ٹہار

بنگالہ میں یک خوش باغ تہا
جو جنت کی دل رشک سوں داغ تہا

اتروان لگیا سیر کرنی کی تیں
جو میوہی کی جہاڑ انپہ بہرنی کی تیں

یکایک نظر تل فقیران دسی
دیکہی کوری نظران سینی ہر کسی

چلی ان کی سب پہیر سینی نکل
سوآئی عاشق کہی جو چنچل

دیکہی سو رہا ہی تا بات کا
جو روشن کرنہار اپس جان کا

ہوی بہوت خوش حال اوسی دیکہ کر
جو ہی حسن میں او بہوت نیک کر

کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان
دیوی منجہ کون پہ پس سودان

بلبل شمع و پروانہ

حروف رمز چھاتی پہ بنا کی
چلی القصہ وہ صندل لگا کے
وہ حلقہ کان میں دیکھہ جو اوسکے
ہوئی حلقہ بکوشش اوسکی وہ دل سے
پہنا کر دلکو جوگی کی جٹا میں
ہوئی رونق فزا دولت سرا میں
زبس مضطر نہایت مثل سیماب
فغان و نالہ بر لب چشم پر آب
طپش سے دلکی از حد ناگوارا
غرض جوں توں وہ گذرا روز سارا

پدماوت

کہی یا خدا منجہ دلاتون اسے
پتیبر اسکی منجہ کون ندی بھر کے

و صندل سون چھاتی پہ لیکھی جواب
نہ تہا دیکھی سکھون نیری مین تاب
تو کیا واسطہ یہان تلک آ گیا
میری تیں بہی دیکھنی پا گیا
منجھی بہی ستیا لیا کی اس فند میں
پڑت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پدماوت کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تھا اوس کو اپنے فن میں ید طولیٰ حاصل تھا مثنوی میں جابجا اپنی ذاتی رائے اور خیالات ظاہر کئے ہیں جس سے اوس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان بھی سادہ ہے۔ اس مثنوی کو گولکنڈہ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جا سکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جا سکتا ہے۔

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات ہیں ہندوستان میں نہیں ہے۔

جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۸) ورق (۱۱۰) سایز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیفہ کی جنگوں کا بیان جو علیؓ کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ حسنؓ اور حسینؓ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دکھنی مثنوی ہے جس کا مصنف سیوک ہے مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد حنیفہ سے ترجمہ کیا گیا ہے تاریخ تصنیف ۱۰۹۲ھ ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ نفس مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص "سیوک" جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ متعدد جگہ صاف طور پر اس کی صراحت ہوئی ہے مثلاً

حکایت انکی پھر سیوک بولتا | براہیم اشتر کا جگ بولتا (ص ۲۷۴)

یو سیوک تو ہجری کے سال تھی | ہزار ایک نود دو کی ابرال تھی

اسے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیفہ کا کر جنگ ختم (ص ۱۰۹)

دسے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا

یو منگتا ہے سیوک تے اب نچنت | مجہ آسان کرنا دیکھے سی (ص ۱۱)

یہ مثنوی قطب شاہی دور کے آخر فرمانروا کے عہد میں مرتب ہوئی ہے مگر بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو دکھنی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایک دوسرے شاعر غلام علیخاں لطیف سے ان کی چشمک تھی۔ کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی مثنوی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو شادی نامہ کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی مثنوی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ مثنوی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی۔ میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں بھی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

۱۰ جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اصلیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے ایک فرزند علی اکبر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں انہوں نے اپنی بادشاہت قایم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسنؑ کو زہر دیا گیا اور کربلا میں انکو (حسینؑ) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو دیا تھا

کر کے خط پیش کیا انہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا فوج فراہم کی چودہ ہزار لشکر کے ساتھ یزید سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں سنا یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے آپ ادھر روانہ ہوئے اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا وہ آ گئے۔ بڑی جنگ کے بعد یزیدی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مروان کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آیا اب کے بھی محمد حنیفہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اب یزید نے ملک روم، زنگبار، فرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی وہاں سے عظیم الشان لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طاغان اور موغان نے مدد دی بڑی جنگ کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہو گیا۔ مگر پھر آپ کے سرداران فوج اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔

ادھر یزیدی فوج نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یزید کے پاس روانہ کر دیا یزید سے آپ کا مباحثہ ہوا آخر آپ قید کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کی فوج آئی اور آپ کو رہا کر لے گئی۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا پھر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثنا میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بندگان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس آواز کے ساتھ آپ گھوڑے سے نیچے آ گئے خدا کی درگاہ میں توبہ کی اور ایک غار میں چلے گئے غار پر بجلی گری اور وہ غائب ہو گیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہو گئی آپ کے بھائی علی اکبر کو آواز کے ذریعہ آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے عزیز و اقارب وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے

کہوں یک جنگ شاہ شیر زبان | حسین شاہ ابن علی بعد زمان
سو اس شاہ کا یک عجب بھائی تھا | ابا یک صور بھائی دو مائی تھا
سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف | سو حسین کون بنے سایہ جد حنیف

سو ایک ٹن ہی فی علی سوں کہے | توں شیر خدا یوں سو منجہ سوں رہے
رہے مرتضیٰ سوں کو خوشحال ہو | سو خوشحال روں روں ہریک بال ہو
دنی بادشاہی کئے سرفراز | دیی بخشش شاہ نی شہر با نیاز
علی کوں بہے ہریک فرزند انہی | علی اکبر اسنام تہا کر سکیتے
جو سنکات اسبہائے کی شہ نجف | روانا کئے اسی شہر کے طرف
چلے شہر کے باٹ وین نیت لے | سو اس بہائی کوں آپنے پیٹ لے
کیتک دنکوں جا تخت قابض کئے | جو اس بہائے کوں وازری دیئے
لگے راج کرنے عدل اوج سوں | ردیش ریت انصاف کی بوج سوں
جو اس شہر سوں کربلا دور تہا | سو دو نو سنہ فاصلا دور تہا

مقابلہ دو شخص

پکا نیکہ کہو ریکوں دین دب کیا | زنگی وار خالی او پر جب کیا
مثنب فا قا کیا رد دوار | کیا مد انکہ حیدر کا نعرہ پکار
زرکب جا پہیر یا سشاہ دانشمند | زنگی کی کمر کا پکڑ کمر بند
لیا دیت وجا ترین میں لی او پار | پہرا اسکوں کر کر زمیں پر پچہار
زنگی کوں ضرب سو پچہاری دیا | سبیے استخوان اسکی سر بان کیا
جو عشیائے دیکہا زنگیکا ضرب | ولدکوں لگیا پوچھنے حال تب

کہی یوں ای ملعون جاتا کدہر | تنجی آج بہاتا ہوں دوزخ بہتر
سو یوں بول بکوار سارا کیا | سو چیٹے کوں اسکی آوارا کیا
دیکہیا بارکا فرکوں استنبار کہٹ | دو ٹکر ہی کیا اسکا ای بات سمٹ

دعمر علی شاہ رداست کہپرا　　دیکھیا سعد جیون نہات تاکہا پرا

تواستنے میں طوفان موغان آگئی　　ترنگہ لاک پر دس ہزاران اوجاگی
یزیدانکی دین پیٹھ پر آپہ ہی　　یزو زیر بالا ہو سب کرٹڑ ہی
مگر نوح کا سپھر کہ طوفان تھا　　کتیکہ وقت لک سخت گہسان تہا
زمیں پر ہو سکے سو نالی بیکھے　　وصدان اسمنے جون ڈنٹانی بجھے
ہر یک وار ماریں علی بوستے　　زمیں سکے کواران نمن کہو ستے
ہر یک یک طرف یون سو میدان کیے　　یزیدیاں سکے راریاں کوں رادیادہ کیے
ہوسنت ہاتیانکی تنکی تلار　　زمیں کا بھریا پیٹھ دسنے رکار
کہیں کس تنتہ ہاستہ باجن لگے　　یزدی کہتو ہو کر رہاتن لگے

پوچھے شاہ دسے کانسوں آیا ہی تون　　کہا شاہ آیا ہوں میں روم سون
کہے پادشاہ روم کرتا ہی کیا　　ملکہ ہور لشکر سو دہرتا ہی کیا
کہیا پانچ لاک ہور چالیس ہزار　　کمنداں سنت ہار دو ہیں سوار
رواناکیا ہی یزید کی کمدن　　اہی شاہ مظفر ہیری سون جہوجن

دو لشکر کا مقابلہ

ضفن شاہ کہڑی بانہ لشکر کی صف　　کہڑی بانہ کر شاہ فرزند نجف
ادتہی دین یزیدی آسکے بارل　　ٹیکے بارل بہار بیہ بہار ل
ضفن شاہ ادتہانی ترنگان سکل　　سو ہا یان عزیزان برادر سکل
سو لشکر میں لشکر ملائی کیا　　لشکر میں لشکر کہیل بلائی کیا

اوٹھیا ہانک ہنکار چو رہیب تی ۔ اوٹھیا شور چو دہرنی جو آفتے
لگے مار پیٹ واراں سبل ۔ حنف شاہ کی موہن سواران سگل
سو اتنی میں طوغان موغان آ کے ۔ ترک لاک پر دس ہزاراں او چا کے
پڑے آ یزیدان کی دین پیٹ پر ۔ لگے مارنے سر سب سینے جگر
سو طوغان و موغان وین ماتے ۔ محمد حنف پاس انپڑیا اہٹی
حنف شاہ طوغان کوں دیکھکر ۔ سو خوشی دل ہوئے شاہ حنف شیرنر

لگے مارنے تیغ او تیغ زن ۔ کچلنے لگے یوں یزیدان کا دہن
یزیدان کوں سب زیر پا لا گئے ۔ لئے مار لشکر او جا لا گئے
یزید دیکھ لشکر کے احوال کوں ۔ چھپنے کانپنے تن پو ہر بال کوں

خاتمہ مثنوی جس میں تاریخ تصنیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیما کیا سر بسر ۔ تھی تاریخ تدھان جان خیر البشر
یو سیوک تو ہجری کیرے سال تھی ۔ ہزار ایک تو دو دو کے اپرال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم ۔ محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
کریم الشکور و غفور الودود ۔ بھیجا تھا نبی پر صوا راز درود
ہے سیوک غلام نبی کا سچا ۔ شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا سیوک نے اب تجہ کنے ۔ مجہ آسان کرنا دیکھے سر سنے
اتنا یو قصہ فارسی سوں اول ۔ کہا دکھنی میں ترجما سنجے بدل
ختم کر توں سیوک دعا پر کلام ۔ بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آیندہ میں آئیگا اسی ضمن میں اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بلوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی قصہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے در اصل ایسا نہیں ہے محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف[۵۱] میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

---

[۵۱] اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں نمبر (۱۵۹۲) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کیٹلاگ ایتھے نے کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس کا مصنف محمد عاشق ہے جو عام طور سے شیخ نور الدین محمد عاشق سے مشہور تھا "چہار سو عیش و طرب" جو ۱۰۶۵ھ میں لکھی گئی ہے اس کا بھی یہی مصنف ہے۔ کیٹلاگ اسپرنگر میں اس کا ذکر ہے P ۱۲۳۹ اور برلن میں بھی موجود ہے P ۹۲۳ محمد عاشق زین العابدین (جو عام طور سے ملا صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اس کا ایک دکھنی ترجمہ ظفر نامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا مصنف مفتاح العاشق ہے" ص ۸۷۵

بلوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ بھی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کو جہاں اس امر کا دھوکہ ہوا ہے دکھنی مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے وہاں ایک دوسری سہو بھی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفر نامہ مصنفہ غلام علیخاں (جو عام طور پر مفتاح العاشقاں سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنفہ سیوک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ دونوں جداگانہ ہے۔

ظفر نامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملاحظہ کے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونو مثنویاں جداگانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جداگانہ ہے

حسین و جمیل تھی محمد حنیف اس سے مطلع ہو کر گئے اثنائے سفر میں دیووں اور پریوں سے مقابلہ ہوا آخر پر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سیوک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جداگانہ ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

”قصہ رضوان شاہ روح افزا“

برٹش میوزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۷۱۶ اورینٹل) ورق (۸۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¾ سطر (۱۵) خط نستعلیق

یہ نسخہ ۱۲ صفر ۱۲۰۷ھ کا لکھا ہوا ہے بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”رضوان شاہ شہزادہ چین اور روح افزا پری کا قصہ یہ ایک دکھنی مثنوی ہے مصنف فائز۔ مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک فارسی نثر سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے سنہ تصنیف کو جو ۱۰۹۴ھ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا ہے ۱۸۷۰ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔“

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ

”رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فائز نے دکھنی اشعار میں ۱۰۹۴ھ میں لکھا ہے۔ ۸۰ صفحات فی صفحہ ۹ شعر“

اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک مثنوی دکھنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۹۴ھ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار
اوس اوپر نود اوسکے اوپر چہار
ہوا قصہ رضوان شہ تمام
نبی محمد علی پہ ہزاراں سلام

فائز قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کرنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان رضوان شاہ دیکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے بعض دوستوں کی فرمائش پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و نعت و منقبت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف درج نہیں ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ چین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکار میں ایک ہرنی کو دیکھکر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہو گئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہو گیا اسی چشمہ کے قریب جہاں وہ غائب ہوئی تھی مقیم ہو گیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شادکام ہوا مگر پھر جدائی ہو گئی آخر بڑی مصیبتوں و پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی بامراد چین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش ہے۔

اول نام حق کا لی بولوں سخن	بندہ ہوں اوسکی توحید کہوں سخن
ہی اللہ معبود برحق قدیم	کہ رحمٰن ہی خلق پہ ہور رحیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا	نکر یاد اوسی کیوں کروں ابتدا

حمد و مناجات کے چار صفحے ہیں اوسکے بعد بلا عنوان ہی منقبت شروع کی گئی ہے۔

ہماری نبی کا ہی پایا رفیع	مقدم شفیعاں ہو سب پو شفیع
شکر اوس خدا کوں جو خلقت کیا	ہمیں کوں محمد کی امت کیا

نعت کے بعد بلا عنوان منقبت علیؓ شروع کی گئی ہے۔

جتی بھائی کی دین کا تھا وزیر | ہی موسیٰ کون ہارون تجہ کون امیر
نبوت کی رتبی ہیں تھا جی ولی | موہی ہیکلان شاہ مردان علی
امیر عرب شاہ دلدل سوار | شہ لافتا صاحب ذوالفقار

سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔

سنبی ہیں ہوا ہی کسی دلبری | جتا ورہ ڈھونڈہی ھی کسکون پری
ھر یک بات کا ایک قصہ ہوا | ھر یک نقل کبھی اوپنچ پیدا اھوا
ھزہ بہوت نقل و روایات میں | وقت بہوت لگتا حکایات میں

بہوت ہی حکایات اسرھات کی | کیتیک تو کتابان ھی اسبات کی
کیتیک فارسی کون بھی دکھنی کری | دونوکاں قیامت تلگ نا مری
کیتیک نثر او سیں کیتیک میں نظم | کئی میں جمع کوئی عرب کوئی عجم

تو کرنی نپڑیا مج کون اس آس سون | نہ تھی نیند مج کون یو وسواس سون
کہ مج سون بہی کچ یادگاری رہی | جو مج بعد کوئی بہشت روزی کہی
نہ دیکھا اپس کی طبیعت ہیں تاب | جو کہنی سکون نظم کر کوئی کتاب
نظم میں رسالی کیتا ہوس | سکت ہی جتی کا وتا کام بس
کیا سیر اکثر حکایات کون | رکھیا دلمیں اپنی ہریک بات کون
پڑیا تھا میں جتی قصا کی کتاب | سو قصی ہیں یکبات نہی انتخاب

اتہا فارسی نثر میں یو نقل | اوسی نظم کوئی نہیں کئے تھے ادل

تو میں بندہ فایز ہوس دہر کوں تب | یو قصے کوں دکہنی کیا نظم سب
دسیا فارسی مختصر بسط نہیں | دیا شاخ و برگ اس حکایت کوں نہیں
بڑہیا فکر سیات طول تہوڑا دیا | دیو نیک طبع آزمائی کیا
مجہے شاعری کی کدہی مشق نیں | کیا ہوں بزرگاں کی تقلید نیں

نہ شہرت مجہی شاعری کی ہوس | نہ انعام پانی کی دل میں اس
مہرباں جب مجہ پور لی ہوا | میرا فکر مجہ کوں مربی ہوا
طبیعت کی دریا کو آیا ابال | قیمتیاں نکل آتی ہر ایک بی ڈہال

ابتدا داستان

جتی ہی حکایات کی راویاں | یو قصہ او نو یوں کہی ہیں بیاں
کہ تہا چین میں یک بڑا بادشاہ | دولت ہی بہری اوسکی یک سالہ راہ
اوس اطراف میں تہا جسے تخت و تاج | اطاعت کریں اوسکوں دیویں خراج
ولایت ملک کچہ نتہا اوسکوں کم | کسی کی طرف سوں نتہا اوسکوں غم
دلی یوں کہی مجہ کوں آیند نیں | کہ مجہ نسل میں ایک فرزند نیں
جو مجہ بعد اچہی وارث تخت دو | تہا نہیں نکالی مجہ سی بخت دو
میرا تخت کہ اوس سوں پاوی نظام | کری مجہ کوں عالم میں نیک نام

خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار ہی شاد اچہو | جنہم سکہ سوں اپنی عمر کی آباد اچہو
خدا پاس پاوی اپن مدعا | مجہی بہی کری مغفرت کی دعا
الہی توں فایز کو کر رستگار | دلا اوسکوں جنت میں دار القرار

تن اوسکا پچھڑ جای جان سون — ملا روح کون اپنی رضوان سون

جد ہانلک جہان جگ تی مشہور اچھی — یو قصہ جہان بیچ مشہور اچھی

کرون کیون شکر اسکی اتمام پہ — ہزاران شکر ہی یو انعام پہ

اتہا جب وقت سال ہجرت ہزار — اوسس اوپر تو دا اوسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ کا تمام

نبی ہور علی پہ ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق وہ باتیں اور لکھی جا سکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہزادی شہر شہبستن کے اوپر یو لیا فائدہ شاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت وپند و اظہار کلام و بیان اپنا۔

(۳) ابتدا داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادیسوں وزیروں نے عرض کئے کہ عمارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بوڑھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ میجر ڈبلیو کار نے سنہ ۱۸۷۰ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکھنی شعراء کے کلام کو ایک سلسلہ میں شائع کیا جائے اس سلسلہ میں گلشن عشق پھول بن اور قصہ بی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس سنہ ۱۸۷۵ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہو گیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی شرح بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکھنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہوتے

اس مثنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فائز اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے متعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکھنی مثنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا بجائے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فائز کا طرز بیان بھی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱ قصص اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

ظفر نامہ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۰۱ ورق (۱۵۸) سائز ۹ × ۵ سطر ۱۷ خط نسخ سنہ کتابت ۲۴ سنہ جلوس محمد شاہ

کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکھنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔
جنگ نامہ سیوک بھی اسی بیان میں ہے ہر بیان کے پہلے سرخی سے
فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے مصنف کا نام غلام علیخاں اور تخلص لطیف
ہے انہوں نے خود کو مفتاح عاشقاں سے بھی موسوم کیا ہے وہ قزلباش
قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا ظفرنامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں ہوئی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں البتہ ڈی ٹاسی نے اس کی صراحت کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً

سنہ یک ہزار و نود و پانچ پہ | بنا کر مرتب کیا یو اچھر

ہزار و نود و پانچ تا ہور بیکر | نہ رسے کیکیان لعل ہیرے او پر

ہزار و نود و پانچ میں یا اصول سے | سبب یو مثنوی ہوئی ختم کتاب

غلام علیخاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر امامیہ مذہب کا پیرو تھا لطیف

تفنن الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی امارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدرآبادی ہونے پر بھی اظہار تفخر کرتا ہے۔ پُرگو شاعر معلوم ہوتا ہے کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی۔ ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہنامہ کو ہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ "ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندیار سیمرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں"

مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علیؓ اور حسینؓ کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں یزید پر لعنت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے تمام قصہ پر چند مرثیے خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم مضمون ہے مگر دونوں کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توضیح ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا وہ اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اول مدینہ پہنچ کر ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد یزید سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاہ زنگ شاہ فرنگ و خیبر کو طلب کیا محمد حنیفہ نے اپنے تین بھائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقیل علی کو بلایا اس کے سوا ترکی سردار طوغان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جس میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کر کے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیفہ غائب

ہو جاتے ہیں جب پر امام کو سخت رنج ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمران کر کے خود سلطنت سے کنارہ کش ہو کر سیاح ہو جاتے ہیں کہیں ایک روشن دل فقیر آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ مدینہ آ کر علم استادہ کرتے اور محرم کی بنا قائم ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے جنگ نامہ اور ظفر نامہ کا اختلاف معلوم ہو سکتا ہے۔

ظفر نامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد

کروں ابتدا بسم اللہ سے　　مدد منگتا ہے بسم اللہ سے
کہ اول کروں وصف اللہ کا　　جنے جیو دیا سوا لا اللہ کا
بڑا با غنی کل شئی کا دھنی　　سدا کبریا جود ہیں تس کرم تے غنی

بادشاہ کی مدح

کہ فی الجملہ کر بولتا ہوں عیاں　　مرتب کیا ہور کہاں سو بیاں
تھا جب دور سلطان شہ ابوالحسن　　شہر حیدرآباد انکا وطن
کیا تب ظفر نامہ کا میں بنا　　مرتب کئی لاک سونا چپ رہنا
محرم کا جب چاند پیدا ہوا　　ظفر نامہ کا تب ظہورا ہوا
بنا یوں کیا دن کم باندرات　　مرتب سو عاشورہ کہ چاندرات
ظفر نامہ یکسال میں سب کیا　　دہانتی ہر یکتیں سو پڑھنے دیا
سنہ یکہزار و نود پانچ پہ　　بنا کر مرتب کیا یو اچھر
قزلباش قرد نیلوانزاد ہوں　　و لے زادہ حیدرآباد ہوں
ہی تاریخ مولود میرا غنی　　سدا دھیان تیرادی حج ای دھنی
ہوں سلطان عبداللہ کے دور کا　　شجاع ہور سچا ہوں بڑی نور کا

لطیف ہون لطیف ہون لطیف
ضعیف ہون نحیف ہون ظریف ہون حریف

مطول نہ کر اب کیا مختصر
سکل تیدا انتہا سو یو بولکر

ہی پورا یو سب مثنوی کا شمار
سراپا سو بلکہ اوک پنچ ہزار

نہ ماندہ نہ سست ہو کو تاکر شتاب
کیا عزتی سات ختم کتاب

ہزاران درود وہور ہزاران سلام
نبی ہور ولی پر اچھو مدام

مناجات حرفات تجہی میں بند
گناہون سو دل رکہ سنو دردمند

کسافت تے جون دور ہتوں صافان
لطیف ہے کہ مفتاح دون عاشقان

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاہ نامہ کے جواب پر لکھا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفر نامہ شہنامہ کا تاج ہے
رعیت ہے وہ یو راج ہے

کہ شہنامہ وصف ارا عیت ہے
ظفر نامہ مردان کہ تعریف ہے

کہ رستم اتہا یک سیستان
فردوسی کیا رستم داستان

پدر اس کا سام گرد برز اتہا
ولے کیا کہ سیمرغ پرور اتہا

نبی خلیفہ شہی انجمن
تمن اول تے گردان کہ گردن شکن

ہمیشہ جتی تس دیکہی تو ہور ہوی
کہ شاعر زبردست پر زور ہوی

ظفر نامہ سالم ہے مثل غرور
ہوی تس کنی تے حفظ اوک روز نزد

نکو جانو یو او بیچ پرواز کر
بتایا ہون تس جیا نے کے راز دہر

ظفر نامہ مردان کا میدان ہے
کہ شہنامہ گیند ہور یو چوگان ہے

کیا کام ہات کنگن کہ تین ارسی
دکہنی زبان عربی تے ہور فارسی

تون داناہی تو دیک دانائی ستے   کہ بینا ہے تو دیک بینائی ستے
ظفرنامہ میں کام کیا کیا ہوا   ہے روشن دلانکا پور روشن دیوا

ابتدا قصہ

خبر دیتی ہیں راویان اسسو ضا   ہوا کیون اہی سو بو قدر و قضا
کہنی کربلا کی سو جگہ ہی میان   حسین ایکنا میں الک سب بیان
رکابدار کی بات دی بولی تب   ہیں اس ٹہار پر جو شہید ہوں جب
تون اسوقت نامہ سو لی رات رات   محمد حنیفہ کی دی جا کو ہا ست
رکابدار اس بات بعد از حسین   روانہ ہوا کر کو پر اشک نین
دو منزل سو یک کر کو چلنی لگیا   کہ سیماب تیون بیک و ہمی لگیا

دو شخص کا مقابلہ

اسے لعین بد حال سے ہار کر   تجی بہید بتا ہون دو زرخ بہتر
یو سن بات ولمال مردار خوار   تو ہے مقصد منی کرنہ تہیں نا بیکار
اچا کر ستنیا جبکہ وانتا کر ور   تب طالب علی چھین لیے حمت مدور
دہان سے سو نیزہ کہ تیں راست کر   چلایو ملعون وو شاہ پر
و نیزہ صد و بست گز تہا دراز   تبے لے لئے کارہ کر شاہ ہیاز
کہ بعد از غضبناک ہو کر لعین   لگیا تیغ کی کرنے ضربان وہین
ہر یک ضرب اسکی لگی کرنے رد   ہنرد الیاد ہو کر سرد
پہ ہوا کر انکی پہل تین پہل تا   نہ دہستا انکہ وو چپ اپ کہلیتا
دیکہیا نہ کی اکل نہ دہستا ہی فیل   نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

کہل دیک بازی دہشت کون ہار
تڑتک کیا ہی سنگر تا پکار
ھنی کے کئے چار یک سند قلم
لنبا ہو نپڑیا پہیں پونٹ تکی قلم
دہک پضرب تے چہلم سر پتی
نکل جا پڑیا دور دک نکبتی
نیکی سپس تے اتٹ کو ملعون خر
پکپڑ کر لیا دک دوال کمر
تو طالب علی بہی پکپچ کر سوال
پکڑ جلد لیتی کمر کا دوال
زنگی کا وزوری بہوت کر تہکیا
ولی سشیر سکے تیں ہلا نیں سکیا
یو طالب علی حیدری زور کر
اچا کر پہرا ماری یوں ہیں اپر
کہ جون بجلی بادل ستے کپر کپرا
پڑی تیوں زمیں پر پڑیا کپر کپرا

جنگ کا بیان

جب کفار کا صف نمودار ہوا
تب اسلام کا تیز تر وار ہوا
ادہر تے فرنگی دو زنگی کہ تہک
خبردار ہو پہاک کر سارا جنگ
سکل توپیاں پین ہودا سری
بنداسپ خراں تیں ستری پاکہری
فرنگی سو باجا وکے دہات کا
بجاتے جون دہال گنڈات کا
دمامہ سو جون فیل کہ کونہ تیون
نفیری سو جوں خند کہ سونہ تیون
نشانان سو جون دہوتران کہ مثال
کہری کہول صف بند ہو کا لا ابہال
کتے انہیں دستے تہی جوں دہوتری
کتی انہیں ستبال کہ تہی پوتری
دک ان تیں سو یو سب صف صفدری
علم کری کہول کر حیدری
تو بانکا وہی حیدری تارتا
کمر کیا ہی وہاں دس ہنکارتا
تب اس وقت کرنا سو برن در پہری
کہ جون شیر میدان میں گرکری
طبل حیدری سنکہ تب بیدرنگ
لرزتے لگیا صف ستی پاستاہ فرنگ

جب اس وضع دو دہر سو کیج بہار ہوا
تو بہا تتان نقیبان کا ہنکار ہوا
کہ کن پہلوان قصد میدان کر
بکت طفل دست اپس پچان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہو کر لوگوں کو مرید کرتے اور شجرہ دینے لگے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مرید کرتے وقت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد "بہار محرم" کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں بیان کرتا ہے۔

کتک دن پچھے دیک ماہ عشور
کہ رسم عزا جکین کینی ظہور
شہیدان تیں کری کر علاوا پیندا
دہی دہول سنج میانے غمکا ندا
لوہی دہلتے نقل کر ستعید
مقرر سو دیس کا کرو عید
کہیں کہیں چراغا جلانے لگے
شب و روز کنچرا کہلانے لگے
کہ نار یزہ تربت بنانے لگے
حسینا بدل دھن لٹانے لگے
کہ ہر شب اپے روضہ خوانے کریں
سہیلیاں اپنی لے سات علاوہ پھریں
کہ بعد از شہیداں کہ سو ابیعت حضور
کریں ہادی ہو مرثیہ کا ظہور
پرہیں ذکر ذاکر ہو کر جب امام
رداویاں ہو تب بجہر بولیں تمام
دہانتی سو عباد شہ نامدار
اٹہی بول رو رو ٹپکر زار زار
ہمارا عزیزاں سنو درد دود ک
ہو اکہوں سو کاریو ہیں چہو کھو کر
بنا مرثیہ کا سنوا ای عزیز
کتا ہوں سو سب کہول کر با تمیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفر نامه

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

کہرے سر کو جا سر کہ یاں تا ترنک
اٹھیا اسے تھج بول کر سید پر تک
اری کا فران عادیان پچھیاہ
پیکی آونا پہوں داتول دہیا
بنی نیں کرون یار ٹیلا اتال
اڑمو تی کو سر کر کرو ٹھلی تہال
پو سنکر سہراب زنگی پلید
غضب سات آکر تیز دولید
کہا آج مج شام کی شہر میں
نہی ھیں برا پہلوان دھر میں
میرا نیس پر پانچ گز قد اہی
بڑی عادیان منج انکی ردا ہی

....

پوچہو رسے تیرا نام کیا ہی سو بول
کی پی نام کی چنکی کرتا کہول

جنگ نامه

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

طالب علی محمد حنیفہ سے اجازت لیکر میدان میں
آئے اور یوں مبارز طلب ہوئے —

کہا یون تیدید بان پو نعرہ بلین
جہنم میں اے قوم آتش قرین
چلے آؤ میری اوپر تیس تیس
کہر کے تل اونارون ہرا ئک کا سیس
اٹھا تکہ یہ یران میں زنگی کہن
خمر بتن یارا کو دہنگی سرتا
انہا قد اونچا زنگی تیس گز
اپر پانچہ کر دل کہ تیس گز
تڑا اوچہ لشکر میں زنگی کتے
او ستہ ناؤن سہراب زنگی کتے

....

سو در حال زنگی فی ورین پیدا ہوا
سو طالب علی کا مقابل ہوا
کہا یوں اے نادان حیوان تمام
تیری ہور تیری باپ کا کیا ہے نام

ظفر نامہ

تب ہنس کر کہی ای لعین فہم تین
کرتا ہوں ستی تجسن دور کر وہم تین
کہ شیران کہتی مجکوں طالب علی
میرا باپ ازل تہی ربکا ولی
یو ملعون دیکہیا یو جتا داستان
انا چہرتا ہوں تجہی راستان
یو سن بات سہراب زنگی لعین
نہ دیکہیا سو شمشیر والیا سنگین
کہ یوں جلد اسکا سو کر ضرب رد
تب لیا ستی حیدری ضرب فرد
سپر ایں لعین کا اتہہ کر تیر تنگ
سنگ کروں پڑیا دھرتنہ پر بید رنگ
تو سہراب زنگی سو دو پانوں اتار
لگیا تیغ کرنی کی تہیں بیشمار
تب دیا اسکو قدرت شہزادہ دیتی امان
دہا دو دہا منگا کر فرس سنگیان
چڑا اسپر وہی تیشم پہر آئی کر
کہ واران لگیا مارنی سستہ
یکا یک لیا پہر ضرب سو میں دہی
اتی اسکی کہوڑی تل ال دو سگئے

جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کہری دیکہتے
مسلمان کافر جہتی نہی دستے
کہی سن ای زنگی کہوں سچ کہتیں
میں طالب علی ولد مولا ہوں میں
دیکہ وار زنگی کہ ہنسکی کیا
سو اووار غازی ای سر پر لیا
یکہ ہات یکہ واران حد کیا
یو سہراب کو واران رد کیا
نزان بات دونوں میں ہونے لگی
لگے دہات کون بہا نن ہونے لگی
کہرک کون کہدک لگت کہپرا ہی ہٹے
کہپیا ری سون ماتش آری ہٹے
سو طالب علی ہات کہر بایدا او
اسس شور سنے او سکون سکلاہی سو
تو زنگی پر سو او ہات شیدر کیا
دستے ہور ملا اسکی تکبیر کیا
رکہیا مار زنگی کون دو ودھ کیا
نہ ہد یان سکی لشکر میں نہر کیا دیا

ظفر نامہ

کہ جتنا لنبا تہا سو اتنا پٹول
دو حصہ دھو کر پڑیا بہین تتول
جب اس وضع سوں ہراساں زنگی ہوا
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک و موغان ترک امداد کو آتے ہیں۔

سنتا ہوں سنو کہوں نقل عجب
کئی فتح سو تیرہ ہی و عجب
دو کیوں فتح کیتیں ہیں سو پوتتا اون
چھپا راز اظہار کر کہو تتا اون
کتی ہیں کہ یکروز طوغان ترک
کہ بخشان ترک ہور موغان ترک
یو تینو برادر سو اپنی سرا
کہ تبریز میں بیٹھ مجلس بہرا
ہو غمناک تب یون لگی بولنی
چھپا مدعا اپنا کہول نی
اہی یاران کہ لی دن بی حسنین کا
نہ آیا خبر شاہ کی دونین کا
نہوا جاسنے انکا سو کیا حال ہے
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال ہے

جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے اعدا اور ارقش دو بھائی تھے وہ محمد حنیف کی امداد کو آئے اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھکر ارقش طوغان ترک کو جاکر اس حال سے آگاہ کرتا ہے۔

چلیا و پنچیا ارقش نی طوغان کرن
او طوغان کون ہور موغان کرن
ہوا جا کہ حاضر و طوغان کنے
لگیا حال یکدھر تی سب بولنے

یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان اس امر کا شروع ہوا ہے۔

"طوغان اور موغان مدد کو آئے"

بزان زور دیکر اوتھی کو نیچکہ
چلے آ کی طوغان موغان کر
قنا یزیدان ایس ہیں ایس
شبان بہائی سو جا کہ سر پہ کھپے

ظفر نامہ

تپاسس پی یون بول رونے لگی
یو تنیو مک انجوان تی دھونی لگی
قضا را سو تب ایک قاصد شتاب
محمد حنیفہ کا لا کر جواب
کہ فوغاں تنک ہاتیں آ دیا
لی دو نامہ تب کھولکر دیکھیا
تو تسمیں ستم اسم ہی حسنین کا
حقیقت علی کی سو دو تیں کا
و نامہ سراپا سو پڑ کر تمام
ہوکر ماتم غم پاس پکل خاص و عام

حارث بن ابراہیم اشتر کے جنگ کا ذکر

ملاحظہ ہووے

یو جنگ حارث اشتر سی نو خیز کا
کہتا ہوں سنو ایسی خون ریز کا
کہتی ہیں کہ ابراہیم اشتر کی ہین
تھا چودہ برس کا نہتک پوت دین

جنگ نامہ

حارث بن ابراہیم اشتر کا جنگ

تھا ایکہ اشتر کون فرزند نیکہ
او چودہ برس عمر دلبند نیکہ
اسے ناؤن حارث اتھا کر کتے
جو او حارث ابن اشتر کتے

ظفر نامہ

و پولاد ہمراہ لی چالیس کپوت
نواسی سپکل عادی جوں نسل بہوت
سب آئی ہیں پولاد میں غرق ہو
چلی آئی جینی ستی فرق ہو
سریاں پاکھراں باندھ گھوریاں کی تئیں
بہلم توب بند کر کنکیاں سر پو دئیں
غرورے منے سات تو آئی چل
ولی دیک یو ضو ہوہی چل بچل

منجی ایک فرزند شمشاد ہی
میرے عادیاں میں وہ آزاد ہی
اس ہیجیا ہوں کہ لمحہ منی
تسی بند کو اب لائی تیوں جالنے
یوں اس وقت نی بول شمشاد تیں
پولا کر کہا تسکو پولاد وین
بکی جا پو کو دک پکہ لیا کپوت
توں تس حق اپر جوں آئی نسل بہت
کہ بعد از سو شمشاد مغرور نی
انگی آئیکر پیرنی رن سور نی

جنگ نامہ

سن ای بات مرداں فولاد کوں
لیا جائے فولاد میدان توں
کہا وردکاں پہر کی لو واں سوں
ہر یک یک کا لیاں تھی جان توں
میرا دیکہ لائق توں چہور ہی ادپو
تو سو عین منہ لہجہ تا سے سکو
منگاتا ہوں میں ہیچ فرزند کوں
بکر اسکوں جلتا چہ کس فند سوں
اتہا پہلوان کس قوی باد کو
پکاریا اوسے فرزند شمشاد کو
سو در حال شمشاد جا باپ کن
کہا باپ جا اس تھی کوں نرت
سو در حال شمشاد میدان منی
کیا وار جا رشتہ پو شیطان سنے
جو اوّ وار جارشتہ نی رد کو اسی
کیا وار جا رشتہ نی ید کرا سے
السے وار میں قتل شمشاد کوں
مثلیا بارو زخم میں دنیا میں سوں
مو او دیکہ شمشاد اس حال سوں
نہ طاقت رہیا دیکہ سو سال کوں

ظفر نامہ

چلد والیا تیغ کر دست دراز
تو کیا کر سکی شیر کہ تین گراز
وصیں حارث اشتر سو کر ضرب تُد
تب ایسا ستیا حیدری ضرب فرد
اسی اسکے گھوڑے کی مثل غبار
کیا چلد فی النور یک وار مار

دوال کمر حارث اشتر کا دین
دغا فی پکڑ کر لیا جب لعین
کہ تب حارث اشتر سو کھینچ کر
اپی اسکے پکڑیا دوال کمر
دو دو ہرتی لگیا زور جب دو دیوں
کہ تب شیر نر کو پڑے زور دو دن
پھر سکی پو فرہاد تین ترین بھی
معلق اچا لیکو مرد جھی

پو پایہ حال فرہاد کا دیکھ کر
دتار غش آکر دو دیکھو نہ خبر
لیکا یک لیو حارث اشتر اپر
وطاقوت ہر تہ ستیا مکہ کر

جنگ نامہ

سو سب سالی در حال حارث اپر
کیا وار حارث پو نیزا پکڑ
جو حارث فی نیزا یکو کھینچ کر
کیا وار نیزا یکو اسس اوپر
رکھیا مار سینے کی پہلا دکر
دیا پھیج سو سال شمشاد کر

دو فرہاد حارث کے نزدیک آ
لیکایک کمر بند میں ہات بہا
جو حارث نے دیکھا کیا دست
...... بھی کمر اسس لیا پکڑ او
بزان زور دو تو ہو نی لگیا
سو دو تو سنے زور ہونی لگیا
او فرہاد نی زور کرنی لگیا
کیا زور سنے بن نہ حارث وکیا
جو یک زور حارث نے حملا کیا
سو فرہاد کون کھینچ دوزانو لیا
اٹھا او جپا کر لیا سر اوپر
پچھاڑیا زمیں پر کھیرا سپر

ظفرنامہ

یوں خیز و ضرب رد کر کو دیک
اپی بی ستیا حیدری ضرب یک

....

دیکھت یو تماشا سکل قدسیاں
کہ صد آفریں بولی بارے جوان
یو ہوئی تیغ بازی سو اس حد تلک
کہ خورشید آیا یہ قطب فلک

محمد حنیفہ کے غائب ہونے کے بیان میں کہتا ہے۔

جنگل کہات سب لہو ستی بھر گیا
اچنبا عجب کام سٹ کر گیا
جوارج کہ جب لہو کے ندی چلی
کہ پاتال لگ تس سو دہرتے ڈھلے
لہو میں سو گھوڑا لگیا تیرنے
چلی کر فرتا اچا سیر نے
یکایک تو آسمان پر سے صدا
دیا غیب ستی سو ہاتف ندا

جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ لڑنے آتے ہیں۔

کیا وار حارث پو ترتا ترت
سو اس وار کوں جھکتا لیا بہو ست
کیا وار حارث نے دیسچور پہ
سو دیچور نے ہات تا لیا مگر
تران وار پہ وار ہونی لگے
بکس جھکہ کلہاری ہونی لگی

....

او حارث کوں لشکر جتنا سب سکل
کہی مرحبا ای سپاہی اول

لگیا لہو نیں تیر فی تر تک سوادل
او شہد یک تیغ شاہ سوار ول
پھر اسکی اپر سخن جلتقصل جو ہو
ار کہ سخن جلتقصل جو بی وارد ہو
ترنکہ اس بھیتے لوہیں بہو بوجھ کو دیس
لگیا کرنی بندی خدا ہمنفس نہیں
لگے کاٹنے سخن بندی خدا
کہ از غیب بیٹوں شاہ کوں آیا ندا

ظفر نامہ

ای میری محمد حنیفہ دلیر
تیا کاٹ ہنوز تکڑ ہوی نہیں ہیں سیر
میری آخیر پیدہ یو ہیں کرسکل
تن سکاٹ کیتی ہیں یوں رن کندل
ایکر آلر پیدہ تیری وسلے
تو یون بیچکر کاٹ کر کہو دستے
محمد حنیفہ یو سنکر صدا
وہیں ہو کو تازی اپر سے جدا
کرتر سن خدا دیں اپن منہیں لا
یو دیہان سیتی ہو نیکر دودا

....

علی اکبر انیری جب آغاز کن
دیکا یک سنی غیب تے یو سخن
محمد حنیفہ نے ہمنا ہی کام
تمن جاکو پہریان تے اپنے مقام

جنگ نامہ

کہ بندی تیری ہیں یا بندی میری
سمجہ تون تیری ہیں بندی میری
مگر کیا او تن کا توڑ کرتار سے
انو کون تون پیدا کرنہار سے
مگر تون انن کا خدا ذوالجلال
کہ اس دہات مارن تجی کیا مجال
پیا یون نداشاہ کے گوش ہجا
مگر اکر شہنشاہ تیرتکہ بان بہا
سنیا جون نداشانی اسمان کا
مہربان خداوند رحمان کا

....

علی اکبر اس تعاری کن آی کر
سکے قصد اپی بہی کہ جانی بہتر
علی اکبر شاہ سے آوار بہی
ہوا غیب کا اکوت آواز بہی
کہی پہر علی اکبر اندر بہی
خبر یوں زین العابدین کو لی
محمد حنیفہ سون منجی کام سے
منجے کام اس سو تجہ صبح شام سے

جنگ نامہ اور ظفر نامہ قطب شاہی دور کے رزمیہ مثنویاں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی رزمیہ مثنوی خاور نامہ ہے اس کے ساتھ بھی مقابلہ نامناسب نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ بعض حالات قریب قریب یکساں ہو جاتے ہیں۔

خاور نامہ

مقابلہ علی و طہماسپ

اویوں بول کر قصد جولاں کیا
کماں زہ کیا سو رمیداں لیا
کسی تیر باراں دونو ملک سخت
ھوا کالا خورشید کا روی بخت
بہت تیر بستی انو پر سپہ
توں بولیکا سپر انکو واں آئی پر
خالی کیتی ترکش زنتر خدنگ
نیزی لیکر او کہولی بازو جنگ
کئی نیزی لیکر او چنداں ستیز
ہوئی نیزی ہا تہیں زبر زبر
وہاں بھی انو لتی سو پال کرتر
دکھاہی مردی اپنی بہادری زر
موسی کو تنی تہی نرم پا لہا
سنگیں کسی صفت ہیں گو پا لہا

ظفر نامہ

مقابلہ عقیل علی و قیصر قیصراں

کہ فلیحلہ ستا دتن مومناں
شہیداں کیا قیصر قیصراں
عقیل علی و یک طاقت نہ لا
دتا رخش کا فرتے قیصی چلا

....

عقیل علی تب لہو اکار لی
معلق ہوا کی اپر دال دی
دکھرا سو اپنی انکھی کھینچ کر
بہ ہمنہ سو خنجر یو کر ستیر نر
یوں اسد ہات ماری سینہ کی بہر
جہلکی لگی تیوں انی پیٹ پر
کہ تب قیصر قیصراں ستا منہ
ہوا شیر کی ہات تی غنم

خاور نامہ

لیا تیغ طہماس کرنی کون جنگ
کیا ستی سیر سون بہوت کوشش پلنگ
عجب کتی دیکھ حیدر نامدار
اچانتی اپنی سر کی اپر ذوالفقار
کری ایک اس تیغ کون مایہ دار
تون یو لیکا خورشید کون سایہ دار
مو اور تہی طہماس کا مکہ جون زر
لیا یا مکہ اپر اوپی زرین سپر
ماری سر اپر تیغ اعدا گذار
سپر سر اپر اس سوا جون خیار
جو اس شیر کی تیغ کاتی سپر
چرایا ہی طہماس بدخواہ سر
کہوڑے کی عنان کون پہرایا او تیز
چلیا تازی کون لیکر راہ گریز

ظفر نامہ

مقابلہ علی اکبر و زنگی

سپر گرز کا تب اٹہایا یون طرف
ستی تیو دو وصف کہ خلایق براق
ولے گرز ستی نکلیں دہمک کر تلے
یو شہزادہ کہ ار بند بند ہلی
ولیکن شجاعت میں کچ شک نہ تہا
دکہل کے تہی یو شیر بیباک تہا
قضارا دوئم ضرب الغا لعین
نکیا ستی شہ پر سو اکبر دکین
علی اکبر اسوقت لے نام رب
لیکر گرز تین کا رہتی لے تب
پہرا کر پہرا کر سو اس سر پہ
لگ تیون سو ماری و ابلیس پہ
و شیطان بچہ لاک حیلہ ستکات
یو کر گرز دو آپنی دہال سات
نکال کر نکیا تیغ ستی بدل
اسے پے لیکر کا یو شہ نول
اسے تیغ تیں کر کو سید اعلم
کتے چار لیکر تس فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ از خاورنامہ

لیا ہات اس وقت شمشیر تیز
بہت سر جو تن تھی انی لیا یا تمیز
ہر یک حملہ میں ماریا دلدل سوار
وہاں تیں سو مرد بے نام دار
انی کنز لی ہات شمشیر نبرد
کو تیا بہوت اسپ اسوار ہی مرد
چلی سکل یاران حیدر زجائے
پاری مار لشکر کون سکل زپائے
دو لکا کا لشکر وان ایا بہم
ہوا سب بہر پا نالہ ریز و ستم

ظفرنامہ

دیا حکم مروان کہ تب یزید
نکالو اتا بہار لشکر شدید
اسے حکم میں چار دو لک سوار
ملا انہیں کنجر متی کے ہزار
سکل تیں ملا چار دہ فوج کر
پس دمشق دیں بحر کا موج کر
چلا لوٹ کہ بہار مروان لعین
کھڑا پھر رہیا جا کو تب تر دہین
یو یزیدیان چار دہ فوج ہو
کھڑی بار صف بحر کہ موج ہو
دمامی بجا لئے سالم سپاہ
نشانات کھڑی کہول کر دو سیاہ
دیک ایسا ہنگامہ تو یو شیر نر
تڑنگ کر تیں وقتا آکو میدان پر
محمد حنیفہ لے صف صفدری
نشانات کھڑی کہول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لگیا
کہ جون چاک یو بادل گرجنی لگیا
یو لشکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لگیا جیوں جگر کا عشق

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

اٹھی گرد مرداں جو گیتی شتاب
ہوا کالا اس سیتی ارکون آفتاب
ہوا واں جبکا چاک تیغ و تبر
جو نیں تھا ہوش رہی کا نہیں یکدگر
نیزی کیاں سنیاں کیاں خون تچاک
زرہ تن پہ مرداں سب چاک چاک
نیزی کیاں سنناں سینہ چہ تہاں
پہانداں کیاں خاں پی کلو کر تہاں
کہولیاں واں سنیاں پی پیتا زرہ
واں پیکاں کہولیاں پی بند گرہ
تہا لہو بہتا بہتا تہا زمیں سکے اپر
سواراں کی پانو تہا رہی نا پایدگر
بہی یکطرف تہی لشکر خاوراں
بستی تہی شمشیر و گرز گراں
بہی یکطرف تہی کوئی خبردار نہیں
کہ لشکر کتنی جہکڑا کرنے و ہیں
تہی وضع سوتا تہا تا شاہ زنگ
زمیں کتنا رومیاں کی لشکر پر تنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگوں
دہیا واں اجنت جا کر در موج خون

ظفر نامہ جنگ مغلوبہ

جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت ستے دو فوج سب بیں ہوا

....

یکیلا میں اں سیتی لڑتا ہوں جا
یو کمریاں پو ہو شمشیر پڑتا ہوں جا
تمہیں فرد آپ تہارستے تا ہلو
کروں جب اشارت تو تب آ ہلو

....

ترنگ تیں سنو کر کرم کا وہی میں لیا
سکل تیں سو اپنا بانوی دادی میں کیا
کہ مغرب میں کر فوج مشرق منی
ستیں مارنے تو رتی لیا اسنے
جنوب میں کا فوج ست در شمال
اشارت کئے بہائی نیں جاب اجال
دیکت دو اشارت سکل نیں سنبہال
فرنگ کہیچ کر ہو ترنگ تیں اچہال
صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار
سینے پر کو برچہار دہ لک سوار
جہاں لگی سب تو یوں مارنے
کہ دعوی حسنین تیں سارنے

ظفر نامہ	خاور نامہ
زران کا تو سکر بلند ہاتی ہو	فلک کا دامن شب شفق خون کیا
لرز نے لگے بحر و بر چار سو	زمیں کی تلیں جوں فریدوں کیا
کہ چونڈ ہر یون غل اٹھا مار مار	
پکر سو نا سوت کا تھا ہنکار	

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پُرگو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جا سکتی ہے کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مرثیوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر پھر بھی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے مذہبی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہ نامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہ نامہ تو کجا میرے رائے میں یہ خاور نامہ کے مقابل بھی نہیں پہونچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور سلوک سے اس کا پایہ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں ممکن ہے انجمن ترقی اردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔

محی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورنٹیل) ورق (۱۳) سطر (۱۳) سائز ۸ × ۵ خط نسخ تاریخ کتابت ۱۴ار محرم سنہ ۱۲۷۴ھ

انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۲۳/۵) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نسخ۔

برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ نہیں ہے انڈیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک نظم کہی گئی ہے جس کا مصنف افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۳ پر ہوئی ہے"

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر، اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکھنی افضل۔ شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکھنی افضل محی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے او قطب شاہی عہد کے بعد بھی موجود تھا میراں شاہ معروف کا مرید اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مثنوی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کے حالات میں لکھی گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ منبرسی مدح و منقبت کے مثنوی شروع ہوتی ہے۔

تہیں قطب عالم محی الدین قدیر | دو جگ ہیں تیرے ہات توں دستگیر
نہیں چاند تجھ نور دو جگ منیں | توں سلطان روشن اور سب کنے
محمد کے اولاد میں توں رتن | علی فاطمہ کے توں دلکا چمن
پیارا حسن کا توں دل بند ہے | حسن بن مثنی کا فرزند ہے
حسینے اماموں میں تو ہے امام | ولیاں میں تو سرور سچا نیکنام

اپنے مرشد کی مدح

میراں شاہ معروف او دستگیر | کئی دل میرا پاک روشن ضمیر
ہے افضل خلیفہ معروف شاہ | لیوے نانوں اس کا تو جائے گناہ
میراں شاہ معروف اکمل ولی | سو جد انکے عبدالقادر ولی
میراں شاہ معروف مقبول ہے | محی الدین کے باغ کا پھول ہے
محی الدین دریا او صدقی ہے جان | سچے شاہ معروف میراں ہے سو جان
محی الدین کا لاڈلا بھائی کا | او ثانی محی الدین ہوا ہے گا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

تصدق کیا چھو او نردو کی پہ | کیا ختم افضل ثنا سب ہے
اگر اس ثنا میں جکوئی شک لیایا | گناہگار عاصی ہو دوزخ میں جائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تھا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی یہی صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر یو جمع راہ عام | کرصلوٰۃ سلطان پہ سب بہیجو تمام
محمد کیا قادری باختم | بہیجو درود سلطان پہ دمبدم

نفس مضمون کے چند اشعار :-

کہ ایک دیس چلے شاہ بغداد کن | چلے جا کتے بہار اپنا وطن
خبر ہوئی اوسی شہر میں ٹہار ٹہار | ایا قطب عالم ہوا یوں ہنکار
کیتے تاکید یں شیخ ثانی پیر | تکو شہر میں دیوا سے فقیر
بلا بہجے لوگاں جمع سب کرے | کہ سلطان کیسا ہے دیکہیں بیجے
چلے شیخ ثنا محی الدین کن | کہرسے آپنا عنت سوں سبا رجن

یو عاجزی دیکہی سو غوث اعظم | شفقت منی ان پو کینی کرم
ایا حکم درگاہ تہوا سے میرے خاص | جو کچھ تجہ کون ہونا منگ میرے پاس
کہے شاہ میں عاشق ہوں تجہ ذات کا | مجھے کیا ہے پروا کسی بات کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مراثی عہد قطب شاہی

دکھنی مرثیوں کا ایک مجموعہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں بیسیوں شعراء کے مرثیے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صنف نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل کی وہ دکھنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو بات مرثیوں کی دکھنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکھنی مرثیوں کا خاص مقصد مجلس عزا کو رلانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز وگداز رنج وغم کے مضامین اس طرح بیان کرتے تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہوجاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعراء تھے بلکہ اکثر وبیشتر دیگر شعراء بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیے کہ جس طرح دکھنی شعراء نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعراء کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ سلطان قلی۔ وجہی[1]۔ غواصی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواصی۔ لطیف۔ شاہی۔ افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثیے پائے گئے اس لیے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل ازیں صراحت ہوچکی ہے مثلاً غواصی اور لطیف ان کے مرثیے بلا کسی صراحت کے اور جن کا حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

---

[1] وجہی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتب حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

مرثیہ غواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے دس شعر ہیں۔

مرثیہ حضرت امام حسین

دستا نہیں کروں کیا او بیان کربلا کا
پھرتا ہوں زار ہوں میں حیران کربلا کا

آسمان تے خدایا جبریل اونہ کو آیا
روتا او پڑتے لایا فرمان کربلا کا

کہر یا نار کربلا میں کر شکر ہر بلا میں
کیون ہو کہ کربلا میں کہ سلطان کربلا کا

ہے دکھ بڑا یو سب تے نیں کس قرار نس تے
پکڑیا حسین جب تک میدان کربلا کا

دکھ سب ملک سنے ہیں ماتم زدے ہتے ہیں
رو رو دریا گئے ہیں آسمان کربلا کا

پیارا اسک سوں سوتا اس دکھ سوں عمر کھوتا
تاریاں سوں روز روتا فرمان کربلا کا

جلتا ہے سور جوں دنیا کہری سہے روتی
کان تے ہوا یو کوئی مہمان کربلا کا

منجہ سک نہیں ہے دکھ یں ہوں میں نہال غمہن
لاگیا ہے رات ہور دن منجہ دھیان کربلا کا

کہ رو رو کر پیارا منجہ شاد کرنے ہارا
سو ہے حسین پیارا شہ جان کربلا کا

غواصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کربلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الدین صاحب مرحوم کے کتب خانہ والی بیاض میں بھی موجود ہے۔ نیز چند مرثیے مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کے پاس کی بیاض میں پائے جاتے ہیں۔

مرثیہ لطیف

غلام علیخاں لطیف کے چند مرثیے ان کی مثنوی ظفر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔[1]

یو آہ و فغاں سنکر عباس علی | چلے سکر تے نیر نین مبلے
کہے تب حسین کہ اے میرے بھائی | کہ بیگی نہیں کرتے ہم تے جدائی

---

[1] مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں بھی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا اندراج غالباً نامناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد اشک سوں انکھیاں کو تر کرو | نکلیا ہے پھر یو ماہ محرم نظر کرو
نازل زمیں پو سر تے ہوا غم حسین کا | ماتم زدیاں کو ایک طرف تے خبر کرو
پھر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج | جیواں کوں عود ہور دلاں کوں اگر کرو
سلطان کربلا کی غریبی کوں یاد کر | فکر سے جگر کوں ہور دلاں کوں خنجر کرو
ہے درد اگر تمن کوں قیامت کی دھوپ کا | سایہ کوں اہل بیت کے سر کا چھتر کرو
جہاں لگ خوشی دنیا کی ہو سب ناخوشی ہے | ہور اس ناخوشی تے بات میری سن حذر کرو
شیر خدا کی بات میں یکرنگ خاک ہو | آسماں ہور زمیں کے اوپر فخر کرو
سینہ مار کے گہرن کوں تیغا تھیر دنا ہو یو | تکیہ تم اس گہرائی پو تکو یوں بسر کرو
خلقت میں یو وجود ہے پیدا جو خاک کا | چندانہ اختیار تم اس کے اوپر کرو
گر دیندار ہے تو دیو دین کو اس رواج | یعنی بشر ہو خدمت خیر البشر کرو
بلنے ہے سچ رو تمہیں دو جہان میں تو | امرت کنکوں ہور زبان کوں شکر کرو

میری فوج میانے کہ تم تھے نشان
علم سٹ چلے سو ہی اب کہکشاں

علمدار تم کے قیامت اپر
ہوی باتیں تحقیق جج خوب تر

علم تین سو عباس دہرت اپر
کہ دین کر کو قائم اٹھی بول کر

نوٹ بقیہ صفحہ ۸۰

امت کی نیکی ہو نہ ملیو باندلیو پاپ
دوزخ میں سب ستم نہ ابلیس پر قدر کرو

خلق محمد کرم مرتضیٰ علی
انسان ہور عین پو اپنا سپر کرو

دل میں بقا کے گھر کا اگر ہے ہوس تمن
نیکی کے دام خرچ کر جنت میں گھر کرو

بیدرد ہے جکوئی خوشی اس تے خدا نہیں
مرد ہو سکیں درد کے یکدم گذر کرو

ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا
بار انگلے نہ تیوں جتن اس دل بہتر کرو

نیکی نہ ہے چو کسے سا ہو سب کوں عزیز اچھے
امرت کتکوں ہور زبان کوں شکر کرو

سب دین ہو یزید کیا دین میں خلل
لعنت مدام اس کے اوپر سبہ کرو

گر مشتعلی ہے باتاں میں ثابت قدم تمیں
آیات ہور حدیث ہور سیاں اثر کرو

جکوئی تمنکوں جیو سے پیدا کیا اول
دگر چلو نپت نہ اپسکوں نذر کرو

دولت اوپر ایدی کی نظر ہے تو دل کوں آج
گنجینۂ محبت اثنا عشر کرو

سینے اوپر تے کار ستو بغض کا کلنگ
دل دل سو صاف دل کوں نیم کا چندر کرو

اور سنے فلک کے بام پو اشتیاق تو
پیدا ہی کے سار سعادت کے پر کرو

آل عبا کے غم سوں جنم آج صرف کر
محشر کے دیس ذوق خوشیاں تمیں اثر کرو

غواص کے زمانہ اچھے لطیف توں
اے عارفاں ہو جاؤ تمیں یو اچپر کرو

مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثیے اڈنبرا کی بیاض میں ہیں، ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین کا دلبر و دلدار قاسم | حسین کا مونس و غمخوار قاسم
کشیدہ رنج و ستم بسیار قاسم | جہان سوں دیدۂ خون بار قاسم
گیا از بدعت کفار قاسم

زمیں اس غم سوں ہی در جوشش افضل | فلک کردید نیلی پوشش افضل
ملائک سب ہوئی بیہوشش افضل | کنوں زین داستان خاموش افضل
گیا از بدعت کفار قاسم

مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثیے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تانا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سختی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثیے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہنچ گئے۔

قائم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"شاہ قلی خاں شاہی بھاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے طبع رسا اور فکر سخن اچھی رکھتے تھے۔ تانا شاہ کے ملازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں۔"

(صفحہ ۱۳۔ مخطوطہ انڈیا آفس)

علی ابراہیم خاں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم تنہا عابد تیری زاری ہے
باپ کا مرنا دکھ کا بھرنا تس پہ یہ بیماری ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سر پر داو پیا دکھ بھاری ہے
درد مصیبت عابد تم پر آج کے دن بسیاری ہے

جبریل کین نیاؤ مجہ کون نام ہی کیا اس وادی کا
شاہا جب کربل ہی تے مقتل حسین علی سے ہادی کا

کہا بہشت سیں پیام لیایا عابد تیری دادی کا
کہن کھڑی ہو پوت میرے تجہ پہ کیا سنگ ساری ہے

کلثوم زینب اور سکینہ بندی ہو تجہ بند دے سات
سر پدر کا نیزے اوپر کہاتے جاوین ہکی لات
کریں محل سختے ایسی کہہ نا سکیں دل کی بات
چکی بجلی گرجے بادل جھنے کے رات اندھاری ہے

ٹھنڈے تپ اور تن پہ ہنا سند ہوں سب باکڑے ہیں
ننگے پاؤں باکر بیڑی طوق گلے میں جگڑے ہیں
بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی پکڑے ہیں
بہو کے پیاسے کئی کئی دن کے مدت بیماری ہے

....

وحدت نبوت اور ولایت یہ ہیں وصی کے رتبے سب
دوست دوست اور دشمن دشمن بوجھے ہو سے مومن سب
یا محمد محشر اندر شاہی جب تجہ بخشے رب
تب شفاعت کر یو مجہ پر سب کے واں لاچاری ہے

مرثیہ کاظم

اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔ کاظم کے متعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثیئے خاص طور پر اس لئے قابل لحاظ ہیں کہ ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن اردو میں بھی کیا ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکاران دین کا چھٹ گراتا کہاں روا
سرور نبی کی آل کو یو دوکھ میں بناتا کہاں روا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رکھنا امام دین کے تین جنگل منے بی آب و نان
طفلاں کوں اونکے بے گنہ غم میں رولاتا کہاں روا

جنکو بٹھاتے تھے نبی دوش مبارک پر مدام
نیزہ پہ اونکے سر کتیں رکھ کر پھراتا کہاں روا

....

اے ظالمان دل خراب اے گمرہان ناصواب
اس طرح با قہر و عذاب شاہان پہ آتا کہاں روا

پہر رسم دامادی کہاں یہ صورت شادی کہاں
سہرا عندلیب کفنی کے جلوہ دلاتا کہاں روا

اے سید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب
شہر مدینہ چھوڑ کر جنگل بساتا کہاں روا
کاظم نہیں تاب و توان یہ غم کا سب کہنا بیان
شمر کے میدان کون رولاتا دشمن ہنساتا کہاں روا

دیگر

کیوں رن میں چلا ہے وہ عالی جناب آج
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج
طوفان نوح برسے ہے یزیدان کے حال پہ
کرتے ہیں غم سوں آل نبی آب آب آج

کاظم کیا ہے جنے ستم شاہ دین اوپر
لازم ہے اوس پہ لعنت حق بے حساب آج

دیگر

کیوں یزیدان نے ستم پر سلطان کیا — اوس رخ پاک کے تئیں خون سیں گل افشان کیا
بہت جمعیت ایمان کوں پریشان کیا — دین کوں ہاتھ سیں دے کفر پہ طغیان کیا

دیگر

تم اپنے دلبران کی خبر لو علی ولی — اپنے تاج سروران کی خبر لو علی ولی
فرزند اور پسران کی خبر لو علی ولی — ظلم و ستمگران کی خبر لو علی ولی

آرام دل سکینہ بیتاب کوں نہیں
انکھیاں ہیں اوس کے راہ دیکھنے خواب کوں نہین
کہیں انتظار یو درد کے اسباب کوں نہیں
غم ہے بے کران کی خبر لو علی ولی

جن کوں سولا گود میں رکھتے تھے دوش پر
دریا ہے خون سیں چلا اون کے جوش کر
کیا صبر کر رہے ہیں دو لب کوں خموش کر
اوس نازپروران کی خبر لو علی ولی

ہے سر پہ اون کے تیغ کوہستان کے روش
دل خون ہوا ہے غم سوں بدخشان کے روش
ہے اشک نین سیں نیسان کے روش
اوس پاک جوہران کی خبر لو علی ولی

گلزار احمدی پہ چلی صرصر خزان
کانٹوں پہ سوگوار ہو بیٹھے ہیں بلبلان
ہر سرو راستی پہ کریں نوحہ قمریان
بیدل صنوبران کی خبر لو علی ولی

مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔

اس تخلص کے دکن میں دو شخص گذرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں ہم کو قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔

مرزا کے متعلق اسپرنگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب
ان کے آقا قید کر لئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں
فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے" (بحوالہ تذکرہ قائم) ۲۶۸

ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی کوئی مثنوی یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہو سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ اڈنبرا میں ان کے متعدد مرثیے ہیں۔ اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثیے کہے ہیں اور اکثر طویل مرثیے ہیں۔ مثلاً قصہ امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۱۷۸) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶) قصہ حر کے (۱۶۷) شعر۔ ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ حسینؑ والے مرثیے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال:-

کہوں دکھ درد اصغر کا اور نور چشم سرور کا
ستم غازی کے جوہر کا کرو زاری مسلمانان

عزیزان دل ہوا یہ خون یو سن اصغر کے ماتم کون
گئے معصوم شہادت سوں کرو زاری مسلمانان

حسین اصغر کوں منگاسے ان کے تیر توں بسلائے
بزان لشکر کئے لائے کہ و زاری مسلمانان

جتیاں پر ہانک تب مارے کہے لے سکینہ دلاں سار
برائی ہیں نہ تم ہارے کہ و زاری مسلمانان

رات کا سماں:—

محنت قتل کی رات ہے حرم پر گھات ہے
دل چور اس غم سات ہے تیرے فراقوں یا حسین

پو رات جگ غمناک ہے عالم پو سب دنیاک ہے
پرخون جگر دل چاک ہے تیرے فراقوں یا حسین

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد:—

سے شہ پر یوں جس دن گھریا ماتم رہیا جگ میں پو سوز
تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہور جمعہ روز

شہ کنے چالیس پیادے تیس ہور دو تھے سوار
ظالماں کے دل منے تب تھے سواراں بیس ہزار

ایک دوسرا مرثیہ:—

بہی نہ تھا لیا اس نیلا ہے سب عجمان کے تن میں غم تہیں
سیاہ پھیرا ہے پنچھیوں نے ازل سوں جگ کے نیں میں غم تہیں

ہنوز زاری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سوں بیشک
بسان ندیاں ہو لوہو کی بہتی اگرچہ سب کے بدن میں غم تہیں

ملا تہا بلبل سوں میں سحر کہ سنا ہوں احوال گلستاں کا
نہیں ہے کوئی بغیر نرگس ولے ہو گرا ں چمن میں غم تہیں

خطا کا احوال مشک کہتا ہو جب سوں پہونچی ہے یہ خبر وہاں
ہوا ہے سودا سوں جل کے کالا لوہو غزال ختن میں غم تہیں

حسن کا احوال عشق کتیں خدا نہ دکھلائے اس دنوں میں
نین ڈوبے ہیں لوہو میں رورو زلف پڑہی شکن میں غم تہیں

یہ مرثیہ بو تراب سخنے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں
کہ روح قادر کی زار رووے پڑے جو ہر زادکن میں غم تہیں

(داڈیزا)

شہادت امام حسین کا ذکر:—

زخم تن اوپر جب لگے بے حساب
پڑے سر در اس رن میں جوں آفتاب

اٹہیا شور ہر شئے سوں اس وقت پر
گیا ہانک ہو عرش کے تخت پر

دہواں آہ کا اس گگن لگ گیا
سورج غم سوں شعلہ ہو سب جل گیا

نہ کلثوم زینب کوں طاقت رہیا
نہ کچھ شہر بانو کوں راحت رہیا

جتی اہل معصوم ہور ہے یتیم
کہریا سب اوپر ہو جفا ہور عظیم

بعد از او عمر سعد سراں رن تے لیا ہے
سب سر و سوار انگی حوالے سو کیا ہے

تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کوں
بدبخت تھے یزید پاس سکنے ظلم و جفا سوں

یوں سب دسراں ہور حرم سات لیا سے
منزل او مقاماں کتے اس رہ میں کیا ہے

جس ٹہار مقام اس جتی لشکر سون ہوا ہے ۔۔۔ یک نور عظمت سیر در سون ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس وجان اوپر
خنجر یو سنکو پانی نے آپ سیں پیچھ کہا یا ہے

شہیدان کا لو ہوین پر پریا جب کربلا میانے
فلک تعظیم سون اسکون شفق کرنے اچایا ہے

ہوا تن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا
گگن سر کاٹ سورجکا شفق کے لہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر —

دیکہو چاند غم کا بہی آیا خدایا ۔۔۔ خلائق کون پہر کر رولایا خدایا
محرم کے مہینے میں ظالم نے کیا ۔۔۔ عزا کا بچہونا بچہایا خدایا

سب عالم کون عزا نے رورو کے غم سون
قضا جور کا پہر سونا یا خدایا

دیگر

انبیا کے دلبر حسینا نبی کے پیارے حسینا ۔۔۔ اولیا کے سرور حسینا نبی کے پیارے حسینا
تسدن غم سدن رونا عزا کا جوان ہیں کمہ یہ ہونا عزا ۔۔۔ سکہ سون نا ہرگز نہ سو عزا میں نبی کے پیارے حسینا

دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع | الوداع ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع
شاہ دو عالم ہوئے مظلوم حیران الوداع | یوں چلے دنیائے فانی سوں عزیزان الوداع

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار
دل اوپر مرزا کوں ہوتے ہیں یو داغاں الوداع

مرزا کے سلام کا نمونہ :-

اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک | ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک
مومن کے من تمام شاہ پہ بھیجو سلام | صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

اے شہ دین شبر و شبیر توں کرم سے نظر
لطف سوں مرزا اوپر شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۳۴) مرثئے ہیں جن میں بعض کافی طویل ہیں۔

عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس خاندان کے حسب ذیل افراد یکے بعد دیگرے مسند حکمرانی پر جلوس فرما ہوتے۔

(۱) یوسف عادل شاہ	۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ
(۲) اسمٰعیل عادل شاہ	۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ
(۳) ملو عادل شاہ	۹۴۱ھ تا ۹۴۱ھ
(۴) ابراہیم عادل شاہ اول	۹۴۱ھ تا ۹۶۵ھ
(۵) علی عادل شاہ اول	۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ
(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی	۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ
(۷) محمد عادل شاہ	۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۷ھ
(۸) علی عادل شاہ ثانی	۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ
(۹) سکندر عادل شاہ	۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار تھا۔ بادشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی جو کچھ کم دو سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔

یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فنون موسیقی سے واقف علماء و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدردان تھا۔

دور دور سے علماء و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں فی البدیہہ نظمیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شیعیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اردو کی ترقی پر ایک حد تک بڑا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے اردو کی ترقی کا اندازہ لگا سکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اردو بولی جاتی تھی چنانچہ تواریخ سے بعض تاریخی شعر اور قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ چلتا ہے جن کی طرف[۵۱] چار کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔

یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ھ میں وفات پائی اس کا فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت و تاج کا مالک بنا۔

یہ بھی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علماء و فضلا کی صحبت کا شایق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود بھی شاعر تھا وفائی تخلص کرتا تھا۔ مورخین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجاپور کا مشہور مورخ فرشتہ لکھتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ حلیم و کریم و سخی بود۔ ہرگز فحش بر زبان جاری نساختے
و پیوستہ با علماء و فضلاء و شعراء صحبت داشتے و مرعات ایشاں
واجب شناختے۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت برافراشتے وفائی تخلص
نمودے ہیچ یک از سلاطین دکن بمتانت و لطافت او سخن نگفتہ"

اسی طرح مولف بساتین السلاطین[۵۲] کہتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و شجاعت کہ لازمہ

---

[۵۱] یعنی خوش نامہ۔ خوش نغز۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرغوب۔

[۵۲] اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ (جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد وغیرہ میں موجود ہیں) لندن میں مخطوطات

ملزوم ہم اند نظیر نداشت۔ و درفن موسیقی موشگافی بسرود ہندی کمتر دل دادے۔ و ترکی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را بدون ضرورت بزبان ہندی آشنا نمی ساختے“

(ص ۱۷ ل) برٹش میوزیم

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا اسمٰعیل کو بھی اردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔ بھی موجود ہیں برٹش میوزیم میں ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۶۲۶۹ اڈیشنل بقول ”ریو“ مصنف کیٹیلاگ اس کا مصنف غلام مرتضیٰ المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایتھے نے اپنی کیٹیلاگ میں (انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات) ابراہیم زبیری کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخرالذکر بیان ہی صحیح تر ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہندو شاہ استرآبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (۱۰۱۵ھ) مرتب ہوئی اس کا نام ”نورس نامہ“ (جو اب تاریخ فرشتہ سے موسوم ہے) تھا۔ اس کے بعد ملا ظہور ولد ملا ظہوری نے محمد عادل شاہ کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں سید نور اللہ ولد قاضی سید علی محمد نے نثر فارسی میں ایک تاریخ (جو ”تاریخ عادل شاہیہ کے“ نام سے مشہور ہے) ترتیب دی اور نیز ملک الشعرا میاں نصرتی نے فتوحات علی عادل شاہ کو بزبان دکھنی نظم کر کے علی نامہ سے موسوم کیا۔ اس کے بعد تصنیف آب شیخ ابوالحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بندر جیول نے شرح و بسط کے ساتھ سکندر عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو ”طبقۂ عادل شاہیہ“ سے موسوم ہے اور ابوالحسن کی تاریخ ”محمد نامہ“ سے ماخوذ تھی جس کے پراگندہ کاغذات سے مولف ہذا (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

پچی کے گود میں ہوئی تھی جو خود ایک ایرانی خاتون تھی اس وجہ سے بھی اسمٰعیل کو فارسی سے زیادہ محبت تھی۔ زبان ہندی سے رغبت نہ ہونے کی وجہ خود بادشاہ کی زبانی سنو۔

"چونکہ پدرم بمفارقت رتق و فتق مہمات من بدست محمد آقا ترکے ذو القدر
بود کہ زبان ہندی را نیکو نمیدانست آنچہ ہندی می شنود بلفظ ترکی می
گفت بدیں سبب طبع مرا صحبت اہل ہند رغبتے نیست"

(ص ۴۹ فتوحات عادل شاہی)

چونکہ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

۱؎ اس کتاب کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں (ا۔د ۲۷۴۲۵) پر موجود ہے اس کا مصنف فروغی استرآبادی ہے ۱۰۵۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اور ۱۰۵۴ھ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ والا جاہ نواب ارکاٹ کے کتب خانہ کا ہے۔

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ :-

"اگرچہ چند قرطاس پارچہا سے سوادات نگاشتہ شیخ ابو الحسن بدست ایں ضعیف افتادہ بود متفرقہ منتشرہ غیر مربوط .... درایں ایام بعضی از دوستاں باعث شدند برائیکہ رغبت خاطر عزیز رفعت پناہ .... قدردان اہل علم و ہنر فضائل مآب رسید شاہ کرات صاحب بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال سلاطین بیجاپور بیش از بیش است آں سوادات متفرقہ را فراہم آوردہ باہم ربط دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شد"

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد ابراہیم عادل اول بیجاپور کی حکومت پر حکمراں ہوا یہ ارباب کمال کا قدردان اور علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ امین الملک۔ خواجہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیرازی وغیرہم مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شیعیت کو ترک کر کے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہو گیا۔ اس کے بجائے دکھنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آ گیا۔ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ اس کے جانشین علی کے انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فارسی کا رواج نہ ہو سکا۔ مگر یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ برہان الدین جانم کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی منفعت الایمان وغیرہ جو انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۶۵ھ میں علی عادل شاہ اول بیجاپور میں حکمراں ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سرپرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدث و مجدول و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے شیعہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما دربار میں بار پاتے تھے۔

ملا فتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ہادی عشر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں ترک شیر و شکر طلب کیا، سلطان کا وزیر افضل خاں شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونوں کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے محمد علی استاد کار سید مصطفیٰ خاں شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو مرتضیٰ خاں انجو میر شمس الدین محمد جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے دربار کے علما تھے۔ ملا محمد رضا مشہدی رضائی دربار کا شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک مرتبہ حکیم علی گیلانی اور دوسری دفعہ عین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں سفیر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدردانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکمان ہند لکھتا ہے :-

"مردم خوب در درگاہش جمع شدند در اندک فرصتے از ایران و توران وسائر
اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آوردند بیجاپور رشک ربع مسکون گردید"[1]

اس کے زمانہ میں اردو کی زیادہ ترقی تو ناممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس کو زوال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔
اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے بیجاپور کے مورخین اس کے علم و فضل اور علم پروری کے معترف اور مداح ہیں۔

مصنف بساتین السلاطین لکھتا ہے۔

"پادشاہے بود موصوف بجمال صورت و آراستگی سیرت جامع نکوئی ہا و
مجموعہ خوبیہا عادل و دادگر بلند ہمت .... علمائے بلاغت
شعار و شیوخ کاملین و صلحائے متشرعین و شعرائے نامدار و بلغائے فصاحت
آثار .... در عہد امنیت الشان عالم پناہ در دار السلطنت بیجاپور
تشریف ارزانی فرمودہ .... ملا ظہوری کہ شعر و نثرش
در رقت و لطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران
پایہ تخت او بود .... گلزار ابراہیم و نورس نامہ از او ہویدا است

---

[1] اس کتاب کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر (۳۰۰۶) پر موجود ہے۔

ودیگر شاعران بلند اقبال وسخنوراند کہ ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد
.... درآں وقت ہمایوں درپائے تخت آں شاہ جوہر شناس
جمع آمدہ بودند، ہمچنیں خوشنویساں سحر نگار و نثر رقم و دیگر اوستادان
ہر فن وکاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استرآبادی کہ تصنیف
او تاریخ فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد"

(ص ۴۳۷ ب مخطوطہ انڈیا آفس)

اسی طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف فتوحات عادل شاہیہ لکھتا ہے:۔

"قابلیت ایں پادشاہ مغفرت دستگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان
آفاق بر درگاہ او بجمعیت نمودند قریب بدو سہ ہزار تن از ارباب ساز وغنی کہ
ہر یک سرآمد روزگار زماں بود بخدمت رسیدہ"

(ص ۲۹۹ ب)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور بھی اس بیان میں متفق ہے چنانچہ وہ بیان کرتا ہے:۔

"ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود دادگر وسخاپرور مجمع اہل کمال ومرجع ارباب
فضل وبلاغت بود۔ اکثر او بسیار کبار وعلماء بلاغت آثار وشیوخ کاملین و
صلحاء متشرعین وسپاہیان نامور بل سائر اہل ہنر در عہد ابدیت عہد الشان
عالم پناہ درایں خطہ پاک تشریف ارزانی فرمود"

(ص ۱۸ ب)[۵]

---

[۵] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے (۲۶۲۷۰ اڈیشنل) پر موجود ہے ۱۱۲۳ھ میں اس کی تالیف ہوئی ہے۔ دیباچہ میں ذکر کرتا ہے۔

"تاریخ مختصر در سنہ جلوس ووفات وقدر احوال پادشاہان بیجاپور میر ابراہیم ابن حسن

ابراہیم کے درباری علما کی طویل فہرست ہے جو اپنے وقت کے جیّد اور شہرۂ آفاق مشاہیر تھے۔ خواجہ علاءالدین محمد شیرازی اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ۔ خواجہ معین الدین۔ علّامہ عنایت اللہ اردستانی جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں مشہور تھے۔ شاہ فتح اللہ شیرازی جو علم حکمت اور ریاضی میں سرآمد روزگار تھے۔ مولانا غیاث الدین جہرمی۔ رفیع الدین ابراہیم شیرازی مولانا محمد لاری۔ ملا حیدر۔ مولانا باقر۔ آقا رضا شیرازی[۵۰] وغیرہم مشہور ہیں۔

ان علماء کے علاوہ بیسیوں شعرا سلطان کے دربار میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ ظہوری۔ ملک قمی۔ حکیم آتشی۔ مرزا محمد مقیم۔ ملا شکیبی۔ عبدالقادر نورسی وغیرہم۔

سلطان کے زمانہ میں صد ہا تصانیف ہوئیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابوالقاسم فرشتہ نے ۱۰۱۵ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نورالدین ظہوری نے اپنی تصنیفات کیں۔ ملا ملک قمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبدالرشید التستری نے علاءالدین محمد بن زکریا قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی نے روضۃ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔

تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابوالقاسم کے الفاظ میں سنو۔۔۔

---

[۵۰] تاریخ فرشتہ و فتوحات عادل شاہیہ۔

گذشتہ سے پیوستہ:۔ .... و نیز اسد خان لاری در عہد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودہ در ان تاریخ بادشاہان و ارکان و اعیان و احوال و اشتغال و منقد ماتے کہ بیان زمان واقع گشتہ بزبان فارسی و ہندی گفتہ است ہا آن آن تواریخ ضم کردہ .... و نیز فضیلت کمال دستگاہ شیخ ابوالحسن حقیقی شریعت پناہ ابراہیم صاحب نائب قاضی شہر بیجاپور و قاضی محمد نعمت اللہ در واقعات سلاطین بیجاپور بتحقیق تمام نوشتہ بودند اینہا ہر دو در سال ۱۱۲۱ھ در مطالعہ ایں فقیر در آمدہ ‘‘ (ص ۱ تا ۲)

"دراں ایام مولف ایں کتاب فصاحت انتساب راکہ بغلت بضاعت
معترف است و بجز تحفہ اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان دست آویزے
ندارد محض عنایت و ذرہ پروری مجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دوست
نوازی فرمود کہ حضرت ایں کمترین بندگان را بمکالمہ شریف نوختہ بخلعت
و زیادتی منصب و اقطاع نوازش فرمودہ و در ہماں مجلس کتاب
روضۃ الصفا کہ بغایت نفاست داشت بدست خود بمولف بخشیدہ فرمان داد
کہ چوں وقعات پادشاہان ممالک ہندوستان علیحدہ در یک جلد بعبارت
واضح شافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس ننوشتہ است مگر
نظام الدین احمد بدخشی و آں نیز در کمال اختصار است و تحقیق حالات
کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجائے نیاوردہ است باید کہ تو
قلم را کمر خدمت بر میان جان بستہ در تالیف کتاب موصوف بصفات
کذا و کذا خود را معاف نداری و سوانح و قضایای عہد ہمایوں ما را بر نہجی
کہ از تکلفات منشیان و کذب و بہتان سخنوراں عاری و بری باشد تحریر نمائی"
(فرشتہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تھا خود بھی بڑا خوشنویس تھا خلیل اللہ خوش نویس
سب میں ممتاز تھا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تھا۔ خاصکر ہندی سرود میں سرآمد روزگار تھا۔ مؤلف
اردوئے قدیم نے "جگت گرو" کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ
انہوں نے ذکر کیا ہے۔

"ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد مہارت حاصل تھی خاصکر
سرود ہندی میں ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ اس عہد کے تمام گویئے اُسے

جگت گرو کہا کرتے تھے۔"

(ص ۷۰ و ۷۱)

مگر بساتین السلاطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ۔

"درمیان عالم بجگت گرو مشہور گردیدہ این لفظ در اصل دکھنی است مردم بصورت و سیرت آں بادشاہ حمیدہ خصال پسندیدہ افعال بجان راضی و خوشحال بودہ در بابہ او این لفظ باستعمال آوردند معنی آں شاہ جہاں است (ص ۲۸ ل)

لفظ "نورس" سے سلطان کو بڑی محبت تھی ۱۰۰۸ھ میں ایک قلعہ بنام نورس تعمیر کیا۔ ۱۰۱۸ھ میں نورس پورا ایک شہر آباد کیا۔[۵۱]

اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عدیم المثال قرار دیا ہے۔

"شہرے ترتیب یافت کہ سیاح جہاں گرد اندیشہ از قصور دلکش و جدران منقش اگر احسن البلاد شہ خوانند رواست و اگر رشک ارم ذات العماد شہ دانند"

(ص ۲۱۴ ل)

استعمال کی ہر شئے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی مہر پر بھی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس کتاب کا نام نورس۔ عبدالقادر شاعر کو نورسی کا خطاب دیا تھا۔[۵۲]

سلطان کو اردو سے خاص انس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں فارسی ہو گیا تھا پھر سے اردو کیا گیا۔ .... اس نے سرود ہندی کے قواعد و ضوابط میں ایک کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب ہے۔ جو شعرا اس عہد میں زبان اردو میں نظم کہا کرتے تھے وہ یہ ہیں۔ آتشی۔ مقیمی۔ نوری۔ امین وغیرہ

---

[۵۱] تاریخ احوال سلاطین (ص ۱۹ ا ب) [۵۲] بساتین السلاطین ۵۳ صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ ہو۔

مقیمی کی مثنوی چندر بدن و مہیار اور امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرثیہ گو تھا جس نے اس کی ابتدا کی تھی مگر افسوس کہ اب اس کے مرثیے ناپید ہیں

سنہ ۱۰۳۷ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے انتقال پر محمد عادل شاہ سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کو علمی قدردانی گویا ورثہ ودیعت ہوئی تھی علم و فضل کا حامی اور علماء کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفیٰ خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابوالحسن۔ ملک سمندر۔ حکیم آتشی ملا ظہوری۔ ملا محمد علی وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزینے مقرر تھے | اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملا کرتے تھے سلطان ہر روز صبح کئی گھنٹہ تک علماء اور شعراء کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آتشی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا ظہوری کے فرزند ملا ظہور نے محمد نامہ کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے[1] تھے۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین دکن کا تکملہ کیا[2]۔

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ حکیم آتشی مثنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نور اللہ، مرزا مقیم، مرزا دولت شاہ۔ محمد امین صنعتی۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعراء تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نور اللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعراء فارسی اور دکہنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کو دولت نے مکمل کیا۔ رستمی نے خاور نامہ کی تصنیف

---

[1] بساتین السلاطین۔ [2] بساتین

کی صنعتی نے قصہ بنیم انصاری لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصہ بنیم انصاری کے دیگر مثنویوں کے مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سلطان کی ملکہ خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کارنامہ مثنوی خاورنامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کے تخت و تاج کا مالک بنا (۱۰۶۷ھ) اس کی ماں خدیجہ سلطان تھی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر و سخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خود بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث استاد عالم کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم و فن خاصکر اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور ہے اس کا دربار باکمالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم و فضل آکر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے تھے اس زمانہ میں بیجاپور علم و ہنر کی قدردانی کے لحاظ سے رشک بغداد و قرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدردانی اور لیاقت و قابلیت کا ذکر ہر ایک مؤرخ نے کیا ہے۔

قاضی نوراللہ لکھتا ہے۔

”این پادشاہ ظل اللہ را کہ در روز ازل از استاد و علمنا من لدنا علماً کسب کمالات کونی والٰہی و فضائل ظاہری و باطنی در مدرسۂ خلق الانسان علمہ البیان کردہ کرسی نشین قرب خالق و ذوالجلال و صور کزین جواہر قابل استقلال بود و گنج لیاقت و استحقاق سببیت و علمیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذات عظیم المرتبت رفیع المنزلت آن نور سراپا سرور ودیعت نہادہ“

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵ الف و ب ۲۶۴)

ل۵ بساتین السلاطین۔

مصنف تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

"معلوم باد کہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہے بود رنگین مزاج طبع او....

..... (؟) وشعر دوست شاعر پرور" (صـ۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے:۔

"پادشاہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بے تقلید بے تکلف درکمال مہربانی وشفقت با خلق اللہ درکرم وبخشش نظیر خود نداشت۔ چو آوازہ جود وسخا او درعرصہ ربع مسکون شہرت کرد از اقطار عالم ارباب استعداد برو آوردند"

(صـ۱۲۴ ۱ و ب)

مصنف بساتین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم وفضل جود وسخا کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سلطان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"علی عادل شاہ پاشاہ بود با اوہوش پند پذیر ونصیحت نیوش سپاہ دوست رعیت پرور قدرشناس اہل فضل وہنر درسخاوت وشجاعت وعدالت کہ ہر سہ خصائل سنیہ وشیم مرضیہ اند موصوف ومشہور رنگین مزاج "

(صـ۹۱ ۱)

سلطان کی علمی قدردانی کی وجہ سے بڑے بڑے علما روقت بیجاپور میں جمع ہوگئے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نوراللہ جنھوں نے اس کے دورحکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ فتح اللہ شیرازی۔ میر ابراہیم ابن علامہ حسین۔ سید ابوالحسن مکونہ۔ عبدالمحمود خاں۔ ارسطو زماں ملا احمد۔ افضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی ضیف اللہ۔ شاہ نوراللہ۔ شاہ ابوالمعالی۔ شاہ میران جی۔ مصطفیٰ خاں کیانی۔ شاہ ابوتراب[۵۲]۔

---

[۵۱] احوال سلاطین بیجاپور (صـ۱۳ ب) [۵۲] تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعراء اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدردانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجاپور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور مشاعرے کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاص کر اردو شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف اسی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے :-

"چون خاطر ہمایون را بطرف طبع آزمائی فرود آورد سے اشعار رنگین مشحون بہ مضامین شیرین از طبعش سر زد سے نکتہ گویان لطیفہ آور را در بزم رنگینش قدر تمام بود چون خاطر مبارکش بشعر ہندی میل بیش داشت برخواسے الناس علی دین ملوکہم بسیار شعراے ہندی گو از بیجاپور بجوشتہ خانہ سخانہ ہنگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند[۵۱]"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے :-

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایہ شعر رنگین را بدروزہ (؟) اعلیٰ رسانیدند"

(ص ۹۲ ب)

خافی خان لکھتا ہے

"بادشاہے بود باہوش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت و وسعت خلق مشہور فضلا و صلحا را دوست داشتی و شاعران را عزت نمودے خصوصاً در حق شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود[۵۲]"

---

۵۱ بساتین السلاطین (ص ۱۶۹)   ۵۲ اردوئے قدیم بحوالہ منتخب اللباب جلد سوم (ص ۳۵۹)

اس زمانہ کے شعراء کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گو تھے بعض فارسی اور دکھنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکھنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعراء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

ملک الشعراء نصرتی جس کے قصائد اور مثنویاں مشہور ہیں مورخین بیجاپور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نور اللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

"عمدۂ اکابران دہر استاد سید نور اللہ خلف انا والعلما حضرت سید علی محمد کہ باوجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کما حقہ آگاہی دارند" (ص ۳۰ ل)

تیسرا حکیم آتشی۔ ان کے علاوہ عبداللطیف، عبدالقادر نوری، عبدالغنی فارسی گو شعرا تھے[۵۱]۔ نصرتی، مقیمی کے سوا شاہ ملک، دولت، ہاشمی، ایاغی، مرزا، اردو گوئی میں مشہور ہیں[۵۲]۔

اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) نصرتی نے اپنی مشہور مثنویاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔

(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ، گفتار شاہ امین، گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا۔ کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاغی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔

---

۵۱ احوال سلاطین ص ۳۰ ۵۲ بساتین السلاطین ص ۹۳ ا

علی کے انتقال پر سکندر جانشین ہوا۔ شروع سے آخر تک اس کا زمانہ مصیبتوں میں بسر ہوا پہلے تو نظم ونسق پر اپنا اثر قائم نہ کرسکا۔ پھر مغلوں نے حملے شروع کردیئے۔ اور سنہ ۱۰۹۷ھ میں عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کرلیا۔

ایسے مصائب کے زمانہ میں بھی بیجاپور ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں رہا۔ سیوا اور مومن اس زمانہ کے شعرا ہیں۔ نہیں معلوم اور کون کون شعرا اس زمانہ میں شہرت رکھتے تھے۔

عادل شاہی عہد کے جو مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
(۱)	مثنوی چندر بدن و مہیار	مقیمی	؟
(۲)	قصہ بہرام وحسن بانو	امین ودولت	سنہ ۱۰۵۰ھ
(۳)	ہشت بہشت	ملک خوشنود	سنہ ۱۰۵۶ھ
(۴)	خاور نامہ	رستمی	سنہ ۱۰۵۹ھ
(۵)	گلشن عشق	نصرتی	سنہ ۱۰۶۸ھ
(۶)	علی نامہ	"	سنہ ۱۰۷۶ھ
(۷)	احکام الصلوٰۃ	شاہ ملک	سنہ ۱۰۷۷ھ
(۸)	مرثیہ	ہاشمی	
(۹)	مرثیہ	مرزا	

حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰۲ ۔ نورس کے تین نسخے یہاں موجود ہیں (الف) کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر۔ (ب) عجائب خانہ حیدرآباد۔ (ج) کتبخانہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفاتر دیوانی ومال وغیرہ۔ یہ آخر الذکر نسخہ خود سلطان کے کتب خانہ کا ہے جس پر اس کی دستخط و مہر ہے۔

"مثنوی چندر بدن و مہیار"

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ انڈیا آفس میں ہے۔ اور دوسرا اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۰) ورق (۴۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۲) اڈنبرا نمبر (۲۷۸) ورق ۱۶ سطر (۱۰) ناقص اول سائز ۶ × ۵ خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو مہیار اور شہزادی چندر بدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف غواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔ گارسی۔ ڈی۔ ٹاسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے راجہ چندو لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہونا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس بھی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد مقیم تھا"

مصنف کیٹلاگ اڈنبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"قصہ چندر بدن و مہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے اور مصنف کی کم علمی کو ظاہر کرتی ہے صفحات (۵۰) ۱۱ بیت فی صفحہ ۱۲۵ھ"

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

"قصہ حسینی" کے مصنف کے متعلق وہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حالت ہے بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کیٹلاگ میں حوالہ بھی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

بنا اس قصہ کا کہوا ہے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

مگر واقعہ یہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے مثنوی میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے:۔

دنیا تو فنا ہے مقیمی سہی　　　رہیگی بچن کی نشانی سہی

ہر دہر مقیمی بچن یہ صفا　　　ز نعت محمد نبی مصطفیٰ

مقیمی بچن کا تر نگ سار تون　　　لسر کر چلیا کان تون ہیار کون

سنچ سنت مقیمی پریت پیار کا　　　قصہ کر تون پورا ہیار کا

اس مثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہوسکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان ہوئی ہے۔

۱؎ مرزا محمد مقیم متخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استرآباد میں تولد ہوا۔ شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش ہندوستان لائی۔ بیجاپور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں شہرت پیدا کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ کے درباری شعراء میں منسلک ہوگیا۔

مقیمی فارسی کا زبردست شاعر تھا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اُردو شعر گوئی کی حیثیت سے دیگر شعراء کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین بیجاپور نے اس کے اُردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجاپور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف لیلی مجنوں[۵۱] کے قصہ کو سنکر کی گئی ہے۔

---

۵۱ مقیمی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ لیلی مجنوں کا قصہ جس کو دیکھ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تھا۔ میرا خیال ہے وہ غواصی کی تصنیف تھی اگرچہ آج تک غواصی کی لیلی مجنوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجوہ ذیل میں غواصی کی ایک تصنیف لیلی مجنوں ہی خیال کرتا ہوں۔

(الف) مقیمی نے جہاں لیلی مجنوں کے قصہ سنکر اس مثنوی کو لکھنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواصی سے بنا کرنے کی بھی صراحت کی ہے چنانچہ لکھا ہے۔

قصہ مجہ پریت کا کہا ایک اُن | جو لیلی تو لیلی مجنوں کون حسن
ہوا دل پو یوں کر تفکر قریب | کہوں شعر موزوں حکایت عجیب
بچن درد ہو دل میں اُبلنے لگیا | نو ہی طرز خوش تر نکلنے لگیا
زبان کا انہا او سچا جوہری | کر دن مت سخن سوں گہر ستہری
قصہ ایک کہوں میں گہر بار کا | سون چند ربدن ہور مہیار کا
سنے کوئی مجکوں دعا یاد کر | رہے ہور تعجب سوں دلشاد کر
بنا تو غواصی کا باندہا ہوں میں | سخن مختصر طا کے سانڈیا ہوں ملیا
دلے میں اپسکوں سدا پا نہیں | شعر میں کسی کا پھرایا نہیں
سدا نا پھرانا نہنا کام سے | کرے پو عمل او کہ جو خام سے

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندرپٹن کا راجہ نہایت پر شوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بدن حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا جس میں دور دور سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیار کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا مہیار نام حسن و جمال کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھا۔ یہ تجارت کے لئے سندرپٹن آیا شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہوگیا۔ دامان صبر ہاتھ سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔

شعر کا طلازم گہر بار ہے — سراپا طبیعت کوں لاچار ہے

بنا اس قصہ کا کہو اے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

(ب) وجہی نے اپنی مثنوی میں جہاں غواصی پر چوٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غواصی نے کوئی تصنیف کردی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ قطب مشتری کی تصنیف ۱۰۱۸ھ میں ہوئی ہے اور غواصی کے دو نو معلوم شدہ مثنویاں یعنی سیف الملوک اور طوطی نامہ اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں پس یہ ضروری ہے غواصی کی کوئی تصنیف ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں ہی غواصی کی تصنیف ہوگی جو ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اب تک نہ تو اصل مثنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اسلئے صحیح نہیں ہوسکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور نہ کسی نے اب تک اس کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غواصی کے مرثیوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متعدد مرثیے ملے ہیں۔

جاتا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جنگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جنگل میں مہیار سے ملاقات ہوئی اس پر رحم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب وعجم۔ بخارا۔ بلخ۔ ملتان۔ لاہور دلی۔ بیجاپور۔ احمد نگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گولکنڈہ۔ بیجا نگر ہوتے ہوئے منزل مقصود پر پہونچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے سرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چندر بدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں بھی عشق اثر کر چکا تھا محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے مہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا ارکان دولت نے واپس چلنے کی ضد کی اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آگیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی مہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چندر بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جان بحق ہوا۔

مہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہونچا تو وہاں سے آگے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہلنا تھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چندر بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تاکہ کسی تدبیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چندر بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کے متعلق چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ سہیلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ ماتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کھولا گیا تو دونو باہم پیوست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہوسکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد وغیرہ خدا کون سزاوار کبر و منی | و قادر ہی قدرت کا صاحب دہنی
جو یوں کیا آدم یک ارواح کون | سبا لیا ہی طوفان تے تو نوح کون
کیا تار گلزار رب الجلیل | کی نمرود کے ہات باچیا خلیل

جنے سب سوارا ہے جنت بہتر | محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پادشاہ | علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول | ہوا دین جس کا بقا پر قبول
سما ہور عرش بہی جو پایا اچہو | ز صفتے محمد ز سید اچہو

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہو چکی ہے قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہوں کہ یک شہر سندر پٹن | اتہا راج وہاں ایک بہتا وبرن
اتہا ہوت کیران میں یک دس ہٹا | بہس دس کون واں شیر سیر لیتا
کرے راج پوچیا سو اس دیو کا | تماشا عجائب دسے سیو کا
کہ راجوں میں او راج جگ راج تہا | کہ کو ہر دہرت ہارا پنا اتہا

کیا جا او سے اہی دیوانی بشر | کہاں سون تون آیا چلیا دہی کدہر
اوبی جواب پہر کر دیا شاہ کون | تون چپ چل پکڑ اپنی بات کون
تون عاشق ہوا ہی سو کس حور کا | ہوا مبتلا کہہ تون کس نور کا
تیرا مت لکیا ہے سو کہہ تون مجہے | جو معشوق تیرا ملاؤں تجہے

نزدیک جا کر بولیا کہ سن اے پری — منجے تجہ لطافت دیوانہ کری
دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کین — اپس تے نکو دور جانے کین
سو تجہ بن منجے کوئی ہونا نہیں — کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں
کتا ہوں تجے میں کہ اے گن بھری — توں کرنا اپنا سچ مری دلبری
سوں یوں کہ ادب سوں توڑ کر ادنے — دھریا سیس اس کے قدم پر ادنے
گلا اس ستا کر اٹھی بول یوں — سمجہ کچ اپس کوں اے بیڑول توں
ہندو میں کہاں اور ترک تو کہاں — کہاں رام سیتا مور کت توں کہاں

ہر یک شہر میں جوں او جانی لیکا — وہاں کیاں ہو جو بیان دیکھانی لکیا
دیکھا روم ہور شام سنجام ہم — دیکھا غزنوی ہور دکھن و مسبد م
عرب ہور عجم یا بخارا بلخ — کہ ملتان لاہور حبش و ہند بدخ
دلی ہور بنگالا دیکھا یا اسی — پدرکان دلار لیس پایا اسی
بیجاپور ستارا و احمد نگر — برہان پور کول کندا بیجا نگر
دیکھا یا دیوانی کنیں پھر کہ سب — نزاکت شہر کے چونبا جوں سب
نکسوں او بولی نہ دیکھی کدہر — اگر جورتی کوئی اچھی خوب تر

روانہ ہوا شاہ جنازہ کوں لے — سو منزل کوں لے آ اوتاری تلی
ٹلی لوک ساری سو یکبار کی — سنوار خوب تربت سو میہار کی
ہوا جون عمل قبر کا سب تمام — اوٹھیا دفن کر نیکوں شہ نیک نام
مینکا جون قبر میں اوتاروں اوسے — دفن کر دیناں تی لباروں اوسے
جو دیکھی جنازہ میں مہیار کوں — اوہی جفت ملکر اوسے نار سوں

کفن پنچ آکر او چندر بدن | کلی لک سوتی تھی سو جون ایک تن
ملی لوک ساری سو یکبار کی | سنوار خوب تر.......................
کلی اوس لگی لک پرت پیار سون | پرت محبت کی مہیار سون
جدا اونکوں ہر چند کرنی منگی | کہ دونوں کوں دو تہار دہرنے منگی

اپس میں نکتی جدا ای پدیہ | انہی عاشقاں میں رو دوتی نظر
تو یوں لک اپسمیں او سونتے اتھی | جدائی کیے تو نہو تی اتھتی
دیکھتا شاہ حیران ہوا اس حال کوں | کیا دفن کرنا اسی حال سون
کیا جوں دفن سب رسم اوس رسم کا تمام | ختم کر مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سبحان کا | عجائب تماشا دیکھ اوس جان کا

مرتب ہوا یاں قصہ کا کلام

درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخے ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مثنوی بہرام و حسن بانو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۴۹) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر (۴۴) کیٹلاگ گجراتی — ناقص اول

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

"دکھنی مثنوی مصنف دولت۔ حمد و نعت۔ خلفاء راشدین کی منقبت اور اپنے پیر شاہ عالم کی مدح کی گئی ہے۔ پریوں کی اس داستان کا ہیرو بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ لقب گورخر کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۸۶۸ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوپال سنگھ کا دوسرا امین بخش کا۔

ایک اور دکھنی شاعر طبعی نے بھی ۱۰۸۱ھ میں اس کو مرتب کیا ہے جو قصہ بہرام و گل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو جو ۱۰۵۹ھ ہے مصنف نے منظوم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے انہوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا مصنف تنہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف امین ہے

اس کی صراحت خود مخطوطے سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ہوئے بیت یک صد چار اور اک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار
امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہوسکتی ہے۔

امین حمد حق کون نہایت کہاں   ز نعت محمد قلم کر رواں

امین کر ثنا بیچ آخر کلام | محمد پہ بھیجو درود و سلام

امین شاہ عالم ہمارے ہیں پیر | ہیں روز حشر میں میرے دستگیر

امین آستانہ کا تون خاک ہو   حشر کے گنہ سے تون بے پاک ہو

امین داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دائم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۰۵۶ھ ہے۔

سنہ ایک ہزار اور چھپن میں | جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضل الٰہی کیا میں تمام | بتاریخ چہارم کیا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زمانہ مختلف ہے قطب شاہی عہد کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابوشحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل شاہی زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے۔ بیجاپور میں ایک اور امین گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے مابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسکے مثنوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربار شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔

برٹش میوزیم میں ایک فارسی قصہ بھی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکھنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے بھی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس مثنوی کا تکملہ کرنے والا دولت شاہ متخلص دولت عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ مثنوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ امین نے کہاں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا تکملہ کیا۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے پھر نعت اس کے بعد خلفائے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا بہرام کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اثنائے داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:-

امین کہتا ہے:-

الٰہی جگت کا کرنہار توں
غریبان نبیاں کا ادھار توں

کیا حمد اور نعت کوں مختصر
نین میں کیا طول یو سر بسر

یکایک میرے دل پر آیا خیال
قصا یک کہوں ہیں نقیں مثال

زبان پر بچن خوب آتا چلا
یو مضمون خوشتر بناتا چلا

زبان پر ہے جیں کے موتی آبدار
اسی کے بچن کا ہے اکثر وقار

....

قصا میں کیا ہے جو گل نام کا
سو بانو حسن شاہ بہرام کا

جو کوئی پڑے سو کرے مجکوں یاد
تعجب سے دل کوں کرے اپنی شاد

ایں داستانہ قصہ اب کہو
خدا کے ثنا بیچ دایم رہو

قصا فارسی سن کے پائی خبر
خدا کے جو قدرت میں یک تہا شہر

کہ فارس اوسی شہر کا نام تہا
وہاں بادشاہ شاہ بہرام تھا

اسم شاہ بہرام اس کا اصل
اسے گور کے صید کا تہا شغل

لقب تب ہوا شاہ بہرام گور
نتھا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور

اتہا خوب صورت وہی بے مثال
نزاکت میں تہا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو ۔

ہوا صبح کا وقت یکایک تمام
لگیاں بولنے طوطیاں خوش کلام

صبح بین ایس مکہہ سون کہیا نقاب
ہو مشرق سیں نکلا تو آفتاب

تدہاں شاہ نیں اضطرابی ستی
کہا دیو کوں یوں شتابی ستی

طرف یار کے مجہ روانہ کرو
میرے دیوانے کوں سیانا کرو

زلیخا کے خواہش بینا پوری کیا
یوسف کے دل میں شرف اس دیا

ملاقات لیلی کی مجنون سے کر	مرادپا انکو عقبیٰ بہتر
بدیع الجمال کا کیا کار تون	ملایا سو سیف الملک پیار سون

ذیل میں اس مثنوی کا مقابلہ فارسی مثنوی بہرام وگل اندام سے کیا جاتا ہے :-

فارسی	دکھنی
کہ بنشین پیش من اے دیو مہتر	دیا شاہ نے دیو کون تب یہ جواب
زاستادن نشستن از تو بہتر	کہ آو اپن مل کے پیوین شراب
چرا ہستی تو استادہ بہ پیشم	گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر
بیا بنشین بخور ساغر ز دستم	بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر
تو پیش من بخور مے من بہ پیشت	دونوں مل کے بیٹھے ہوے ہم کلام
وگرنہ من ہمی ترسم زنیشت	گئی شاہ کے دل کی وہشت تمام
نشست آن دیو پیش شاہ ومے را	کیا شاہ اور دیو نین مے کشی
بخورد و گوش کرد آواز نے را	ہوے آپ میں آپ دونو خوشی

فارسی	دکھنی
ز چشمہ خویش را بیرون کشیدند	نہ دیکھا اپس رخت کون ٹہار پر
نظر کردند درخت خود ندیدند	اوٹھیاں وہ ترت سینہ پر ہار کر
بہر سو جست وجو کردند بسیار	دو ورو نے لگیاں وہاں نپٹ زار زار
ندیدند ہیچ کس را جز پے یار	صبر کر گریبان کیتیں پہار پہار
کہ ہر کس بر درخت ما ازین جا	وہاں ڈھونڈیاں بہوت بیقرار ہو
بیاید خود دشتابان بر در ما	اپس میں وہ سب آپ لاچار ہو

فارسی

ہر آن کارے کہ دارد ما بر آریم
برائے خاطر او جان بسپاریم
برآورد از کمر تیغی وزد شاد
بجست و خیز آمد گور ناگاہ
بسوئے آسمان پرید از جا
ہمان باز گشت او باد پیما

دکھنی

کھڑیاں ہواسی ٹھار کیتا اواز
کہ دزد چھندی و حیلہ دراز
تو ہو آدمی یا فرشتا مگر
کہ ہے جن پری دیو بیداد گر
تو ہوئے اپس کی کئے آ مراد
قسم ہے خدا کی کریں اس کو شاد

ماری تیغی شہ نے اُسی آن پر
اڑا اس شہ کون لیکر وہ آسمان پر

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی ہشت بہشت

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

نمبر (۱۰۵۹۰ - اڈیشنل) ورق (۱۰۴) سطر (۱۴ تا ۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بہرام کی عشقیہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر مثنوی کے آخر پر کیا ہے مثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا ذکر بھی ہے محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۷ھ تک ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور کاتب کے نام کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

ولا تیج لطف کا دار دہی پاک | بندے خوشنود کا جیو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شہ کا نظر ہے | مراجنت نگر کے بیچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رولیا | ایس کے تاؤ کا تاریخ بولیا

بندے خوشنود کا نادر بچن ہے مجکوی سمجھ اوسے سب نورتن ہے

اتنکے جیو کے طوطی کا ہے چارا کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پر تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۳۰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ۱۰۵۶ھ ظاہر ہوتا ہے پس اس لئے بہی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہو کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود دراصل گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا خدیجہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تہی) بیجاپور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ بیجاپور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۰۴۲ھ میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آو بھگت ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے مفوضہ[۱] کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

---

[۱] خواص خاں محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تہا۔ مگر اپنی چالبازی سے تمام امور ملکی ومالی پر قابض ہوگیا تہا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تہی۔ اس خود سری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تہی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواصی بیجاپور آیا تہا۔

(حدیقۃ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے کہے تھے جو افسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے :

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما ر لکھا گیا ہے۔ یہ امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :-

سراؤں تجھ جو توں ہے پاک معبود | ہوا سب خلق و عالم تجہ سوں موجود
سنواریا کھن اور توں چاند تارے | کیا پیدا عرش کرسی چار ہی
زمیں پیدا کیا صور کوہ الوند | فلک سب چند سوں کتیا توں بوند

اس کے بعد نعت۔

محمد مصطفیٰ محبوب رب کا | کہی ساری نبی توں تاج سبکا
نبی کے نور کا نقطہ ہی سینار | نرہ حک دایرہ او نور پرکار
کہ احمد احد میں پاندیا کمربند | جو یو بندا ہی او صاحب خداوند

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سیس کا تاج | محمد باج ہے کس نہیں ہی معراج
مبارک رات او جس رات میں شاہ | گئے ہیں عرش پہنچوں کہیں ایہ باہ

اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہوں منقبت میں شیر نر کا | بہادر شاہ مردان بختور کا
کہا جسکوں خدا مظہر عجائب | کیا جگمیں بستے کامان غرائب

اس کے بعد محمد عادل شاہ کی مدح ہے۔

تون سلطان محمد شاہ غازی | جہان کوں شاہ سوں ھی سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان ھے | قوی طالع سکاہن ترکمان ھی
نبی کے لطف کا دل ھی خزینا | انگوٹی نو فلک چندر نگینا
کھون ثانی سکندر یا کہ جم ھے | نہیں شاہاں کی جسکے در سوں کم ھے

....

کھیا یک روز منج شاہ جہانگیر | جو انکی کیمیا کا پاک اکسیر
اہو لک سنج دھرتا ھی صیاقی | قلم ھی تیز کرتا موشکافی
دھنر نادر جو کرنا جیو کوں تازہ | سیتا سب ملکیں بو کرم آواز

....

کئے جب حکم عادل شاہ منجکون | اچھنے خسروی کا ماہ منجکون
خزینا کر رکھیا ھون دھیان میں سب | کہ جیوں موتی ھی جیو کی کان میں سب
لکے دریا ابلنے شوق کی تو | دسی اکثر جواھر ذوق کی تو

....

کھانی آٹھ بو بیاسن سخن ور | کہ جون ھی آٹ جنت آٹھ کوثر
بھشت بتون ھر یک کا انک نام ھے | ملک ھور حور کوثر سب تمام ھی

اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ سنسار میانے | سو رنگی پھول جوں گلزار میانے
کیا تھا عدل سوں جہانکوں دت | کہ جون روشن کیا ھور آسمان کون

اتہا او خوش خرام ھور نیک فرجام ۔ اچھیا تا نوا سکا شاہ بہرام
کرہی مجلس شراب ارغوانی ۔ پیوی ندن کری زرفشانی
فلاطون بوعلی سی تہی حکیمان ۔ چتور شاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر نہ کچھ کم تہا ۔ نہیں اس کے شہر میں ملتا سو غم تہا
پہلی معمور اپیں شاہ غازی ۔ رعیت شاد سارا خلق راضی

....

چھبیلے بیدل نازک گل اندام ۔ عجب نازن اس دھنکا دلارام
پکر مالی جھندر کا چنک جنک میں ۔ ھوی تہی غرق ھنر کی صاف ننگ میں

اٹھا او روز شنبہ کا نورانی ۔ آپیں مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ یکروز ۔ کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکین عمارتیں کوں شاہ ۔ کہ جون نادر اچنبا برج میں ماہ
آپیں سورج کیا کسوت زین کا ۔ دیا ترتیب ساقی مسین کا
سیکھے ھندی نہیں ردمی پہ لیکا ۔ کمر جون بال نازک استر لیکا

شکار اپر ھوسکر شاہ بہرام ۔ چلیا یکدن سواری شاہ بہرام
اتہا او صبح کا پارا نورانی ۔ لیا سوں دل چلیا صاحب قرانی
پون پک کی لکیا کھوری پھرانی ۔ دھتور تیوں کر سب کھن برانی
ھر یک کھوڑا اتہا جلد ہیں جون سوار ۔ ھر نکی پانون کرتی سم تلی چور

خاتمہ پر اپنی شاعری کی تعریف بہی کی ہے۔

خدا منج فام کون اتنیل دیا ۔ قلم تو عنبر افشانی کیا ـــــ

یقا کاست دیک بنیاد کم زور | بندیا ہیں یو عمارت بہوت وزور
جکوئی نادر عمارت کون سمجھا سکا | بہت کچ تماشا و مانی دل میں پاتیکا

لکھیا ہوں عقل سون نادر بہت خوب | ہوا ہے تو کتاب یو آج محبوب
اگرچہ تخت کی اتکی ہے کچ یک خام | اچھو جون تھون ولی تجہا ہے یو کام
پر لیکا کر قبول یو بات ہر ٹھار | منجے سکی نمن محبت ہے گفتار

کیا میں تو کتاب یو جگ میں مشہور | رہیا دنیان میں یو جوں کہن اپر سور
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا | محمد شاہ ابن حاجی بابا

خاتمہ :-

یو ہے گلزار اس امرت پلا تون | ہر یک تل عشق کا جلوا دیا تون
پشانی عرض کا کھیا پر دہریا ہوں | کتاب اپنی ختم کر سجدا کریا ہوں
کرو میں شکر حق کا کیا میا ہے | جو اہر پاتکی منجہ کون دیا ہے
کیا ہوں بیت کا نادر شمار یو | چو ہے دو سو پچیس ہور تین ہزار یو
بچن نادر ورق سب زرنگاری | ملک خوشنود کا ہے یادگاری

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

ہشت بہشت خسرو

"آغاز حکایت"

گنج پیمای این خزانہ پر
از خزانہ چنین گشاید در
کآفتاب جمال بہرامی
چون شد از نور در جہان نامی
پدرش رخت زندگانی بست
او بجای پدر بتخت نشست
خسروی را بشان کار گرفت
کار عالم بدو قرار گرفت
مخلصان را ز مہربانی خویش
کرد سرمست دوستگان خویش
مشرق و غرب جہان نماید کسے
کز خلاف رضاش زد نفسے
وانکہ رو در خلاف رایش کرد
سر خود را نثار پایش کرد
بر رعیت فگند سایہ جود
کز جہان کس نماند ناخشنود

روز شنبہ کہ بار شک انگیز

ملک خوشنود

تہا ایک بادشاہ سنیا ہمیانے
سورن کے پہول ہین گلزار میانے
کیا تہا اوہ دل سوں جہان کون
کہ جون روشن کیا ہور آسمان کون
اتہا او خوش خرام ہور نیک فرجام
اچہا نانو اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شراب ارغوانی
چہوی نسان کرے زرفشانی
فلاطون بو علی سے تہے حکیمان
چتور شاعر کتنی نادر ندیمان
رتن دہن مال لشکر کچہ کم تہا
نہین اسکے شہر مین ملتا سو غم تہا
چلی معمور ایپن شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

اتہا روز درشنبہ کا نورانی

هشت بهشت خسرو

شد بدامان صبح غالیه بیز
شه بگنبد سرای مشکین شد
خانه زد بهم چو نافهٔ چین شد
جامه مرا بهم برنگ کیوا سنے
داد ترتیب عنبر افشا سنے
ماه هندی نژاد درد می چهر
خاست از خوابگاه ناز بهر
خدمت خاص را میان بربست
کمر بندگی بجان دربست
کرد چون ساقیان برعنائی
نقل ریزی و مجلس آرائی
نازنین گشت همنشین بادشاه
تازه کرده قران زهره و ماه
زاول بامداد تا گهه شام
عشرت و عیش بود باده و جام

ملک خوشنود

آپیں مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ پیروز
کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عماریں نول شاہ
کہ جوں نادر اچھیا برج میں ماہ
اپیں سورج کیا کسوت زمیں کا
دیا ترتیب سب ساقی سیں کا
سکے ہندی بہنس روہی پہ لگا
کمر جوں بال نازک استری کا

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے اس مثنوی کے (۳۲۵۰) شعر ہونے چاہیئے مگر اس یورپ کے مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعر کیوں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے۔ معلوم ہوتا ہے ملک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام محمد شاہ ابن حاجی بابا تھا۔ مثنوی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے

کیا ہیں تو کتاب یو جگ میں مشہور | رہیا دنیا میں یوں جوں کمن او پر سدر
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا | محمد شاہ ابن حاجی بابا
بزرگان کے بچن ہیں کان دہرنا | کسی پر عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کیٹلاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس مثنوی کا مصنف خیال کرتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاورنامہ۔ بہرام وحسن بانو سے دقیق ہے مگر پھر بھی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

خوشنود کی پرورش گولکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پھر بیجاپور کی سلطنت میں ملکہ اور سلطان کا مقرب خاص تہا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تہی اگر اس کے قصائد مل جائے تو واقعی ایک بیش بہا شئے ہو گی۔

میری معلومات کی حد تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

خاور نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۵) ورق (۳۴۳ ۵) سائز (۱۴ × ۱۰) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابن حسام کے فارسی کا دکھنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا ابوالمعجن اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے مصنف کمال خاں رستمی آخر پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مصنف اسمٰعیل خطاط خاں کا لڑکا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں ذی عزت امیر تھا جس کے سات پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور خطاط خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دکھنی قصائد اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستمی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل بیجاپور (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء تا ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی کی تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر منظوم کیا ہے جہاں اس کو "نامہ شاہ" سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹاسی نے اس کا ذکر کیا ہے جس میں وہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستمی کے "رسمی" بیان کیا ہے۔

ڈی ٹاسی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستمی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

جو فارسی عبارت ہے اس میں بھی صاف طور پر رستمی لکھا گیا ہے۔ جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر	بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہے مجھ کمال خان دبیر	تخلص سو ہے رستمی بے نظیر

کیا رستمی اس وقت یو کتاب	بندیا بات کی گوہراں بے حساب

دے او مے جو رستمی اچھو مدام	کہ رستمی کون او عالی مقام

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبی کی جو ہجرت تھی گنتا خیال	ہزار پچاس اور نو کی تھی سال
کہا رستمی اس وقت یو کتاب	بندیا بات کے گوہراں بے حساب

کمال خاں رستمی اسمٰعیل خاں کا لڑکا ہے سات پشت سے اس کا خاندان سلطنت عادل شاہی کے دامن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاط افغاں خطاب ملا کرتا تھا۔

رستمی نامور ادیب باکمال شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں ید طولیٰ رکھتا۔ غزلیات اور قصائد نظم کیے تھے مگر بدقسمتی سے سب ناپید ہیں۔ صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے جو اس کی قابلیت کی بین دلیل ہے چوبیس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وہ نہ صرف زبردست شاعر تھا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح خوبیوں سے مالا مال ہوتی تھی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تھی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی بارسوخ تھا۔ غرضکہ رستمی بیجاپور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مماثل ہے ممکن ہے ابن حسام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصرالدین[۱] محمود کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

(داستان امیر حمزہ اردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سبع سیارہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور فرشتوں کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نعت پھر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد "صفت شب" بیان ہوئی ہے جس میں فردوسی کی مدح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہوگا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تھا مگر بادشاہ اور ملکہ کی مدح سرائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ دکھنی مثنویوں کا تقریباً عام قاعدہ رہا ہے۔

قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادری کا ذکر ہو رہا تھا کوئی کسی کا نام لیتا تھا کوئی کسی کا کسی نے سعد وقاص کو ترجیح دی جس پر ابوالمعجن کو ناگوار ہوا مجلس کے برخواست پر دونوں میں رنجش کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابوالمعجن نوجوان تھا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رات کے وقت سعد بن وقاص نے ابوالمعجن سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابوالمعجن بھی آیا مگر سعد سے لڑائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں مارا جائے تو خیر ورنہ کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعد نے بھی اس کی تائید کی دونوں روانہ ہوئے کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہونچے

---

[۱] ابیتھے

جہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تہا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی مہمانی کی اور رخصت کے وقت ایک لشکر ساتھ کرنے کا ارادہ کیا مگر اونہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نو روز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہونچے جس کا نام کوٹہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نوادر تہا۔ اول تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہوگیا بعد ازیں مخالفت ہوگئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نوادر مجبور ہوگیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطار شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابو المعجن کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنا راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطار شاہ کے مقابلہ کو پہونچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابو المعجن شرم سے دوسری جانب روانہ ہوگیا۔ قنطار شاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابو المعجن یہاں سے روانہ ہوکر پولاد کوٹہ گیا جہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطار شاہ کے تصفیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولاد کوٹہ میں حضرت علی اور ابو المعجن میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غنودگی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابو المعجن تہا اس کے بعد دونو کی ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابو المعجن آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کئی دفعہ طلسم کشائی اور دیوؤں پریوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی ہے جن میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی معہ رفقا بہ فتح و فیروزی

مدینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔
یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۶) صفحوں میں ہے۔
نمونہ کلام سے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفس مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یونس۔ خضر۔ آنحضرت صلعم۔ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ جبریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔
ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ قنطار شاہ۔ بادشاہ زنگیان۔ قبادشاہ خاوران۔ سلیمان شاہ جمشید شاہ۔ بادشاہ فیل گوشاں۔ خار شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناہید شاہ۔ طہماسپ شاہ۔ قبط شاہ شاہ سمک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ رائقض شاہ۔

ان میں سے نوادر اور رائقض کو ابوالمحجن نے قتل کیا ہے۔ قبط شاہ اور صلصال شاہ کو حضرت علی نے قتل کیا ہے جمشید شاہ۔ شاہ سمک اور طہماس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔
ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہو کر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔
ہلال قنطار شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ قباد۔ ایلاق ترک (اس کو سعد نے قتل کیا) میرزہ تہار خوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (مالک نے قتل کیا) فرہاد۔ عمار (شاہ خاوران کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوا۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علی کے مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کوتوال شہر ربیع۔ اسفندار بہمن (مالک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاموس۔ شیبان۔ ششپال (جادوگر) کلباد (ابوالمحجن سے مقابلہ ہوا) قنجان۔ قرطاس۔ اس کو ابوالمحجن نے قتل کیا۔ ازعوان کو بھی سیمراق

پیل زور۔ اس کو بھی ابو المحجن نے قتل کیا۔ سرتاب صلصال شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گورآب۔ گوزر نوزداد۔ کیو۔ عاد۔ نوزادین بسام۔ یہ سب صلصال شاہ کے فوجی افسر تھے۔ اور اکثر قتل ہوئے۔

داستان میں عورتوں کا ذکر ہونا اور ان کا بحیثیت ہیروین آنا ناگزیر ہے چنانچہ اس مثنوی میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دل افروز۔ دختر نوار جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر جمشید شاہ۔ پری رخ۔ زن جمشید۔ خواہر جمشید۔ گلنار۔ گل اندام۔ شمامہ۔ صلصال شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوتی ہے۔ قرطاس شاہ کے حرم۔ طہماس شاہ کی بہن۔ ناہید شاہ کی دختر۔ پری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابو المحجن۔ سعد۔ مالک۔ عمر امیہ۔ قنبر۔ خالد۔ فتاح۔ عمر معدی کرب۔ سلیم حضرت علی کی جانب سے عیاری میں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے مہیار اور طرب قابل ذکر ہیں مگر عیاری میں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمر امیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں ہے۔

مثنوی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی صراحت بھی مناسب ہے۔

کوٹہ نور۔ ریاض کوٹہ۔ ضماد کوٹہ۔ صباح کوٹہ۔ پولاد کوٹہ۔ بندرگاہ سلیمان۔ شہر جم شہر خاوراں۔ قلعہ عول۔ قلعہ صور۔ حصن ربیع۔ بت خانہ آہن باغ۔ حماد کوٹہ۔ بت خانہ دیو ازسپید قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعہ آدمی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار ظلمات۔ طلسم بلور۔ شہر مرصع۔ ویران حصار۔ شہر فام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر زرین رباط اول۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین۔ حصن شیطان۔

صدر الذکر بادشاہوں کے لشکروں کے سوا بعض اور لشکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔

لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کلاہان۔ لشکر فیل کوشاں۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدہا امور غلط اور ناممکنات سے ہیں۔ دیوں۔ پریوں۔ بھوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ طلسم کشائی وغیرہ۔

اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا ہو کتاب ابتدا
بندیا بات میں نقش نام خدا
جو صاحب ہے او عقل ہور جان کا
کیا دین بخشش او ایمان کا
اوہی ایک صاحب اپر ہور تلمن
جو ہستی پرا سکی گواہیں ہمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا
تیری تائیں سب نقش پیدا کیا
تجھ سر ہی حق کا سو تجھیں دسی
ویسی تجھیں ہور تجھیں لسی
دو جگ کا سو مقصود تجھکوں کئیں
فرشتی سو تج کو تج سجدہ کریں
صفا مروہ دائم ہی اس سی تھے
ہو جم حمرہ ہی اسم اسکا سبھی
دہری شرع سر تاج شاہا تہیں
سنا اور لیسین و طہ تہیں
فلک ہی سو مسند تری قدر کا
زمیں تخت ہور فرش ہی صدر کا
تری گھر کا پہرہ دار روح الامین
کیا اپس اسکا جان آفرین
توں لولاک کے تاج کا تاجدار
تری پاس تھی خوشبو نسیم بہار

علم تو ترا فتح عجم پر کیا
تجہ انا فتحنا جدان تھی دیا

تجھی فتح دشمن پر سے دین کا
دعا کر عطا ہی تجہ آیین سکا

توں ہی سرو قامت تر فستقم
ضمن ہات دامن پر تجہ معتصم

صفت شب

آیا تھا زمیں پر پی جوں شاہ زنگ
زمیں ہور زماں کوں لیا پانہا پی تنگ

سفیدی کی پی کھچی تھی مکھ پر نقاب
پرند سپید چھپیا تھا آفتاب

زمیں پر عنبر کا مندپ تھا تمام
سرا کوں سیاپردہ تھا شکفام

زمیں پر تو سنبل تھا نیں تھا سمن
کیا تھا پی سوسن کا کسوت چمن

کیا تھا محل کی بہتر شاہ چین
صباحی کا تھا مرغ ہی خواب میں

زمیں ہور زماں میں پی کا جل بہریا
انکار جا کر جگہیں دھواں بہر رہیا

جتی مرغ ماہی کوں تھا بہوت خواب
زمیں کوں دے زنگ آسمان ماہتاب

فلک نو طبق کو ہیراں سوں سنوار
ہور کوں پی زیور کیا صد ہزار

جو شاعر تھا فردوسی پاکزاد
اچھو حق کی رحمت سوں او بہوت شاد

دنیا میں ہو ونہی بات استی پند
ہوا شعر تھی ہی انی بہر مند

ہوا شعر اسی خوب آبی روان
کیا از پہوانان کیا از خسروان

کیا نامراد خلق میں نامدار
رہیا جگہیں اپس تہج یو یادگار

بلند مرتبہ اپس تھی ہی بات کوں
کیا شعر جگ میں او اپس ہات سوں

ہوا ختم اپس مثنوی پر لتا
موتی بانکی را اپس کر دو لتا

بولیا جگہیں توحید اوہو پند
جو یک بیت انکی خدا کوں پسند

جو دریا جو تکی اوقالب خاک کوں
خدا بخشیا فردوسی پاک کوں

جو فردوس میں اس کا جا کا کیا
اپس کی پی رحمت سوں جنت دیا

جو موتی بندیا حی صفت میں پیری
او پہولان گندیا حی صفت میں سری

دنیا کون بلندی و پستی تو ہئی
سبہی نیست ہیں انچہ ہستی تو ہئی

اس یک بیت پر بہشت اسکو دیا
ملک یا تکا اسکون بخشش کیا

صفت بہوت توحید میں اس کرون
کمر میں بہی یک نکتہ ایسا کہون

جو اپس نکتی نہی ہوی دولت منجی
بلندی دیوی ہور رحمت منجی

آغاز داستان تماورنامہ

جو مسجد میں اقصا کی بیت الحرام
رسول قریشی علیہ السلام

مبارک وقت کون جو یک نامدار
جو بیٹھی تہی مسجد میں اسوقت شاد

زبان کہول یاران اپس میں اپن
ہتوا بہوت ہر یک لگی بولنی

بولیا ایک جون نا لک نامدار
تہو سبہی دنیا میں یہی و سر اسوار

بولیا سعد وقاص مجہ سار کا
نہیں کوئی مجلس میں مجہ کار کا

جوان ایک ابوالمحجن اپس ناو تہا
جو مردی میں اس ناو سب تہا تو تہا

ہنر کا دوا دلیں روشن اتہا
ہنر سب او حیدر تہی سکیا اتہا

اونچی ہور نیچی بات ہی درمیان
عمر جاگی لیکر ایا وہان

ماریا او ابوالمحجن اور سعد کون
ہوئی دو تو جانان یہی رنجیدہ جون

غصی آہی دو تو دیکہی کہور سر
لگی جانگی جوں کی در روتا کر

یہن بہی جو مردی میں باندیا کمر
دیکہیں کی تہتی سب یو اہل نظر

جو حرمت تہی تان رکیں کی یہان
کر نیکی نتیجہ آزارہ اندر جہان

بولی یو سخن مجلس تہی او بہار گئی
نظر تان کرے کام اس تہار گئی

حور سجندہ خاطر او دو نو ملے | غصی ہو کر مجلس تہی دو نو چلے
جو نالک دیکھیا کام ایسا ہوا | جو یو فتنہ یارا ہیں بالا ہوا
شتابی سون آکر تزد عمر | پکڑ ہات اس کا کیا لی بدر
جلی لوک اپنی پی آرام گاہ | ملول او پریشان ازان جا بگاہ

پہر آئے شہر میں چہوڑ دشت | خوشی سون بولی اکر یو سرگذشت
کیا ترجمہ دکہنی حور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہیں مجہ کمال خان دبیر | تخلص سو ہی رستمی بی نظیر
پلا ساقی ادمی جو ہی خوشگوار | جو دہرتا ہون میں بی پلا ہی خمار
خمار تہی جو ہیں دردسر کہینچتا ہون | فراق تہی اس آدجگہ کہینچیا ہون
دی ادمی جو مستی اچہا مجہ مدام | کرہی رستمی کون او عالیمقام
دی ادمی جو بوزی مراسب خمار | بڑہی حور بہلی تہی کرے رستگار

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

خمار اس کا پکڑیا ہے پیوند و پے | خمار توڑ دی پیالہ یک بہر کر می
کہلایا سون پہولان بیا باغ سخن | معطر ہئی سیتی دماغ سخن
کرے جیب گز پر گلستان من | دکہکا یو پہولان بہ بستان من
حضوری کی فردوس میانی درانی | جو دکہیکا جنت نمن دلکشا ہی
بہار تہی جون باغ ارم تازہ روے | یو دمزنا ہی فردوس کا رنگ و بوے
جون فردوس ایا ہی دریوستان | بہشت ایسا بیا ہی بردوستان
ہوا تہا اندیشہ منجہی رہنماے | رکہوں یادگار ایک میں پی بجاے

سنواریا ہوں سن نامہ سوں خامہ کوں — نہایت کوں اینڑایا ہوں نامہ کوں
نہایت سوا تا مہ نا مدار — سوا نامداران اپر یادگار
اگر باقی ہو دیکا تن زیر خاک — میرا نام جتیا ہی مجہ کیا ہی باک
نبی کی جو ہجرت تہی کنیا خیال — ہزار پر پچاس اور نو کی تہی سال
کیا رستمی اسوقت یو کتاب — ہندیا بات کی کوہران ہیں حساب
خاورنامہ دکہنی کنیا ہیوں نام — ہوا خاوران پر قصہ سب تمام
اپس اوپر بہت گذریکا روزگار — اچہیکا یو دنیا میں ہور یادگار
توں اس نامی کوں نامہ شاہ جان — دوجی نامیاں پر شاہ دلخواہ جان

جنگ کا سین

چلیا جنگ تہی شاہ دلدل سوار — اُچایا او دلدل تشان غبار
کیا ایک حملہ او لشکر اپر — سواران چلی اہی اپس گرد کر
کہوریاں کی نعل تی زمیں چاک ہوئی — اسپتی پی لرزی ہیں سب خاک ہوئی
نفیریاں کی نالی کی آسمان میں — اُٹہی گرد لشکر تی میدان میں
سوارانکی پانوکی پی ادار سکے — زمیں میں کی مردی اُٹہی داز بہی
گرد میں جوں بجلی چمکتی تہی تیغ — جوں بجلی دیسے ابر میں بیدریغ
بہت سر جو باری تہی درزیر نعل — سماں تز یا تکی ہونٹی تہی پی لعل
موہنی حوروز حمی پری تہی تہی — جو چلینی کوں وان بات نہیں تہی کتی
علی مار پاڑی تہی وان سوار — چو افلاک اس کر سکیا نہیں شمار
اپس رہ دریاند وتہی او نامدار — مار پائت سو حور بہی یکبار
امن منگین باقی لکی سب سپاہ — سران تہی رکہی سب اپس کا کلاہ

زبان سون صفت اسکی کرنے لگی | اپس سر کون زنہار منکین لگے
علی کی ایمان لیا دونو ہی امان | نیچا کا تمن کون تمارا ایمان
اد کوہی ہو کا ہچ تیغ تہی رسپنکار | جوار سپی تہی دلکی دہور پیکا غبار
جون ار سپی تن دلکوں روشن کری | حکم پر پیمبر کی گردن دہرے

شب نے قاف عروس کے متعلق کس قدر پردے بیں بیان ہوا ہے۔

دل افروز ہور سعد کون وان لیجا | کئی عقد دونو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا | اتہی رات ساری محل میں او جا
ستاری اتہی جشی سب راتکوں | چہپی دیکہ کر ادا جنت کالی سون
عروس سجی جونکہ جلوا کری | فلک کی پی جہری تہی بہار آ پہری
علی بہی بولا ہی دل افروز کون | کی اچہ نون پان یو بیج بہی دون سون

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعد اپس پر جیا نو فیل مست | جہکتی لیا رعد سپی تیغ دست
دو باسکان پر ہی لیکہ شمشیر تیز | زمیں پر کئی اپس وقت ستیز
ماری اسس اپر ہر طرف تہی پی تیر | سپر سون رکہیا دہانپ اپنا او سپر
پیر کی مین بجلی دستی تہی تیغ | دسپی بجلی جون ابر میں بید ریغ
غصی سون ماری زخم ہور یون لری | جو سر تہی سپر نکری ہو کر اتری
جواناں کی بازو تہی شمشیر یون | ہوی تہی جو جو کان سپر کند جون
سوار رعد کی اپس تہی میدان میں | ہوی دیکہ حیران وان سب جنین
آخر کون ابو المحجن نامدار | کیا سر اپر رعد کی تیغ بار
سپر لیا پا سر پر او جنگی سوار | دو ٹکری ہوا او سر جوں خیار

سپر کاٹ کر تیغ اتری ملار — کاتی ترک پولاد سر ایکبار
جلیا رعد کی سر تی بہی لعل خون — هوا ترک پولاد سون سرنگون
ماریا کرم هو غصی سون پہلوان — کاتیا زین هور سب تمام کستوان
اسی سپر تہی بہی پانو تلک دو کیا — اس تیغ زین سون باندیا

ہوا اس تہی معمور سکا جنگل — جانوا یا هی کاروان وان نکل
نہیں وان کی جشی سپنواری کئی — بلشت ایک خالی کہیں نہیں رهے
هوی جون جنگل بیابانی ادہیچ رات — هوا پیدا ایک سار بہی انکی سات

نہیں جانتا هی میرا نانوں تون — سجانی کون ایا هی اس تہانوتوں
میرا نانو بہی میر سیاف هی — جو مج تیغ تہی چرخ پر لاف هی
میری تیغ تہی تون نہیں ہیں پلنگ — جو مناتی ہیں باکان مرادیکہ جنگ
ترا نانو مجہ بول کیا هی اتال — دکر نہیں تو تجہ ون کرونکا قتال

اتی گردن اور ران اسکی سبطر — هتی کا دہری روز پنجہ مرپہ
دونوں ہات اسکی درخت چنار — دونوں پانو هور ران مانند دار
لب اس کا جانو کردہ کا دنہا — او ہفتاد کا وان تہی پتاد تہا
لیا جو سنگین ان ہات ییں — کرہی جو رهتی کون یک سات ییں
کشادہ اتہا سینہ اور سفت اد — تون بولیکا تہا دیو جون حفت اد

تمام شہر خادر مسلمان ہوئے — تمام یکبیک افرین خوان ہوئے

آئی ستہ کی عورت لی عورتاں سنگات
اوجیدر کنیں اسی بولنی کون بات

اتھی سینئن ھور او نوش لب
رخ و زلف و مرقی تھی جوں روز و شب

او تھی خوبرویان کے دل کا بہار
اوخاورزمیں کی اتھی لالہ زار

پری سرو قد تھی پری زاد نام
جو اپس مکہ تھی خوبان کون خوبی تمام

مسلمان ہوے جو سون جاکر زن
اسیتی ھوئی خوش تمام انجمن

لہو سات شمشیر نشان کرون
پانی میانی لعل پہ شال کرون

النو بولی نوبت بجاو از فراز
جو جہکر لگی نوبت بجی بان پی باز

بہی کشتی ہیں تھی ایراسی نفیر
بہری دریا اوپر تمام آکہ تیر

دو کشتی پو تیران تھی آپرے
نشکان پی او دمکہ جہکر اورے

سپہ کون دیا او تیغ کو راب دل
جگر کی لہو سون تھی سیراب دل

ہر یکطرف کشتی سون کشتی لگی
نہیں کوئی رنی تھی اسمین پہکے

سر نیزہ سینیان سون کشناخ ھو
ہوئی بہوت سینی ہیں سوراخ ہو

ہوا مردیاں تہے دریا سارا سیاہ
جو کشتی کون جانی نہیں ابری راہ

تن مردیان سون جاگا سارا بہریا
لہو کی جا تو وستی تھی سب دریا

توں دین نبی سات پرنور ھو
اپس دلکی توں وانھی دور ھو

گواہی دی اسی مرد دانش نماہی
محمد ھی جکہیں رسول خدائے

زبان سات توں دلکوں بہی یاد کر
پیمبر کی بول پہ سے اقرار کر

شاہ سمک کے خواب کا سما اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمین جیشی دمڑتا تھا شہ زیر پائے
چھپی ہور آتش ایرای زجائے

اسپی اک تھی بہار آئی شرار
بھی کیا آتش لگی سب حصار

جوان ایک ظاہر ہوا خوش خرام
اتھا مکہ اسپکا چون ماہ تمام

سنبل سون کلی تازہ کون دیتا آب
پڑیا سایہ بان شب کا پر آفتاب

اتھا خم میں ہم حلقہ تا پشت پاسے
صبا زلف تھی اپس ہوی عطر سائے

تبسم کیا یا ہزاران نمک
ایا او نزدیک شاہ سمک

انی پکڑیا اس ہات فرزانہ کون
کیا خوش اس وقت بیگانہ کون

ایسی اک تھی اس کنارہ ہی کیا
پچھر ہو کر اسکون کلی لا گیا

جون شاہ سمک دیکھیا دیدار او
ہوا جیو سون اس خریدار او

اسپی بولیا ای ماہ مردے
تجھی دیکھ حاصل ہوئی خرمی

کیا ہی نانوکر ہیں غلامی توام
کروں بندگی کہ بنام توام

انو بولی میں ہوں رسول خدا کے
ہوتا گمرہان کو نبج میں رہنما سے

مسلمان ہو توں دین مرا پذیر
کفر چھوڑ دی اور اسلام کر

گناہان کون تیری شفاعت کروں
شفاعت تجی میں نہایت کروں

یو سن مژدہ شاہ سمک شاد ہوا
مسلمان ہو دوزخ تھی آزاد ہوا

شمامہ کا صلصال پر ماتم کرنا۔

پتران رونا بھی اپس پہ آغاز کے
ماتم کا ابی شیوہ بھی باز کے

ادیہوت بولی ای بادشاہ جہان
دولت سون اتھا توں پناہ جہان

دنیا تجہ پناہ میں آسودہ تھی
تری دور میں ظلم تو کچہ نہیں

تری داد تہی ظلم کوں تاہ تہا | ترا تاج پی افسر ماہ تہا
توں بیدار کر فتنۂ درخواب تھا | زمیں تیغ تل تیری سیراب تہا
اتال آئی خرابی لیکار جہان | اپرایا شب روز کار جہان
اتال شاہی کا تخت بی شہ ہوا | توں روشن جب تہا سو جوں مہ ہوا
اتال میں ہور یو سو صبح کا پی درد | انکیاں تر ہو ٹہاں خشک ہور آہ سرد
زمانہ جیوں دیکھلا یا مجھے | انجو کی جا کی لہور لایا مجھے

شب کا سماں :—

سیہ واری تہی شب ردی تابندہ ماہ | رو مشکین گیسو سات خال سیاہ
خم طرہ چھوریا تہا مہ نی روش | زلف زانکی سونی تہی عنبر روش
لکھیا نہ شب کا قلم کہینچیا | اپس دائرہ پر رقم کہینچیا
دنیا ہوئی سبہی خط تہی عنبر مثال | جوں خوباں کا نکہ زلف و مرتاد حال
چہوری رات نی زلف مشکین رسن | جانو عاشقاں کی دلاں پر شکن
رین کی سیاہی تہی گیسوی شام | زرہ کوں کرہ گیتی پر دی بام
کہولی مشک کا او پرند سیاہ | بندی اسمیں قندیل زرین ماہ
اجہان ہار یو سقف نیلی طرانہ | بچہایا یو نہ فرش کلزیر یانہ
رین جند مشکیں رسن بافتہ | عنبر تہی خط بند کی یافتہ
عروس رات کی یہی ورین صفت باغ | کیتی جلوہ او باہر ازان چراغ
زمانہ زبان باندکر تہا خموش | زمیں پر بیٹہا سکہہ پی بانگ خروش
تمام مرغ و ماہی گئی تہی نی خواب | فلک نے لیا تاب از آفتاب
نہیں خواب تہا مجہ نہ دلکوں قرار | نہ ہشیاری تہی مجہ میں نہیں تہا خمار

پریشاں اندیشی تہی تنہا دل کسل | جوں گیسوی خوباں پراکندہ دل

پری زاد تہی اوپی پر چشمہ سار | خبر نہیں اسس ار حیدر نامدار
پریکیا تو جا کا اہی چشمہ سار | چمن میانی اجنی اہی گلعذار

وہی دیو جو سعد کوں لی گیا | ہوا تہی دہواں ہو کملن آ گیا
کمر گاہ پکڑیا انی آسی کر | لیا ہات میں تیغ او شیر نر
ماریا تیغ اد دیو کی سراپہ | کاٹیا سرتی پاواں تلک سربسر
کیا نعرہ استپار ہی یک بلند | ہوا دیو نعرہی تی ہو کر نژند

روایت کیا مالک نیک نام | محمد کی انکی علیہ السلام
دیکھیا ہیں جو صلصال دُو بالا ہی او | تہا ہفتنا و گز قد و بالا ہی او
ہوا اس سات میداں میں آ کی علی | سراولیا و مرتی سو پروسی
جکیچ قد و بالا صلصال تہا | علی اسکی قدتی زیادہ دسیا
دیکھیا قد ہور بالا صلصال باز | زیادت دسی استی جوں سرفراز
انی بولیا ای مرد افسوں نما سی | توں جادو گر ہیں اب پہرا سی
توں دستا تہا اگہی میری زبوں | دوچی وضع دستا ہی توں تو کیوں
میری اپس درازی دہپنا سنکات | زیادہ دسیا قد و بالا سنکاں
تری ہور مری میانی ہی داوری | کیا کرتا ہی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

البتہ فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاورنامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے جو ۸۳۰ھ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو باتصویر ہے برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۹۷۰ھ میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلاگ کے صفحہ ۱۶۴۲ نمبر (۱۹۷۶۶ اڈیشنل) پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ باتصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ جمادی الاول ۹۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور بقول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ قہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور باکمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاورنامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں یعہد عمر مرزا ابن تیمور گورگان ۸۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا "خوسف میں" مدفون ہے۔

اس نے خاورنامہ کو شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔ اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزر ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

بیک قرص تا شب از بام گاہ	قناعت کنم چو خورشید و ماہ
شکم چوں بیک نان تواں کرد سیر	کشم منت سفرۂ اردشیر

تاریخ تصنیف بھی مصنف نے نظم کی ہے

چو بر سال ہشتصد بیفزود سی	شد ایں نامہ تازیان پارسی
مرا ایں نامہ را خاوراں نامہ نام	بنا دم بدانکہ کردم تمام

رستمی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکھنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قائم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکھنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکھنی
گر دہے بگفتند جادوگرست	سکتک بولے اس کوں کہ جادوگرست
کہ شمشیر او اژدہا پیکرست	جو شمشیر اس اژدہا پیکرست
چنیں داد پاسخ ہماں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یونچ شاہ
کہ از تاج داراں خاور سپاہ	کہ ہیں تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکرست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے
کرا بیدوں کہ ایں مرد جادوگرست	جو او مرد جادوگر کرا ہے
ز جادو بدیں کشور آرم سپاہ	ہیں جادو گراں کا منگا لوگاں سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کوں جادو سوں ہوں کینہ خواہ
بدیں جادو آرم بجادو شکست	ہیں جادو سوں جادو کوں دیونگا شکست
کہ آہن بآہن تواں کرد پست	لوہے سوں لوہے کوں کرے پست

اس کے بعد فارسی میں "نامہ نوشتن جمشید" الخ۔ اور اردو میں "طلب کردن جمشید" الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:-

فارسی	دکھنی
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
بشہبال جادو بخاور سپاہ	بجی شہبال جادو کوں خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک	لکھن ہارا لے کر قلم چھپر کیا مشک

فارسی

قلم راند بر روے کافور خشک
چو خوانیده نامہ نامہ بخواند
ز جادو یکے نامہ در بر ستاند
بدو گفت ایدر بہ پیماے راہ
سوے حسن پیل از در بارگاہ

شدم ہم کنون بر سر داستان
بپردازم ایں نامہ را ستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر
نوشتہ چنین یافتم بر حریر
کہ چوں فرمان بر علی گشت راست
ازاں پس دراں مرز بودن نخواست
بیاراست بر باز گشتن سپاہ
سوے مرز خاور بہ پیمود راہ

یکے کاروان آمد آراستہ
ہمہ دشت ازیشان پر از خواستہ
روندہ ہیونان پر از بار ہا
مرصع کفل پوشش و افسار ہا
ہمہ دم پر از گوہر شاہوار
ہمہ طوق بازو و خلخال دار

دکھنی

جو کاغذ تھا اپس کا جوں کافور خشک
پڑھنہارا اس نامے کوں جوں پڑیا
او خاور تے یک نامور کن دیا
اسی بولیا اس بات تے جا توں راہ
حسن پیل کوں جا ازیں بارگاہ

اتال اتا سوں بر سر داستان
یو بولتا سوں جوں بولے تھی داستان
معنبر کے خط سوں بمشک و عنبر
لکھے تھے سو ہن دیکھیا بولیا بہ حریر
علی جوں لئے قیروان سب تمام
کئے تھے استیار برادار ام
اوپر جالنے خاطر سینواری سپاہ
انو پکڑے خاور ملک کی راہ

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان
بھریا ہے تمام دشت سب ساروان
دو ر پہاڑا تو بیات بھری بار سب
مرصع کفل ہیں اسی تار سب
پڑی ہیں موتی دنب کے بالیں
جڑی ہیں جیتا سب دو خلخال پین

فارسی

صبا از ہیونان ہاموں نوردا
زہاموں بگردون سارنیدہ گرد
زابریشم و مشک و عود و عنبر
ز دیباے رومی و حبشی حریر
زمین را تو گوئی بگنج اندر است
زبار ہیونان برنج اندر است
کنوں گر بود شاہ را راے گنج
بدست آیدش گر کشد پاے رنج
تو او بر فرستاد مردے ہزار
کہ بستارند از کاروان رخت و بار
ابوالمحجن کرد با شاہ گفت
کہ خورشید تابان نشاید نہفت

اُردو

زمین تھی اپرایا جن گنج رہے ،
اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اہے
بھی انو پان کی کیونکر دکرہی شور تھے
زمین شور کرتی تھی در روز پے
اگر شاہ کون گنج درکار ہے
تو بھیج کسی گنج پر بار ہے
سواران دیا بیچ کر ایک ہزار
جو لیا او کاروان کا نہیں رخت و بار
ابوالمحجن کرو شہ سون کہیا
جو خورشید کون کوئی سکے نہیں چھپا

دکھنی خاورنامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔

"سبب منظوم کردن خاورنامہ دکھنی ان بود کہ علیا جناب خورشید نقاب
قدر افزاے دہم عفت مسندر آرای کشور عصمت۔ زینت بخش حجلہاے
مخدرات مجلس آرا حجرات طاہرات والا مراتب سمو مناقب خدیجہ
سلطان شہر بانو الملقاب بڑے صاحب دامت عفتہا و عصمتہا کہ بصدق
یقین و بیقینہا و صدق خود را کنیزک پنج تن پاک و حضرت ہا بہترین انام

پیشوائے عظام مقتدائے اکرام حضرت دوازدہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام
وحضرت فاطمہ زہرہ خدیجہ الکبریٰ و چہاردہ معصوم پاک .... (؟) و
نیّر اعظم برج لولاک اندخوانده وصیہ طیبہ شاہ گردون بارگاہ قطب
فلک عز و جاہ سلطان محمد امین[۵۱] قطب شاہ ابن قطب[۵۲] شاہ است وخواہر
نیکو سیر شاہ گیتی پناہ کسریٰ کلاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ ابن قطب شاہ
است وزوجہ شاہ سلیمان بارگاہ جم قدر سکندر سپاہ خاقان فریدون فر قیصر
والا منظر سلطان دین پناہ ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاہ ابن ابراہیم
عادل شاہ است و والدہ صاحبہ ارشد ارجمند کامگار موید منصور بختیار قرہ
ناصرہ دولت و اقبال غرہ ناصیہ حشمت و جلال سعادت مند ابدی و ازلی
شاہزادہ عالم و عالمیان شاہ علی مدعمرہ را چنین بخاطر رسید کہ خاور نامہ
فارسی اگر بزبان دکھنی منظوم شود بہتر است پس فرمودند ہر کہ این کتاب
خاور نامہ را بزبان دکھنی منظوم کند. و را بمراحم گوناگون شاہانہ وعواطف
بوقلمون خسروانہ ممتاز فرمودہ از ابنائے زمان وسخنوران دوران سرفراز
گردانیم۔ بنابران محرمان سراپردۂ عظمت تفحص بسیار وتردد بیشمار این

---

۵۱ شہزادہ مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاہ کا فرزند اور سلطان محمد قطب شاہ کا باپ ہے نوجوانی میں انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چبوترہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاہ کا گنبد ہے محمد امین ذی استعداد اور علم دوست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سن میں ۱۰۰۴ھ (۲۵ اپریل ۱۵۹۶ء) میں انتقال ہوا۔ ص ۵۹ مآثر دکن مولفہ سید علی اصغر بلگرامی

۵۲ کاتب سے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد ابن محمد امین کی دختر تھی۔

مژدہ بہجت افزا و بشارت دلکشا بہ کمال خاں ابن اسمعیل خطاط خاں دبیر کہ دبیر قدیم ششم کرسی درگاہ عدالت پناہ است و بزرگانش بخطاب خطاط خاں نوازش یافتہ اند و طبع نقادش در فن شاعری مہارتے تمام دارد و درسلک نظم و نثر در نا سفتہ را سفتہ آورد و در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد و غزلیات فارسی و دکھنی بابلاغت از حد براہ رسانیدند (؟) رستمی حسب الفرمودہ بلقیس زماں و فنون اعطاف بیکراں قبول بلیغی گشتہ سمند خوش فصاحت فارسی را بہ میدان بلاغت دکھنی جولاں دادہ ہر بیت بیت فارسی را بیت بیت دکھنی انتظام دادہ نامش خاور نامہ دکھنی کردہ از تائید ربانی و از فیض فضل سبحانی بست و چہار ہزار بیت در یک سال و نیم تسوید نمودہ ترقیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق رشید باتمام رسید امید واز درگاہ مجیب الدعوات اندکہ کار فرمائی ایں کتاب را از نخل بخت و عمر بہ خوردار کرداسید مراد دل برساند و مولف و نویسندہ و سامعہ و خوانندہ را نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد"

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاور نامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں مثلاً

(الف) یہ اردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے نہ تو اس سے پہلے اور نہ آج تک ایسی ضخیم مثنوی اردو میں لکھی گئی۔

(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پھر پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی کیونکہ آج تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔

(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا اگرچہ تھا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے اثرات

تھے۔

(ف) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نثر معلوم ہوتے ہیں۔

(ق) کئی سو تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ صفحہ پر کل تصاویر کی تعداد (۷۳۰) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویر میں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سا نیلا گو رنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے بھی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے مسلمان مرد اور عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہندو مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہندو مرد دھوتی کا استعمال کرتے تھے۔ ہندو عورتیں ساڑھی کو پیچھے ٹوپ دیا کرتی تھیں مسلمان مرد لمبی قبا تنگ آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبا بھی اس کے اوپر ہوتی تھی پائجامہ کبھی تنگ کبھی گھیردار ہوتا تھا۔ عام طور پر پگڑی باندھی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے بھی ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے وقت خود استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں لہنگا دامنی اور چولی کا استعمال ہوا کرتا۔ پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً یہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہوگا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جزو لاینفک تصور کرتے تھے دعا مانگی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امرا کے کھانے کے وقت ملازم تووال سے کبھی گوڑا کیا کرتے تھے مختلف کھانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دیئے جاتے صراحی بردار پیچھے استادہ رہا کرتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہوا کرتے۔ بادشاہ موسیقی سے بہرہ اندوز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد تھا بلا نجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور بوقت ماتم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ سوتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے سوتے وقت لونڈیاں پہرہ دیا کرتیں ان سے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرضکہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شے اس میں نظر آتی ہے گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے بزم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح رزم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب طریقۂ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ "علم" مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز۔ بحری جنگ کا سماں نظر آتا ہے۔ فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر صراحت ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خاورنامہ کے اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے کہ رستمی کا پایۂ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادرالکلامی کا پورا شاہد ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاورنامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ نثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ مابعد کی مثنویوں میں بڑی سبقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاورنامہ کے باعث رستمی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

گلشن عشق

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔
انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ اکسفورڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق
کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۱۳ شوال سنہ ۱۱۹۹ھ

ب۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز ۸ × ۴ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ کاتب غلام صفدر
تاریخ کتابت ۳ شعبان سنہ ۱۲۱۰ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز ۸ ¾ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۶۔ خط نسخ

د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز ۸ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ

برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹۔ اوریئنٹل) ورق (۱۹۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

اکسفورڈ نمبر (۴۳) ورق ۸۳ سائز ۶ ½ × ۴ ¾ سطر (۱۳) خط نستعلیق۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ۔ تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۴ھ

بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس و برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدمالت کی عشقیہ داستان۔ مصنف نصرتی۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک برہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تھا مثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو ۱۰۶۹ھ
(۱۶۵۷ء) ہے۔ مثنوی میں طویل دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت،
منقبت علی، علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے۔ مصنف نے مثنوی
لکھنے کی صراحت بھی کی ہے کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم
کو دکھنی مثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح غواصی نے
بدیع الجمال کو کیا تھا ابن عبدالصمد جو نصرتی کا دوست تھا اسے مجبور کیا ایک فارسی
مثنوی منوہر اور مدمالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے بھی ۱۰۶۵ھ میں
مہر و ماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصرتی نے اس امر کی صراحت نہیں کی ہے کہ اس کا ماخذ کون سی کتاب
ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ یہ علی نامہ کا بھی مصنف ہے"
گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں بھی شامل ہے ان کی وضاحت کا
خلاصہ بھی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "راجہ منوہر اور شہزادی مدمالت کا قصہ دکھنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔
یہ نسخہ باتصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بھی ہے جو لمبی ڈاڑھی کا شخص ہے"
اسپرنگر کا بیان ہے کہ "دکھنی بولی میں ایک مثنوی ہے۔ ہندو عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔
مولف نصرتی۔ تاریخ تصنیف بھی بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۶۳ھ"
مولف کیٹلاگ بوڈلن لائبریری آکسفورڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:-

"ایک قدیم عشقیہ داستان دکھنی زبان میں ہے میاں نصرتی جو علی عادل شاہ
ثانی کے عہد میں بیجاپور میں تھا جو علی نامہ کا بھی مصنف ہے اس کو نظم کیا
ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تھی جس کا مصنف شیخ منجن یا جمن تھا۔
دکھنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاقل خاں رازی نے مہر و ماہ کے نام

سے ۱۰۵۹ھ میں نظم کیا ہے"

گلشن عشق کی تاریخ تصنیف کے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی

جس سے ۱۰۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے متعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے متعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کے ضمن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آباو اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلح دار تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب قدیم یک سلحدار جمع رکاب

نصرتی کے مذہب کے متعلق بلوم ہارٹ نے ڈی ٹاسی کی صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

خافی خاں اس کو ملا نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل شاہ ثانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت وسعت خلق مشہور .... در عہد او ترجمہ روضۃ الشہداء و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمود"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بذروہ (؟) اعلی رسانیدند چنانچہ ازین زمرۂ شریفہ یکے میان نصرتی است کہ بنصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشکاف را سرداد و فتح اقلیم سخنوری کردہ است۔" (ص۲۹ ب)

بساطین السلاطین میں زبیری لکھتا ہے۔

"ازآن طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان رابرکشیدہ" (ص۹۱ ا)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ ان اصحاب کا نصرتی کو ملا۔ میاں۔ خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ برہمن نہیں تھا۔ ان مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی برہمن ہوتا تو اس کی بھی صراحت ضرور ہی کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے تھا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

سچہ اللہ کرسی بہ کرسی میری	چلی آئی ہے بندگی میں تری
جو ہوں میں بھی بندہ اسیر ہوا	جو آیا ہوں تجہ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی برہمن نہیں تھا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ فوجی افسر تھا وہ سلطنت کا خیر خواہ اور جان نثار تھا۔ اعلی سوسائٹی میں اس کی کافی عزت تھی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی لیاقت رکھتا تھا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کر دی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمراں ہونے پر وہ اول تو شاہی مصاحب پھر ملک الشعرا کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزم و بزم میں سلطان کے ہمرکاب رہا کرتا اور قصائد پیش کیا کرتا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور مذہبی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیجاپور کے مشاہیر علما اور فضلا مثلاً قاضی کریم اللہ۔ شاہ ابو المعالی۔ شاہ نور اللہ۔ ابن عبد الصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحب دولت اور روزگار سے بے فکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حالات اس کی تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کر سکتا ہے۔

بیجاپور کے مورخین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"ازیں زمرۂ شریفہ یکی میان نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است و خیالات رنگین و اشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زمان ملک الشعرائے وے انگشت قبول بر دیدہ رضا گذاشتند بل سخن فہمان کامل عیار پایۂ شعر ش را در مسند مقابل اشعار خاقانی نسبت بفرس داشتہ اندبریں مدعائے صدق شاہدیں عادلین دو نتیجہ طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ"

(ازانڈیا آفس ص ۲۹ ب)

زبیری مصنف بساتین کی رائے بھی نصرتی کے متعلق یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ازاں طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بنصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ فتح اقلیم سخنوری کردہ اشعار تازہ مضامین و خیالات دقیقہ او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ۔ شعرائے زماں و سخنوران عصر الملک الشعراے او انگشت قبول بردیدہ رضا گشتند۔ بر صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع وفا وش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است و دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم علی نامہ است .... در مدح وصفش مبالغہ کردہ اند و پایۂ شعرا و را در ہندی عدیل پایۂ شعر خاقانی در پارسی داشتہ اند............ قصائد غرا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین و خیالات رنگین اند مشہور اند۔"

(انڈیا آفس ص ۹۱ ل)

مندرجہ بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تاریخوں سے نصرتی کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کئے ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر علی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا بادشاہ کی زبان سے یہ مصرع نکلا ؎

اڑتا سو یو فوارہ پانی پی کیا چنچل ہے

نصرتی نے فوراً مصرع موزوں کیا ؎

تج شاہ پر اتراتی موتیاں کا مورچل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے دو مستقل تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق

ہوتی ہے مگر مولف گل رعنا نے نصرتی کی ایک تصنیف گلدستۂ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجا پوری موّرخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستۂ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اُردو شہ پارے ۱۰۸۱ھ میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت۔ پھر سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح پھر وجہ تالیف پھر بادشاہ کی مدح۔ پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پھر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم نام تھا۔ اس کا پایۂ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ جواں بخت جوانمرد تھا۔ اس کی سخاوت شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجتمند آتے کامیاب اور نہال ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمربستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی غم میں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح رانی کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ موںھ ہاتھ دھو کر پوجا کرتا اور خاصہ کھا کر باہر برآمد ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کھا رہا تھا ایک فقیر نے صدا دی راجہ فقیر کی سدا سنکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شئے نہیں لی یوں ہی واپس ہو گیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہو گیا۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جا لیا وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا جسکے "بانجھ" کے گھر کا کھانا روا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلگیر شرمندہ اور خجل ہو کر

واپس ہوا۔ رنج وغم سے بدحال ہوگیا صبر کا یارا نہ رہا۔ آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔
غم والم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دلدہی
کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کرکے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت
کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کے بھیس میں پردیس کی راہ لی۔ بھوک و پیاس
کی مصیبتیں جھیلتا۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کئی ملک طے کیے
جنگل و بیابان ڈھونڈے مگر گوہر مقصود حاصل نہیں ہوا۔ ظلمات میں آب حیات نہ پایا۔ آخر
ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل و گلزار تھا۔ پھولوں کی
مہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کر رہی تھیں
راجہ نے ان کے کپڑے چھپا لیے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہوکر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے
متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کیے ہیں اگر وہ
دنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ یہ سن کر باہر آیا اور
بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آرہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولادی کا داغ ہے
ایک فقیر آیا اور داغ پر داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات
کے گھوڑے دوڑائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہوسکتی
ہے ہم وہاں تجھکو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیے جب کوئی
ضرورت ہو تو اس کو جلائے تاکہ وہ امداد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہونچا دیا گیا۔ راجہ نے دیکھا
جنگل کے تمام چرند پرند فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا
فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے
مست فقیر تیرے سر پر جو پھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدھار اور اس پھل کو رانی کے
ساتھ کھا۔ پھل لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو جلایا وہ آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہونچا دیا۔

وطن پہونچکر فقیر کا دیا ہوا پھل کھایا نو ماہ کے بعد اولاد ہوئی۔ ایک خوبصورت شہزادہ تولد ہوا۔ نجومیوں نے زائچہ دیکھا اور حکم لگایا کہ چودہ سال کے بعد آوارہ ہوگا اور جوگی بنکر شہر بشہر ملک بملک پھرے گا۔

کنور منوہر کی تعلیم و تربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالا خانہ پر آرام کر رہا تھا۔ پریوں نے دیکھ پایا اور لے اڑیں۔ مدہالت کے پہلو میں سلا دیا وہ بیدار ہوئی اور متعجب ہوئی۔ اس کے بعد دونو کو جدائی نصیب ہوئی منوہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہونچا گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت اوسکے قدرت کی اول سراوں	دھریا جس نے یو گلشن عشق ناؤ

منقبت ملاحظہ ہو۔

ابا بکر صدیق او یار غار	دھریا سقف دین رکن جستی او بار
عمر ابن خطاب او نیک رائے	جو ات عدل سوں دین کا گھر بسائے
جو عثمان دہنی شرم ایمان کے	او جامع اہیں جملہ قرآن کے
وصی نبی ذی شرفات بلی	سو او شاہ مردان علی ولی

مختلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

نرے ہے مجلس آرائے فن دلفریب	دیا نیہ کی یوں مجالس کوں زیب
سرنگ صدر خوش داستان کے سوار	کہلایا ہے کر تازگی نو بہار

دسیں ہر ورق پنچہ کی خوش چمن | ہر یک بیت میں سیں پہول بن
ہر یک گرچہ مصرع اچھے یک نہال | ولی عارفاں کرے طوبی مثال
نہیں شاخ اچھے گرچہ ہر یک سخن | جمی ہیں معانیکی میویاں سوں بن
اگر عاشقاں کا جکچہ منکے من سکے | دکہاوی تانگ دکہاتوں میوی چکے
دیکہو یونول نخل بندی ہنر | خوش اس منی نظارہ کر یک نظر

سکہینے کون ہے توں سو اظہار کر | پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر
گیت رو پہ لیا یا ہے ہی کچہ بلا | منتر لے منج آیا ہے کر مبتلا
میرا باپ دکہش ہے اس دہات کا | کہ کاریا ہے جبر یک سوں آفات کا
مکر جان جیو مجکوں تا خلل اتہا | یو سکہ زندگانی کا مشکل اتہا
توں کہوسنے بدل چہوتا کام میں | اپستی اپن آپ پا دام میں
کہیا بات یو سن کہ منہر کنور | کہ توں کوں اپن دیکہاتی سو ڈر
کہنا اس پرش کیا ہی اندازہ منج | کہ ہے یو کتک کیر کر شہر منج
میرا باپ بکرم کرے راج پان | کوتا ہے راجیاں کا سرتاج پان

کہی بے ہوش کیا توں کہایا اسے | ہو دیوانہ جیب میں گنوایا اسے
ہمارا سو نگراسی نگر کا ہے ناؤ | اسے اس تہاں ہیں سو میراج تہانو
دہر مراج منج باپ سے جگ بیچ | اسے ناؤں میرا ہی مدمالتی

تب ان باپ کے حضرت یو کرنے کی بات | لگے بولنے یوں کہ اے دہن سہات
جتو بیٹھی کا درشن ہوا سو ہمن | یو سب فیض بخشش ہے تیرے چرن

نہ ہوتا تو تج یک تجے یو فیض اگر / دو کان پہر کیے پڑتی ہمارے نظر
ہمن سے ترا یون ہے ایکار آج / جو ہوئی تجہ انگے بات کرنے کی لاج
یو سن بات دالتی وہ عجب / کہی عذر خواہی بتی کیا سبب
کہ میرے سوالاں کون میچ دتا جب / اجون تک بہی دیتی ہے ہنچ جواب
مگر بات کا منج ہیں نہیں کر سمجھ / حکایت وو کہنے تج آتی ہے لاج
لگی پہر یو کہنے کون اسے دہن سچی / سمج بات تجتی ہے کیے ہوسے کچی
کہتی ہوں جو یو بات اچھے جہوٹ کر / تو سوگند کہاتی ہوں تج حسن پر

سنی اس دلالکہنی نے یو بات جب / اوک تعجب سون برا ان تب
کہی یوں تو اس دبات واجب نہ تہا / تجے پن کا تیرے مناسب نہ تہا
کہ لیے حیلہ منج پر جب اس دبات سون / نہنے جیو پہ کرنے منگی گہات تون
تج ایسی تجہ جائے پالی اہے / ہور اتنے پہ تون پر خیالی اہے
نکہ پہر تون ایسی بچن آج سے تجے / کہ میں پل میں جیو دیوانگی لاج تجے
یو سن بات خالا کہی پہر بچن / کہ اے پاک دامن سجانی سو دھن
او تم پن میں یک وہ حال ہوتی ہے تون / تجہل چال میں چاند جوتی ہے تون
مگر منج دو تن کر تون جانی اہے / منج اخلاص جہوٹا پچہانی اہے
تون سچی ہے شاید منجے یوں یقین / کلنک لا جو تج مہ کوں ہونٹوں عیب جیا
کہ ہے پیا اصل گوہر سون نا ہووے خطا / نکو ہو سٹون اصل پن کا وفا
سچی بات کون جب نہ کر جہوٹ تون / خدا واسطے منج مت لوٹ تون
یو خالا نے سب بات کہیچ ہیں / اوک آکے دالتی پیچ ہیں
چہپیا اس سون دل گرچہ راضی دہری / ولی ہون پہ کہتی اعتراضی دہری

مثنوی کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت۔

یک یک عشق کی بات کتنے سو نقل
لینے پڑہی کس کے جاگا پہ عقل
ولیکن نہ کہن یو رہیا کھن
نہ کوئی خوب قصہ کہا نیک فن
بڑی کچہ غواصی پتی کر خیال
کیا تازہ باغ بدیع الجمال
غرض اسکی منج تیں چہاتی پہ تہی
چہپا چونپ دی ہم ہیں لیاتے پہ تہی
تب اس سمیں یک مرد صاحب خرد
مسمی جسے ابن عبد الصمد
جو اولذت ہو سخن سجن تہا
او کے عقل کی راز کا گنج تہا

....

رکھیگا توں جس ٹہار پر آ قدم
سکت کس جو دن آسکے مار دم
جتنے جگ کے قصیاں ہیں قصہ نول
جو مدمالتی کا چ ہے بے بدل
کندر کر کئی کرچہ سب سوس رنج
ولی تج بدل بوڑھیا باغ گنج
توں بسم اللہ کر یو قصہ شروع
جواب فیض فیاض تج ہور جوع

سو محبوب یو قصہ دلفریب
تو ہوے جلوہ پانی میں جب منج تے زیب
یکس روپ کے ایک عاشق اہی
جو خوبی میں سب جفت برحق اہی
جو تہو کنور عاشقاں کا پتی
اہی جسکی معشوق مدمالتی
کروں عشق عشاق کا تس بیان
دہروں نیہ معشوق کا اس عیان
سنواروں پہر اس پہم کی بزم کوں
کروں تازہ دل جگ کے خوش حزم سوں
پہر اس دور میں مست ساقی اوٹہو
او مدپیم کا لیکہ باقی اوٹہی

خاتمہ کے اشعار۔

کہا ہوں یو قصہ جو خوش دھاون سوں	علی شاہ عادل گیری نادن سوں
تلک جگ میں مقبول اچھو مدام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں باہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔

مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

برٹش میوزیم والا نسخہ	رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ
الٰہی ہتیں جگ کوں داتار ہے	الٰہی توں ہی جگ کوں داتار ہے
کرم محض تجھ پر سزاوار ہے	کرم محض تجھ پر سزاوار ہے
عنایت کا تج ہے یو عالم نواز	عنایت کا تجہ ہت تے عالم نواز
کریں ذرہ خورشید تی سرفراز	کریں ذرہ خورشید تی سرفراز
غریباں پہ بخشش میں پیارا توچ	غریباں پو بخشش میں نیارا سو توچ
منگی تی بی لئی دینے ہارا توچ	منگی تی بی لئی دینی ہارا سو توچ
زہی نام ور سید المرسلین	زہی نام ور سید المرسلین
جو آخر کوں او شافع المذنبین	کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔
اسی طرح ہر عنوان میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیاٹک والا نسخہ		اکسفرڈ والا نسخہ	
حمد	(۹۰) شعر	حمد	۹۲
مناجات	(۹۰) شعر	مناجات	۹۳
نعت	(۵۶) شعر	نعت	۶۶
معراج	(۶۸) شعر	معراج	۶۸
منقبت	(۴۲) شعر	منقبت	۴۶
مدح گیسو دراز	(۴۱) شعر	مدح گیسو دراز	۴۱
مدح بادشاہ	(۱۴۹) شعر	مدح بادشاہ	۱۵۳
اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق	۵۱
عقل کی تعریف	(۳۵) شعر	عقل	۳۵
عشق	(۵۴) شعر	عشق	۹۱
قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)	قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیاٹک والے نسخے میں بعض آخری اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے مالک نے اضافہ کئے ہیں ؎

ختم تمام تھا سو دکھن کا کلام | ہوا انجست پنج ترتیب سون تمام
تیرے شاعران شعر ناز کہ بنائے | صفت تس کی جو ہاں کی لب ٹیں نہ پائے
کہ اس باغ کا باغبان نصرتی | اتھا اس کون بخشش عطا قدرتی
جہاں میں جہان تلک ہوے شعر گو | سخن سنج صاحب ادب نیک خو

الٰہی ان کون تو دارین میں | عفو کر فرح بخشش کونین میں
ہے مالک قصہ کا محمد شفیع | تون کر اسکو دو جگ میں گردن رفیع
کیا بیت کیا ہون یو قصہ نول | تو کر لطف سون میرے مشکل کون حل
پرہ کی نیت کا دسے ہنر | جکو رہو کو حاصل کروں میں قمر
منجے عشق کا جگ میں کریک پتی | ہوسے جونکہ منہر و مدہ مالتی
نکو مار نعرا یو مخلص غریب | تجھے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے بو علی | بسر جائے سب حکمت کا میلی
سنے گر چہ تجہ آتشے آدسورہ | پڑے جا کو ظلمات میں چھور نور

پرہ کی چمن کون دے محنت کا آب
تون پاوسے گا خوش رنگ کا گل شباب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصل مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دہوکہ ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی در اصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۱۱۴۲ھ کا قرار دینا چاہیئے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق در اصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خافی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ حسب ذیل ہے:—

"در عہد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زلیخا تالیف ملا جامی و ترجمہ روضۃ الشہدا و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکہنی تالیف نمودہ"

اسی خصوص میں مولف بساتین ابراہیم زبیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

"از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر
زباں را برکشیدہ .... بر صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع وفاوش
یکے قصہ عشق بازی منہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم
فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است"
(برٹش میوزیم ص۱۹۱ ل)

مولف اردو سے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔
عاقل خاں رازی نے بھی منوہر و مدمالتی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے
اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوافی خاں نے گلشن عشق کو عاقل خاں
کی مثنوی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ گلشن عشق ۱۰۶۸ھ
میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عاقل خاں نے شمع و پروانہ
لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاریخ تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ
ہے۔ ہ

سال ہجرت ہزار و شصت و نہم	ہست اکنوں ز دور نہ طارم

(اردو سے قدیم ص۷۵ طبع اول)

مولف اردو سے قدیم خوافی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوافی نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و مدمالت تصنیف عاقل خاں بیان کیا ہے۔ مولف اردو سے قدیم کو اس امر کا دھوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

ز ہجرت یکہزار و شصت و پنج است — کہ زیں غم خانہ غم نامہ نظم کہ جست

(میوزم ص ۴۹ ب)

شمع اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پدماوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منوہر اور مدمالتی کے قصہ کو اولاً شیخ منجن یا جھمن نے ہندی میں لکھا تھا اس کے متعلق ہماری کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور انہوں نے کب اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔

اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے سنہ ۱۰۵۹ھ میں کنور منوہر و مدھومالت کے نام سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش میوزیم[1] میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ ایتھے نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے بھی کچھ واضح نہیں ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے

ہزار و پنج و نہ سال بودہ — کہ ایں نو بادہ نظم و انمودہ

مصنف نے ابتدا[2] میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجھن کا ترجمہ ہے۔

---

[1] ۳۶۲ اورینٹل اور (۲۲۳۲) اڈیشنل۔

[2] ملاحظہ ہو۔

طفیل حضرت اولاد آدم — بہمن و ہمت اصحاب اکرم

چناں اندیشہ ہم گشت روشن — کہ بہ ہمالت زبان ہندی ز منجھن

بگویم فارسی در شعر ابیات — دروغ و راست او دانند ابیات

ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن — ز شعر ہندوی بود است پر فن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر و ماہ ہے جس کی تصنیف ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ انڈیا آفس[۹۱] اور برٹش میوزم[۹۲] میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری[۹۳] آکسفرڈ اور پیارس[۹۴] میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اس کتاب کے متعلق ایتھے کا نوٹ حسب ذیل ہے۔

"مہر و ماہ (یعنی سورج چاند) ہندوستانی عشقیہ داستان کنور منوہر اور رانی مدھومالت ۔ ۱۰۶۵ھ میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جمن یا منجھن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے ترجمے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرتی نے ۱۰۶۸ھ میں دکھنی نظم میں منتقل کیا۔"

---

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب میکا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس[۹۵] میں موجود ہے اس کا مصنف مادھوداس گجراتی ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۸ھ میں ہوئی ہے

(۴) انڈیا آفس میں ایک اور کتاب قصہ مدھومالت[۹۶] کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایتھے نے صراحت کی ہے یہ مہر و ماہ یا منوہر و مدھومالت (جو ۱۰۵۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر و ماہ[۹۷] کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

---

۹۱ ۱۶۳۴ ۹۲ ۳۰۴۷ ۹۳ اورنٹیل ۱۲۴۱ ۹۴ ڈی ٹاسی ۵۵۰ P

۹۵ ۸۲۴ ۹۶ ۸۰۳ ۹۷ ۱۵۰۹۹

مدمالت کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
ان کتابوں کے منجملہ نمبر۳ گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور نمبر۴ غیر معروف ہے
اب صرف نمبر۱ اور۲ زیر بحث ہوتے ہیں۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زبیری صرف منوہر اور مدمالتی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ ایتھے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر مبنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

میری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظر یہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ شیخ منجھن کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مدمالت سے ملائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک کے جداگانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے مد نظر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل علیحدہ افسانہ ہے چنانچہ مہر و ماہ کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دھرم نام عدل و انصاف میں مشہور تھا اس کے زمانہ میں ہر شخص خوش و خرم تھا سوائے عاشق ناشاد کے کسی کا دل رنجیدہ نہیں تھا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر تھا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کو کبھی جدا نہ کرتے ماں باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے نجومیوں کو طلب کرکے زائچہ دیکھا گیا ان لوگوں نے سعد و نحس دونوں علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند مرتبہ ہوگا لیکن جب چودہ سال کا ہوگا تو شوریدگی پیدا ہوگی جوگی بنکر جنگل کی راہ لیگا ایک عرصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن کے جداگانہ استاد رکھے ہر فن کی تعلیم ہونے لگی جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو خوبصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تھا۔ آنکھ غمزہ کے گھر میں سازش کرنے والی تھیں ہونٹ یاقوت کو شرماتے تھے غرضکہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس طرح چودہ سال کی عمر کو پہونچا۔ دن رات عیش و کامرانی میں بسر ہوتی تھی دن عید رات شب برات تھی ایک رات وہ اپنے بالاخانہ پر سو رہا تھا قضا را چند پریاں سیر و تفریح کے لئے نکلی تھیں اور ہر دلکش و پرفضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکھتی تھیں انہوں نے دیکھا تمام اسباب شادی و طرب جمع ہے اور ایک حسین و خوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہو کر دیکھنے لگی اور ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے "مدمالت" کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو مقابل کر کے فیصلہ کیا جائے۔ پریاں منوہر کو سوتے میں لے اڑیں اور مدمالت کے پہلو میں سلا دیا۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو اٹھا کر تماشا دیکھنا چاہا "ماہ" (مدمالت) کو اول بیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پا کر متحیر ہوئی اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بھی بے اجازت پر نہیں مار سکتا تھا تعجب کرنے لگی اپنے ننگ و ناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ آیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اور پریوں نے سلا دیا۔ اس کے بعد منوہر کو بیدار کیا گیا وہ بھی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے) پھر ماہ بھی بیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال و جواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے لطف صحبت سے مسرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہو گئے پریوں نے منوہر کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منوہر بیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں ہوئی عشق نے مجنوں بنا دیا۔ راجہ کا وزیر سورج بھان آیا نصیحت اور پند کی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ادھر مدمالت کی بھی حالت ہوئی۔ کنیز دل نے جب مجنوں کی سی حالت دیکھی تو اس کی ماں کو خبر کی۔

منوہر کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی دشت نوردی شروع ہوئی اسی حالت میں ایک مدت کے بعد مدمالت سے ملاقات ہوئی شاہد مقصود سے ہمکنار ہوا آخر مقصود حاصل ہوا کامیابی سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف "مدہو مالتی" کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

شہر کنکر کا راجہ سورج بھان نام بڑا مشہور راجہ تھا۔ اس کی رانی کنولا نام خوبصورت تھی ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔ جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھا نجومیوں نے زائچہ دیکھا کنور منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا گیا کہ جب پندرہ سال کا ہوگا تو جوگی بنکر شہر بہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم ہوگا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

ماں باپ نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج سپرد کر دیا۔ تاج سر پر رکھا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی ایک رات مجلس طرب قائم کی منوہر کا باپ سورج بھان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔ ہر قسم کے موسیقی کا سامان فراہم تھا۔ آدھی رات کو مجلس برخاست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس آیا بالاخانہ پر استراحت کیا۔ پریوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون ہوگئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی تفصیل اوپر صراحت ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک جداگانہ ہے۔

(ب) نصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی قصہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

میری طبع کی تیز تازی کی تین	یوں سون کر نہایا بازی کی تینا
ہر اک داستان بوستان	ہر یک بیت ہر یک محل جا نشین
معانی کی صورت کی ہے آرسی	کہیا شعر دکھن کون جوں فارسی

فصاحت میں کر فارسی خوش کلام
دہرے فخر ہندی بچن پر مدام

دگر شعر ہندی کی بازی ہنر
نکستین ہیں لیا فارسی میں سخنور

میں اس دو ہنر کے خلاصہ کوں پا
کہیا شعر اپس دو نو فن ملا

دیوین داد سن فارسی شعر دان
جو ہندی سنی ہے کہیں دل سوں تان

آدیکھا اگر ہو حسد سوں کباب
رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب

(ص ۱۵۲ ڈ از انڈیا آفس)

اگرچہ شعر نمبر ۱ اور ۳ سے ضرور شبہ ہوتا ہے کہ نصرتی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۵ و ۶ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دو ہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(ج) نصرتی کے ہم عصر ماقبل اور مابعد جن شعراء نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل فارسی سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے مثلاً خاور نامہ طوطی نامہ سیف الملوک و بدیع الجمال منطق الطیر روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی و بیشی ہوئی ہے بر ہیں ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مہر و ماہ کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"تعصب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کر کے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اس کی اور اس کی بواقعی واقف ہوئے۔

سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل یہی مہر و ماہ یکتائے فن طرازی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منوہر و مدمالتی کا گلشن عشق سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکھنی کے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا کا خوب سمجھے"

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالتی
سو دیسی سعادت بھری وقت پر	چو یکتا دید در خوبی و جوہر	حکیم و ہم منجم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر بنہاد نام او منوہر	شدند ہر یک برو خورشید خاطر
سمجھنے منجم گھڑی مہورت سب	بلفظ ہندوی کو بتی منوہر	بدیدند طالع مسعود بودش
سہیلیاں جو جب تیاں تہاں ہر جتہ سب	بود در فارسی معنیش دلبر	برآمد اختر دولت ز نورستش
بجایاں جرس جلد اوسی وقت جب	جہانش سپہ ان نازنیں بود	نہادند نام او کنور منوہر
لئی لک منجم و صمی پلکوں تب	بلی سرمایۂ عمرش ہمین بود	شود اندر جہان از حشمتش اظہر
سکیاں دیکھتے اس نول سور کون	نمیکردی ز خود یکدم جدائش	خبر دادند کارش را ز انجام
انکھیاں سب کیاں موچی کیاں نور سون	پدر چون مادران بود فدائش	چہ از دولت چہ از ملکت چہ از نام
کیا نور تے جگ میں ایسا جھلک	بہر جا بود از ارباب تنجیم	شود چون پانزدہ سالہ منوہر
رہیا ہو کہ ظلمات چوتھا فلک	فراہم امد از اطراف اقلیم	خلاصش شخصی بود در سینہ اظہر
لکتے وقت کون جب دیکھیاں ہوش پا	ہمہ عقل و نظر بودند کردند	شود جوگی بہر جانب بگردد
سٹیاں کر کہ چوکی رتن رہنا	نظر بر طالع فرزند کردند	کہ تا یک سال بہر او بگردد
....	یکی کردہ نظر بر اختر او	چو بعد از سیر آید سوی خانہ

گلشن عشق

پچھیں شاہ بہرا کے مجلس طرف
بلایا نکے سب نجومیاں کے صف
جو نس میں تھا ناؤں جس کن ہنر
جسے حل اتھا زیچ پستک پرات
کہا خوب تر و ہنر اپس منکوں تھا تو
کہوں شاہزادے کیوں یک نیک نام
پچھیں نجوم تقویم پر دھر نظر
لکھیا انچھ دو منظر چشم کا پتر
دکھیا اس ششک کی اکس ند ہات
کتاباں پریاں اپنے سکے آن
وکیل پستر فنا تکے دھر نظر
پرکھیا ناؤں اس کا سو مہر کنور
پچھیں اسکے طالع دیکھیا کر خیال
ہوا خوش سبح بخت ہیں بیثال
توہی بخت کا تس ستارا دسیا
شہی چتر کا صوت سارا دسیا
بسے مان کو کھنڈ کی راج سب
دیو نیکی رعیت ہمن باج سب
کرینگا جہان زیر شمشیر سوں
پھرادی فلک تیں جو پیچ پھیر سوں

مہر و ماہ

نگردون تا چه آید بر سر او
یکی در طالع او دور بین بود
که با طالع فراسش خرده بین بود
یکی بگرفته از آتش حسابی
یکی در فال بگشوده کتابی
یکی بنشسته اصطرلاب در دست
یکی تا ساعت مولود پیوست
بچشم دوربین و ذهن چالاک
نظر کرده بگردشهای افلاک
علامتهای سعد و نحس دیدند
رقم بر صفحه طالع کشیدند
همه پیش اندیش معلوم کردند
باسمش نه آنچه مرقوم کردند
که این فرزند گردد در راهی رایان
بود در طالعش شاهی نمایان
بود در عرصه گیتی بسا سال
بتخت خویشتن با تخت و اقبال
ولی چون باشد در چار ده سال
کند شوریدگی پیدا در احوال

مثنوی مہر و ماہ لشتا

بدست آرد سمان مطلب زمانه

گلشن عشق

خوشش اسکے عدالت کیری دورمیں
اوربھی نہ حال یک رتی چور میں

....

اتہاکرچہ بمثل یوں بختور
پراسکے دس آیا اٹل یک خطر
کہ جودا اسکے دیس یکہاس ہوئی
خطرمو نہار تب اس پاس ہوئی
او چاوی خطرات بلاکی جو دھول
چلے اڑکہ یو باغ تاہی نہی پھول
بہر لیکا سونچان سون کہی ملک پر
بہولینگے خوشش اس روپ پر کہی بہتر
بری کی پٹ کی کھنیری زوال
بہر اونیکی اس کل کون کملاکہ جال
سلامت ولی بسکے ہمان نہی بہم
بہرآدمی ملو پرورد اس نکے وصیر
ولیکن سو ہی لادوا یو بلا
کریکی سو مہرحال ایسے مبتلا

سنو یہ بچن بہر کا دید بان
کری یون حکایت کی کشتی روان

مهر و ماه

بماه یازده از سال مذکور
بتاریخ نهم از ماه مسطور
شود چون کی و خاکستر بنالد
بدشت محنت و غربت بکعالد
ولیکن ختم کارش خیر گردد
چو سیر از محنت وا زسیر گردد
چو طالع نامه او را پدر خواند
غبار راه او از کرنه پیشاند

کنون رهبان ای دیده بلا خیز
چه شد افسانه را افسون نبیز

منوهر و مدمالت

چو بشنید این نصیحت را منوهر
بخاک آلوده روی حق منوهر

گلشن عشق

ہوا شاہ فرزند تھی جب زار
نزدو جو نہیں چل سکی بے قیاس
کدر نکل کھر تھی تب بہار آ
کھایوں اپس پیشوا کون لیا
سو لشکر ہمراہ یا نوتی منوہر کنور
لنکیا ہے سمندر پر دوں جہاز
اول ستعد کر جہازاں اپار
شہاں پچہ ساں ان ہر کس تیار
کہ کچہ سبب کاج پر کم نہوی
نہیں سن ہیں پردیس کا غم نہوی
وہیں پیشوا سٹر کون تسلیم کر
کہا حکم تیرا ہی منجہ سر اوپر

....

سپاہی بی نامی دلاور جوان
سخن ان صاحب سخن ور فشاں
کھڑی سو ملاح ھور نا خدا
نکالی چولا کہا نسون یک بیک بیدا
جہان دیدہ سوداگران اٹہ کشمیر
سبھی پیر و جوان راہی زن [illegible]

مہر و ماہ

بصورت دلنشین در کوس عالم
زدند زنگوله دم زین قصه غم
که چون سوز منوهر شعله زن شد
دلش سرد از جهان وز وطن شد
بگفتا چاره جز بیچارگی نیست
علاج من بجز آوارگی نیست
غم این شهر و اینجا پر نشاند
بجز صحرا و دریا نشاید

....

پدر راز این مصیبت چون خبر شد
غمش از پیش هم بیشتر شد
دلش خون گشت ازان درد جگرزو
قدم زد سوی فرزند دل افروز

....

رضا ناچار تا سوا نقضا داد
سر انجام سفر کرد و روان داد
سپه شد همره او فوج در فوج
علم بنشست فیلان اوج در اوج
زنان کولات و ملبوسات شاهی
[illegible] ادوس کماهی

منوهر و مدمالت

نوازم چوگان از چوب سپهر
گرفته شد روان چو مهر انور

....

اگر بر تو جنون گشت غالب
ز هر جستن مخفی مطالب
بگیر این لشکر و گنجینه همراه
ز مدمالت شوی تحقیق آگاه
چو بشنید این سخن کنور منوهر
روان شد در طلب آن مهر انور
پدر دادند لشکر هم خزانه
باو کردند هر یک را روانه
بکردند زانجا چشم گریان
بآه و ناله و با جان گریان
روان گشتند کنور با همه کس
به پیسان جانب شهر بهارس
چو بعد از [illegible] بر ساحل یم
رسیدند همه با محنت و غم
بکشتی ها سواری می نمودند
بدریا اندرون کشتی براندند

گلشن عشق

مغنی در قفس کن کیان کی
انجمیں روح پرور خوش الحان کے

طوفان سے کشتی کا غرق ہونا

سخن دان صاحب خرد باستان
کہے کہول یون غم بہری داستان
جو عاشق کا بیکس او جہازان کا صفت
چلیا تہا جو انکی سوتیں یکطرف
قضا اللہ یک ناگہان کہین سون آ
جہازان کون سب مار پیچی بلا
سمندر کیری انت نہی تا اکاس
بلند سد باندی کیا اسپاس
کنڈلیں جکچہا اسکے پانی اوبج
رہیا سو نہیں جا سکیا ایک برج
بندی سبکے چاروطرف تہی نظر
رہیا بیٹن بنجر دیکہتا تل اوپر

مہر و ماہ

....

کہن راوی چنیں کردہ روایت
کہ چون در سفر افراشت رایت
کشتیہاے معمور از ذخیرہ
شدہ دریا جزیرہ در جزیرہ

ایضاً

چنیں رفت تقدیر الہی
کہ کرد کشتی عاشق تباہی
نشستند در محیط آشنائے
خورد صد موج خون از غوطہائے
گہی در آب حیرت میشود غرق
گہی غیرت ازو در آتش برق
بدریا چاشنی در کام نہنگ است
بصحرا پرورش فیل و پلنگ است

....

بہر سوئی جہازی شد تباہی
قضا را غرق شد کشتی تباہی
بہر جا موجۂ طوفان عشق است
سزاوار شناوران عشق است

منوہر و مدمالت

دریں رہ آمد قضای آسمانی
مخالف باد شد ناگہانی

ایضاً

ہمہ کشتی میان موج افتاد
ہمہ لشکر دران گرداب افتاد
فرو رفتند در گرداب ان موج
منوہر ہم بقلطان رفت در موج
خدا را یاد میکرد و ہمی رفت
بجز نام خدا دیگر نمی گفت
کہ ناگہ در میان موج آنجا
منوہر یافت چوبی محکم آنجا
بآخر چند بدست در کنارہ
رسید با دلی جان پارہ پارہ
از انجا دید یار و آشنائی
نہ مردم دید نہ آباد جائی

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دیکہت ونک جو بولی کہ یو اوٹ سا	منوہر ماند بر یک تختہ تنہا	
ھمن کیا جو پیرا پر یا کوٹ سا	صدف شد تختہ او لولوی لالا	
....	باخرکرد عشق دلبندش	
چار صفحہ اشعار آنے کے بعد	دران بحر ھوا دش بختہ بندش	
یو دیسی ہیں لٹ پٹ ھو تختہ پکر	....	
بہتا چپ چلیا موج سون تس پچر	چند شعر کے بعد	
ترن کال ہیں کین دو بتیا نیرتا	زموج آن تختہ چون آمد بساحل	
کھین نبٹ چلتا کھیں پیرتا	بساحل کرد منزل مہر سدل	
کتے دن تلک جو یہ لی رنج سوں	بصد سرگشتگی مہر جہان تاب	
سو کرتا اپس بخت پر آب روس	بوقت شام آمد بر لب آب	
سلامت سون دریا کناری لگیا	بہر سو رو نہادی مست و شیدا	
پھر امید کی رہ منجہار سی لگیا	بکشتی راہ کوی دوست پیدا	
ھوا جون دو دریا کی آفت تہی پار		
ھزاران کیا شکر پروردگار		
بعد کامیابی واپسی کا ذکر	//	// بلا عنوان
پراگندہ خوبیاں کی در خوشاب	حدیث آغاز این افسانہ راز	چو چندی بعد شادی درگذشتہ
ملالیا کی کہی سو سب انتخاب	چنیں کرد در انجامش سخن ساز	وطن در خاطر ہر دو گذشتہ

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دونوں شاہزادی دونوں ماہ رو	کہ مہر و ماہ چون گشتند ہمدوش	بپیش رای چترسین رفتند
خوشی سون رضا لی چلی ملکہ تو	زہرہ مشتری ہمید ہم آغوش	وطن رفتن یاد اظہار کردند
مرتب کرنہار مالا رتن	ہم کمسایہ چوہان عیش کرد	چو دل رخصت یافتنداں ہر دو کنور
کیا ہے دو یون نظم تیری کہن	دین انکہ یاد ملک و جنس کرد	روان گشتند بملک خویش با فر
جو منوہر کنور عاشق بختور	درآنجا ہم نشست نود بیش	———
چندرسین صبا رفا خوش سیر	ولی حب الوطن امرست دلکش	یہاں عنوان ختم ہوتا ہے
....	....	....
دونوں شاہزادیاں کی دل دھرا و چاٹ	اجازت داد بیگم راے ہمہ را	
دیکھن درس ماباپ ہور راج پاٹ	کہ تا سازد سور(؟) وست دور را(؟)	
پونچیں نگر میں دھرم راج نر	نمودہ ہر یکی تودلیع داماد	منوہرہم باستقبال رفتہ
کیا تہا چندرسین کا کاج کر	کہ تا سازند ملک خویش آباد	قدم بوسی پدر مادر گرفتہ
جو منوہر کنور صاحب اشتیاق	سرانجام سفر شاہانہ کردہ	پدر مادر بہ پیشش بگرفتند
اول سو ہر بل سات کر اتفاق	مقیما را زغم دیوانہ کردہ	بصد ہوش کنارہ در گرفتند
رضا ملکہ دھر اپنی جانی سنگے	منوہر بعد از چند ماہے	....
بنیان کون سنگاتی سجانی سنگے	بملک خویش پس در راہے	بحمد اللہ مرادش گشت حاصل
اتہاراج کوہی دن جو خوش باغ باغ	....	زمادر و پدر گردید واصل
پوسن بات ہوکر منش داغ داغ	پدر شد حال ہالی دموالے	———
قبیلے سون کئی دیس دلگیر ہو	باستقبال ان اقبال عالی	
پہر اس بات پر باج تدبیر ہو	رسید از رہ مہ عالم افروز	
	بپاے والدین افتاد از سوز	

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
چہاراں کا راست ہے بےشمار	....	
دہ اس تازہ ساماں دریا کنار	بچشم دل رخ دلخواہ دیدند	
....	رخ مہ ہم منور ماہ دیدند	
تک راج رانی بڑی شوق سوں		
کہ یو ساتھ ملنے چلے شوق سوں		
....		
شتابی سوں چھانی کہاتی چنچل		
چپی ... کی چھال وسوں ادلی		

اس اقتباس ذخیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدمالت کا۔ البتہ یہ قرین قیاس ہے کہ یہ دونوں نصرتی کے پیش نظر رہی ہوں۔

گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، کتب خانہ سالار جنگ، انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ بمبئی میوزیم میں بھی ہے۔

علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (نمبر ۳۳) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰ × ۶ ¾ خط نسخ

(۲) برٹش میوزیم (نمبر ۲۶۵۳۴) ورق (۲۲۴) سطر ۱۳ سائز ۹ × ۵ ¾ خط نسخ

بلوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں۔ اس مثنوی میں علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف [illegible] میں ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جس کی ایک دوسری تصنیف گلشن عشق ہے۔"

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں موجود ہے اس کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"علی عادل شاہ بیجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات جو تقریباً ۱۵۵۷ء میں تخت بیجاپور پر بیٹھا تھا۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جو ایک دکنی شاعر تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں علی نامہ شریک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی صراحت [illegible] نہیں کی ہے۔

اس کی سنہ تصنیف کے متعلق بلوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف [illegible] میں نہیں ہوئی ہے بلکہ [illegible] میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امور [illegible]

(الف) اس میں پنالہ کی فتح کا قصیدہ شامل ہے جو فتح [illegible] میں ہوئی۔ [illegible]

سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۱ھ میں نہیں قرار دی جا سکتی۔

(ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جا سکتا ہے سنہ تصنیف سنہ ۱۰۷۶ھ واضح ہوتا ہے۔

لکھیا سنہ کا میں جس جو یو کراو مس | ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس

(ص ۲۱۶ ب)

علی نامہ سے بھی نصرتی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اس کے، دوست و احباب کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بیجاپور کے مشاہیر علماء و فضلا تھے۔

علی نامہ بھی ایک مثنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آگئے ہیں۔ اس میں حسب رواج اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت پھر معراج کا ذکر اس کے بعد منقبت پھر بادشاہ کی مدح۔ اس کے بعد وجہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات شروع ہوتے ہیں۔

اس مثنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں جیسا حمد کی سرخی۔

حمد اول ہے خدا کا جنے روز اول | دیا ہے ہمت مردان کوں جو توفیق سو بل
رکھیا اس نامہ نامی کا علی نامہ ناؤں | تا جنم جنگ بوزبانی کی کتی ہوے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :۔

سراتا سر ہی آدمی سکت دار کوں | کہ آدھار ہے ان نرہل دہار کوں

تیری الک صفت تے ہنو یکہ تی | کرے توں مناجات اتا نصرتی

نہیں اسے شہنشاہ دنیا و دین | شجاعت کی بھی صفت کا کرسی نشین

کہوں کہول گفتار وس راج کی | اتھی رات اجنگ جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر

دیکھا توں اتا مدح شاہ زمان | کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران

سنو نہیں پڑیا لک یو نامہ عجیب | سخن نظم کرنے کا اول سبب

مثنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات درج کئے جاتے ہیں:—

چلیا دہم پہ دہم اتا مٹرتک ہور حشم | ہوئی آسمان ہور زمیں پیش و کم

لگیا آب و ستی کہنسی جا زمیں | ہوا کوں ہوا جسم پیدا یقیں

بدی تول رنگس تسکی ہوئی فوج پس | اوک لوٹ میں جوں ہوی خار و خس

سپہدار بیزار ہیں گر کوں کہال | کہاں تسکی لشکر پہ پونہڑتی ہال

مقابل ہیں یپچ یوں مار کوٹ | سٹی پار ہر تن کی اعضا میں پھوٹ

جدھر نی منکیں سانہ آتی تمام | اپڑ دہپنج جا یو کریں قتل عام

زمیں لہو تی جگڑیاں تی سیراب ہوئی | اگستہ پھرندیاں سجر تو تشنا ہوئی

دی خوں یوں لہو کی کوتیاں پہ پھوز | کلیاں کی نکل آئی کنکر یاتی موتز

سکہرک کی جسی آب و تاب آ لگی | لگی اک پانی دیکہت تھپکی

کیا تھا جو جس سر پر تیغ آب | ڈوبی غوط جیو دیکہت سے آب

اوک دہنکران دہم سون ہیاندی چلے | کشان رچکہ برکی دہانڈی چلی

سلح خول کیچی و بہالا ہتیار | شترک رنگ وکچ کہا و لوڈر کی تتار

ملی واری پیادی چلی دل بہچین | بکثر ہات گردی سو تازی ہ دن

تفنگی فرنگی ہور انگریزیان — کتی ارمنی کئی و لندیزیان
کتارہی کریان کی کیتی دل چلی — علم ہات لیلیکہ ماندل چلے
چلی پہیل کشتیان کی دہر دہر کمان — چلی گونڈو کولیا تے ہہاتیان کون تان

ہریک فوج کون اپنی بازو قوی — ولی ہر بندی پر بلا یک نوی
دسنت کون توکئی بار بل یک وسین — یکایک تن جدا صف پہ پہنک دسین
برستی تہی یو فوج یک جس پہ وار — ہریک جلکتی تیغ تہی تازی ہزار
چوانا کی تن پر جہوما جہوم میں — لگی زخم کاری روما روم میں
سلحپوش تس دل کا کالا اچہال — پرسنی لگیا لہو کا برسات لال
اندیشی تی انگیز اوکہ سخت کام — دیا تہا اپس خوب چہرتی تمام

قیامت غنمان پہ قایم دسے — علامت قیامت کے سالم دسے
تہی ہمت پکڑتا شور کا سلسلہ — اوچایا سب دل میں یک زلزلہ
اندوسون چلیا فوج کرتا تلف — سنستان سون ہاتے لگیا صف بصف
چشم پاؤن تل پچ کی تہان کیے راس — ستپرنی تہی ہر ڈوک میں آتفیاس

خندق بحر و بر جان منازے دسیں — سکندر کے پتلی پہاری دسین
مخالف کے کشتی جو برگشتہ بخت — پڑی اس طرف آتیا ہی ہو سخت
دسی ہر پہر اڑا جہنجیکیا سہ ہات — کہ ادریچ ہو یہان تو ہی جیو بہ کہات
کہی دیکہ رینوی کون جس بہ شج ہی — جو پو پنجر سی سدیا جہ رج ہی

نشانان و چہتریان پنکہی سون اپار   کہی فوج کون قطعہ نو نہار
سشہنشہ نظر میں بولیا سب حشم   لڑائی کی جاگی سمج پیش کم
اینو میں بی تجویز یہ سون چہانٹ چہانٹ   رکہی کوٹ در بنونی بہانجان یہ بانٹ
دسی پائی دل بہر کر جا نمین یون   پڑی ہت میں چہتیاں او بلتیان بہی جون
لڑائی و لڑنی انکی ہو سکہ بد   پیادیان کون دیتی وزیران مدد

نقاری ہر یک ٹہار بجنی لگے   جتی بہیر و کرنی گرجنی لگی
لی آئی لڑائی پہ ہرد ہنک کون   تراقی نفیری ورن سنک کون
پیادی دی مار ساندن لگے   سواران پہری دل کی باندن لگے
کہی کوٹ دار و سون موت آگ کی   رکہی مار جا کا پکڑ لاگ سکے
جو تہی بنیت اوس کوٹ کے دنیت میں   جو ڈیا لوک سب کوٹ ہور بیست میں
سرافراز خان اتہا سو ہوا استوار   کہڑا بنیت انکی آپس پچکہ بہار
ہمی ہم کہڑی آ پشتا تان کہری   جوری برج سون پہ چیوٹ ہو کبتری
تیر انداز سون ساکٹ ایبان کا ہم   نہ دیوین ساتک تیران تی کم
شتر نان وہتیال دی موں پہ آن   بہی لیا انکی تیر او رام بان
تلک یک غلولا ہو شرزہی کی فوج   غنیمان پہ دیتین مارنی آئی فوج
دیکہیں لگ دو نو دل میانی کہن   سلکنی پہ ہوئی یک یلا کے اگن
اوٹہیا ات شر انگر با تان تی شور   تڑیان بہوں پہ بجلیا بجک در سون زور
جمیا سخت پہر بارتی یون دہوان   کنوانا کیا کوئی کہتڑی آسمان
بہتی یک کی ہو فرنگیان ہزار   کیان کو کسی کون فلک کی انکار
سوبج گرم ہو سے لیکہ کنجی کا روپ   ڈہل ڈہلدلا رس کسے جا کا یہ دہوپ

نکالا اسے چلی یوں غلولی کہیں | کہ باری میں بیسی کہی سب اگن
دہواں گرد جوں اوس کا تہا دہوت | ہوئی بوند شبنم کی کو بیان سکت
کہیں ایک پہ ایک تیر یوں جلد ریز | سٹی نوک سوفار پیکان تیز

علی نامہ میں مثنوی کے ساتھ نصرتی کے سات قصیدے بھی ہیں ان میں پہلا قصیدہ پنالہ کی فتح کا ہے جو سنہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی تہی۔

پنالہ ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجاپور کی سرحد پر واقع تہا۔ بیجاپور کے سپہ سالار افضل خاں کو جب سیواجی نے مکاری اور دہوکہ سے قتل کر دیا تو علی عادل شاہ نے اس کے قلع قمع کے لئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر کے سپرد ہوئی یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر عفو تقصیر کا ملتجی تہا۔ علی عادل شاہ نے اپنے رحم سے اس کی خطا کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیواجی سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔

سیواجی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پنالہ سے موسوم تہا محصور ہو گیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نرم کر کے ملا لیا اس طرح دونو شیر و شکر ہو گئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس مہم کے لئے روانہ ہوا جب سیواجی خود بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پنالہ کو چہوڑ کر بہاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ کا بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

سیواجی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سراغ نہ چلا اس لئے بادشاہ بیجاپور کو واپس ہوا۔

پنالہ کا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس پر قبضہ ہونا ایک بڑی بہاری فتح تہی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پھر بھی ایک دشوار گزار اور سنگلاخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور پھر دشمن کا روپوش ہو جانا فتح سے کم نہیں تھا۔

نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہے اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے۔ پھر سیواجی کے نالائقی کا اظہار کر کے اس کے حملہ کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے حالات بیان کرتا۔ فوج کی بہادری اور جانبازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود بنفس نفیس بادشاہ کا روانہ ہونا۔ سیواجی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پھر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے آخر پر مدح سرائی کے بعد دعا پر اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہید ملاحظہ ہو۔

جب تے جھلک دیکھا اوک سورج تیری تروار کا | تب تے لگیا تھر کانپنے ہو پر عرق یکبار کا
کوئی بند جو تیری کھرگ کی پانی تے دریا میں پڑے | کھا جوش اوک یک تھر ہوئے تختہ اکھنڈ یک تار کا
کس میں یو طالع کیے قوی جم تے اوک جیم ہو دسے | جس میں تو عالم گیر ہوا یا سکندر سار کا

نو شعر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔

اے شاہ عادل تون علی صاحب ہے سینسار کا | کفار ہور جگ تھمں نے سو کوئی تیغ سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیواجی کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال او باغی سیوا جگ میں شطت پیدا کیا | ہے طفل مکتب مکر میں شیطان جس مکار کا
جب جو پڑے شیطان کون فتنگی سیکھا آئین کر | ابلیس کون تس حکم میں جوں چیل تر کی کار کا
کوئی کھیل اس سیوا نے کھیلیا نہیں بازی کے بن | گویا فلک کھیلوا ہے سادیا اسی خیار کا
روبھی کی کام بن شیر پر کھاویں دغا تس کر میں | دکھا کا نو کھید رتے کھا پن نس سے کفار کا

قلعہ کی کے متعلق دیتا ہے:—

تھا یکہ جو جگ میں سب اوگڑ پیالی کا بلند
تھمنی دہرت لنگر ہے ہوا نیر کون تہا تب آ دھار کا

دوری کی پس پہیری ہیں ہوئی منکل زحل کا کہ رنگ
سٹتا ہے تیرہی نعل وہاں چندر سمبک رفتار کا

بیت الشرف سون سور کی دہرتا ہے نت ہمسایگی
مریخ سون اوس مادہنی دعوی دہرے حقدار کا

کمتر یکی تس زحل منگتا ہے روشن نا کیے
چندر ہلالی جون سدا ہر نس ہے تس دربار کا

جس تشے حشم کا شب نویس اکثر عطارد کا سگا
جس کا النگے نت دہری زہرا سون ناتا یار کا

صلابت خاں کا سپہ سالار مقرر کیا جانا۔

درج عقیدت کا اد کی شہ پاک جوہر جان اوسے
کینے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا

جون شہ ٹبے معتاد سون کیتے عطا سر لشکری
ہر یک وزیر آ تس ملیا نامی جو تہا تروار کا

فوج کا لڑنے کے لئے جانا اور سیواجی سے لڑائی کا ہونا۔

جب دل علی کا لے چلیا ہمسون سپہ لار او
دہن تس صلابت نے قدم کہتا چلیا مردار کا

مردانگی میدان پر تو اونے رد سکیا باغی دلی
لشکر تلیں سنگر چڑیا جن لوگ سب پرکار کا

میدان خالی جان تلک دیکھی سو وہاں لگ دہم گئے
سارے وزیران ہور جتا لشکر سپہ لار کا

رگڑے میں جہگڑے بیچ تپ چوندھرتی آیون کر برپا
سنتری تو جگ میانی اجل پاوی سبب آزار کا

گویان تفنگان آپرین پہوریان ہر بار میں
بہاری تلخ کے بہار تے تہا زیر تیران بار کا

ہوئی زمیں پاتال لگ برجان فلک کی دندنی
مارا فرنگیاں تیں ہوا گویان کے جب سنگار کا

پاتال سنے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو
دار و کی اتت بہار تے جون مہتون پر سیانار کا

چوندہی وزیران دے ایک جون گڑا پر کونڈہی اسی
کیتی تلیں کی فوج پر دمیں وہاں تے دہم ملیار کا

گرزان سون مہرے بہان یوں کیتے پراگندہ دشمن
گوپن کا جون لکتیں بہتر ہٹا ہے حقہ نار کا

لاگے تیر کا ضرب سو تفراخ اجل کے ہات کی
جنگی کہی تے کم نہ تھا دہکا گرز کی مار کا

سنگسار لائق کون سٹے تیراں سون تیراں نباز کر | بھوکے جھیاں پرچھیاں اسے بسکون سزا تہا وار کا

مرتیاں کے لہو کی بحر نے دہرتے پو جب بہرتی دہریا | جینیاں پونٹ پڑتی لگیا ڈونگر یو ڈونگر لہار کا
پہر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او | ہر دم کنگن پرتھوی پر کرتا پنکھا اوزار کا
لوٹا نکے مچھلیاں پر زرہ جالے دسیں ہر دو وہ میں | تہا کل کی ڈوری کے منن تاگا سو ہر تہ تار کا
چلنیاں سے ان کیاں تیر تے دستیاں کنوں کچھے پھول سیاں | پنجہ چیڑیا سو ونڈ تہا ہر تس ڈوند لگے سار کا
دیپی کی کہیں سے جا جنگل مہرے سلیمانی دہریا | سنگ بہودی ہو دلاں دامن بہر یا کہسار کا

سیواجی جب عاجز ہو گیا تو قلعہ پنہالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور اپنے مشہور مکر سے صلابت خاں کو بھی ملالیا اور دونوں شیر و شکر ہو گئے۔ بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

لشکر کی جم تے کم نہیں شہ کے وزیراں کا کٹک | آصف کی صفتے ہے ادک حملہ ہر یک سردار کا
بنیں پو شہ کی فوج کی جس کی ملائک پیشرو | دیدار بہشتی یاں ہے جم جم ادک کردار کا
اس فوج طالع دار کون دیکھے فلک کے جب ملک | بولے کی عالم گیر ہوئی بیشک یو بہار اتیار کا
نکلے جدہر شہ کی پیشرو سے عقل کی بی دوڑتی | ناہہا نک سکے وہم جہاں ہوی شہ دہنی ہنکار کا
اپڑیا جو شہ عادل علی جب مرتضی آباد کون | زیر و زبر جگ کون کیا آواز شن ہنکار کا

شہ کی غضب کی آگ سے نے کشتی پر آئی لگ | شوریں دل جاپڑیا ہر مایہ اسشرار کا
تحقیق سب جانے کہ اب آخر ہٹی پر آسمان | ہرگز تھنبا سکے نکوی بل صفت کی ادی آدہار کا
پن الامان کی دہانک سب چوندہرتی گر پڑتے اچہ | عاجز ہو کاڑی ہت پکڑ دہر نالہ دل افگار کا

سیواجی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس دار الخلافت کو روانہ ہوا۔

جب اس علی کی ہات تے آئی فتح خیبری | دار الخلافت کی طرف کیتی ہوس رفتار کا

ستر کو پیا پاچ اپی ثابت قدم رکتے چلے — جان جان سمی تھی پاؤں لا جانے جو پیار کا
آتی چلے جیسا دن کتب ہٹے ستر کی اس منزل تی — جس ٹھاؤں کون سو حد لگیا ہے شہر کی سینوار کا

ہر ہر قدم چلنا اگیں چندر ہو ستر کی پاؤں تل — تھیں پڑ کہیا پا تھا اپیں اجلا نکٹ جھنکار کا
چندر کون چندر جوت وہاں تشریف دیوی نور کی — چار بجا تہا آپ ہو دل اس سو در چو سار کا
خوبی سوں چند کی ملی کی دی تہی انکہیاں کون شک — اتب ناز کی نرمی سوں مہ کیا گال تہا دلدار کا

بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

الحق کہ حق ہیں جگ کی جو توفیق تج تی آئی ہو — عالم سب رہی آکر میں یو شکر تج اب کار کا
تیرے قوی طالع کی اب سوگند ہوی عالم منی — حقا کہ تج ہر دم مدد ہے حیدر کرار کا
تج حکم مانیا سو اہی مقبول ہوی دارین میں — مردود عالم ہے رکھیا جن تج سوں رخ انکار کا
فہم و شجاعت عقل و دل سب تج خدا بخشش کیا — بخت و جوانی کا اول دی بل اپس کے پیار کا

مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پہ قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

اے نصرتی مشغول ہو ستر کی دعا کی ورد میں — کافی ہے دو جگ میں تجے تل فیض اس آثار کا
جے آسمان یارب جہاں لگ ہے تمے کے سر پر سایہ بان — قائم تلک او چتر اچھو عالم کی پالن ہار کا

دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس کی بغاوت اور ناکامی اور پھر اس کے مرنے پر ختم ہو گئے ہیں۔

سدی جوہر ایک غلام تھا جس کی دربار عادل شاہی سے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائض کیا تھا۔ مگر نمک حرامی پر کمر باندھی، باغی ہو کر قلعہ کرنول میں جا بیٹھا لیکن پھر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور سیواجی کی مہم پر روانہ کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

قلعہ سیواجی سے فتح کئے مگر آخر پرتو داس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بہ نفس نفیس سیواجی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کرکے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستہ سے وہ دونو بیجاپور آگئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلع قمع کے لئے تیار تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کوشش کی کہ صلابت خاں دوبارہ عفو تقصیر چاہے چنانچہ مسعود خاں اور شرزہ خاں کو اس کے حسب استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پھر چند روز تک صلابت خاں حضور سلطانی میں حاضر رہا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں بہلول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ نور کل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (۱۰۷۲ھ) جو قلعہ بہنو[۵] میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی بہلول خاں سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جانبازی کے جوہر دکھلائے۔ بہادروں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خان جان بچا کر بھاگ گیا۔

---

[۵] یہ مقام رائچور سے ۲۷ میل جانب مغرب واقع ہے اور مانوی سے موسوم ہے۔

ہنور کے بعد رائچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بہدرا پر جوہر کے داماد سدی مسعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہو گیا عبدالحمید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد مسعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دونو دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے۔ تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجاپور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسرے کا ضمیمہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجاپور کو آ کر جشن منانے پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور نمک حرامی کا بیان کر کے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کر کے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی نکالی ہے۔

تمہید

علی عادل شہ غازی شہنشہ بو المظفر کون ‎ ‎ دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کون
لیا کوئی داور گیر اپنا سکیا نے سر کی تھی تین ‎ ‎ بندیا جس صفت کے تخت پر جو پور یار شتہ کرکن
نہی بو الفتح غازی یو ہمایوں جسکے تازی سم ‎ ‎ فرشتے جسکے جوڑی ہیں ہما کر اپنی شہپر کون

گریز اور نقص مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا او کیا اظہار بد مستی ‎ ‎ پکڑ ہٹ لیا اپین جوڑیا بڑی دولت کی افسر کون
او بے دولت کون دولت جو نقصانی لگے ہوئی آخر ‎ ‎ کہ پرچھی کون لکلے پر دیکھی اوز در بہ تر کون
ہوا سو رو بدر آخر رکھیا بنیاد فتنہ یوں ‎ ‎ بھیا نے باج فتوی کوئی عمل ہرگز کسی گھر کون
جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

مخالف او کہ جس کن تہا تر نگ سہورپا ئیدا نکن ‏ ‏ سب آس دل سوں ہوا بیچ کہپر اتہا مونہو بیدرکون

دسیاں یوں ایک میدان میں دونو دہرکیاں صفاں بہاری ‏ ‏ دو دریا آتشیں ابلے بہرا پنے لہو کی سمدر کون

کہرک کا آب ایسا ہی جو نا لیا تاب جس آگی ‏ ‏ پڑیں جلنے اگیں جا انکا تیں سو پکڑ ڈر کون

دنیسا سو ندلیں یوں دیسی رگرتا شاہ باجیاں ‏ ‏ گگر مشت گرشت کا نو سو چلیا ہی خوش نبی گہرکون

رتن شو پرتنے دارین سو ہر یک گولی کون سمجہا تہا ‏ ‏ ہوی تہی بان سو ہر یک ہوائی تس ولاورکون

کہرک کی شمع روشن یوں ہوئی چرباں کی روغن تے ‏ ‏ گیا کا جل کی دو نگر سیا دہواں خورشید انور کون

کیا تہا سیس کرکش کا ہر یک تیز ہی کوں یوتا ٹی ‏ ‏ ڈریا کید کی تمن کہا سو ہر یک سینہ خنجر کون

ہوی معاتیاں کی مستک سب کنڈالی لہو کی سیپیاں کو ‏ ‏ بنی نیر نگ سنداں چرکنی رنگ لشکر کون

گہڑی یک لہو کی چہٹکیا تہی ہوا ہوئی چہینٹ کے تمتی ‏ ‏ دیا یوتی قلمکاری سورج کی پہر مشجر کون

کنول پہول آسمان تہا سو ہوا چرنگی کل جیا ‏ ‏ دکہائی لالہ زار آخر اوتس گلزار اختر کون

ہلایا لہو سوں سمدر بہر کنکن کوں بر بڑ ہی تہتی ‏ ‏ بچہر تخت الثری لک جا لگیا یا یا کری تہر کون

سیا دشا نکی جہکر ہی تیں پر یاراں تمن ان اکلا ‏ ‏ الکت رنگ لقم تہتی کیا جیوں ہر یک پسر کون

الی پر کار پر فی میں کیا جوں مشہ کمک آپن ‏ ‏ شکست یکبار گی انپر پا سب اس باغی کہا لشکر کون

تاریخ اور دعا اور قصیدہ کا خاتمہ :—

سلگتی تہی جو گہر گہر سب ٹہنڈی ہوئی آگ فتنے کی ‏ ‏ بجایا کہرک کا جل سٹ یو مشہ فتح کی اخگر کون

ہنگیا تاریخ کہنی میں تو تب نصرتی عالت سنے ‏ ‏ کہیا دل سوں کہ قندیل ماری علی یک پل میں جوہر کون

الہی سو یونت اٹکو عالمگیر ہے جگ میں ‏ ‏ تلک ہم فتح و نصرت دی یو شاہ ابوالمظفر کون

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد

بیجاپور واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (۲۷) شعر ہیں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گستاخی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دارالخلافت کو واپسی کا اظہار ہے۔

اے شہ توں ہمنام علی شاہان پو تیری سروری
دلدل فلک کا رام نت کرتا زمانہ قنبری

سب دہر ننہ کی تختی پو توں جب شش جہت کو بند کیا
وندی معطل ہو پڑیا یکبیک ہو مہر اسشندری

دس شعر کے بعد گریز کرتا ہے:-

جو ہر کہ جس اے شاہ توں دہر سر فرازی کی نظر
کہکر صلابت خان اپن کیتا عطا سر لشکری

بخوں کمی کا ات اثر بے مغز کی جب سر چڑیا
کشتیں ہو وکھلانے لگیا مستی ہیں آ بدگوہری

پو ملک رانی کا کتاب اس بے سمجھ کی صفات پر
دیکھی کہ سشہ ہونے پو ہی یکبیک ورق کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہا دیں۔

برسیا کھڑک کی ابرتی یوں تسپو پانی قہر کا
خشکی پو ساری بحر ابل چوندہر چلے لہو کی تری

دریا لہو سوں جوش کہا انکا کوں کیتا غرق جب
دجہاں تے پانی بیت کا دہل جاتا لی رانیسری

کہایا شکست یوں پست ہوا اس کمی تی فوج سوں
تاریا نسوں ہوی ہوں نس ہوا دیک آفتاب خاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دارالخلافت کو واپس ہوتے ہیں:-

جب شہ کھڑک کے آب سوں جوں آگ فتنے کی بجھایا
دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری

جوں اوچتے یکبارگی باجیا دماماں کوچ کا
جنگ کی خوشی کی صدا لگے گوش فلک کوں کر کرہری

خاتمہ:-

یوں دھر نجبت آگ سوں عالم چھپایا پرمنی
خورشید کیں ایک انکار اکثر نہ یکیا آزری

اس شہنشہ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھیا
یو شعر اک کرول پری پڑہ تا ہوں جیوں نیول سری

چوتھا قصیدہ موسم سرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔

اس میں ٹھنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و گلشن کی پژمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زمستان نو کزی دو لنگا اچا دہدکار آج
سردار ہو باد خزان ٹھنڈ کا رچیا ہی بہار آج

اپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گولیان چہان ٹنا
ڈر سون اگن موج چہا چھپے در رہی ہی ٹہاری ٹہار آج

شبنم جو اُچلا چہاچ سا آشیشہ سی جگ میں ٹہیا
ہر باغ من ہوی ہی دہیں ہنڈی جم تہر سب یکبار آج

چا تیج ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے
اسے چاندنی کی دیکھ لی تس بیچ اپس دیدار آج

ہر یک کون یارا نا رتیں چیلے ہوسے ہیں پاٹ سب
ہر یک نگر باغ جہان ہے ٹھنڈ تی بیمار آج

نا سرفرازی پاسکے دولت تی ٹھنڈ کی کونسلی
نا بل اپنی گو دینے لیتا کرے ہٹ بہار آج

گلشن کے آئین اپر پڑتا چلیا سردی سون نگما
ہر خار و خس شبنم ستے ہوتا ہی جو ہر دار آج

بستہ رحم ہو کر کلی ہر شاخ گل بکڑی چہور
کہا بانجھ کا ڑا باغ سب لیا نا سکی پہلبار آج

دیکھنے نہ جون جون ٹھنڈ تی کس یک کلی کون خندہ رو
نغمے بسرجا بلبلان ہر بن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم نہ ہوئی مشہ بدل دستے مرصع صدر مین
چلنے کنگن کی ہات تے تس کے ہی موتی جہاڑ آج

تس زرفشان کے ہت تی نت پڑہیں نظر کی گود یون
پاتان سون پیلے باغ کا دامن ہی جون زردار آج

سورج جنم کا تن ننگا مت ہٹ تی خلعت پای تو
کا نٹا نہ آتش تن اپر کا پنی پنہمر یکبار آج

میں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کئی ولی
تس ٹھنڈ سون کٹ میں تی ہیپٹ نکلی نچ کے گفتار آج

اے نصرتی بہتر ہے تج پیچ دل گرمی سخن
کہہ مطلع تازہ سون پردہی شعر شکر بار آج

پانچواں قصیدہ اس واقع کی تیسری اور آخری کڑی ہے صلابت خاں کے شکست کے بعد جب بیجاپور کو واپسی ہوتی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلا کب ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس لئے بھی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے (۶۵) شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں شہر کی آراستگی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراستگی کا بیان ہے۔ گھر گھر خوشی کے جلسے ہوتے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منتظر تھے جدھر دیکھو آدمیوں کا سمندر تھا ان میں حسینان جہاں بھی جلوہ گر تھیں غرضکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سروسامانی کا ذکر اپنے گھر اور ہمسایہ کی تکالیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدہ :-

اسے تیج تی ہوگی سکھر تج ہو دنیا ہوا سنتری ||| بلبل سنواری تج اکین ہر دم دکھانے دلبری
بیت الشرف کے پاس جب آئے سوز ترائی بن نون ||| رونق سون گلشن ہو رہی یکدم گنگن ہو دھرتری
چندر تو لک لکتا کٹ اس جہت کون مر لیا ||| تاریاں سون نہ منظر کون تس آئینہ بندی سب کیے
اول سورج کی آگ پو عنبر انہار اجل کیا ||| طبلہ ہوا کا نور کا ابد از فلک سٹ جھری
چندنی تی ہمیں سب صاف ہویوں عکس تاریاں کا دسی ||| چونی ہیں جیون ابرک کلا سیچا ہیں سارہی دھرتری
پانی کیاں سب صد رات یوں ہوا کیتا اب جھلک ||| یعنی ہوا ہو معتدل دکھلانے سیرت دلبری
تس خوش ہوا کون دیکھ کر شہر گشت آنی کی دلیا ||| نکلیا جھلکتا سو تس رات میں چندنی بہتری
سٹر تج رچھانی چاندنا ہیں چیتر کھیلے کا بہا کلے ||| چڑ کر گگن کی اوج پر کرنے لگیا باندی گری

سورج جو لعبت باز سب پتلی ستاریاں کی نچا
دین یو مبارک وقت پاکسوت شوانی شہ بنا
یک عمر اکر جب جب گنگس گھر گھر سورج کانت کنچن

بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری
ایسا چریا تازی منگا جس ابرص کی زیوری
جوری جو نازن کی زین ویسی نہ ہوئی صفت گری

گھوڑے کی تعریف ملاحظہ ہو۔

ہے شہ کا تازی تیز پر کیا تاز کی تیزی بھریا
خوش رنگ کس یک پھول کا سر گرد تنا دست تا کرے
کرا انبٹ پھرتی پاؤں کی بھیا پا فلک تس پانون میں

سکتی ہے جس طناز کن پرواز تس دن بھر پری
گلشن اپر چل جاہی تو جون باد صرصر سری
بیا با ہماں کون صید کر دہر تیں ہوا جون اخبری

بازار دوکانوں کی آراستگی۔

جون کہکشاں انور سہیں راستہ صفا بازار کا
دوکان ہر یک خوش سو کر رنگ برنگی صدان نکلیں
خوش باس کا مہکار اوک ہفتم فلک میں جا پڑیا

یوں فرش کی روشن ادیں پکر لنگان مرمری
بیٹھے جتے سوداگران لیکر متاعان بندری
پروردگی پاکر زحل خوشبوی کہر یا عنبری

شہ آئے سو آنند تی یون پائی آراستہ محل
شہ کے قدم کا جگ ہوی عیاد گھر گھر جگنے
سلطان محمد کا چراغ انور شہ عادل علی
اس روشنی کا بھر خوشی دی مجلس آرائی کیا
سب شہر میں کی لاکٹ ہوی یون پل میں لاک لکنے لگے
عقد ثریا کے نمن قندیل کی جھلی دسیں

پرتو تی جس زینت دھریا سقف فلک زمنظری
گلزار سارنگیں ہوا عالم سو ہر یک کشوری
شاہی کے گرتی جب بھریا جس نور تی روشن تری
کیا شاہ کون مہان اپن یک بزم کون امی زیوری
طبلے رتن کے کہول جو بیٹھے رین کی جوہری
ہور کہکشاں نیں تاب دک ہر سیر معانی کی دہری

اپنے متعلق اظہار حال۔

خفا کہ ظاہر یوں کردن سحر حلال اسباب ہیں
جو منج قلم کا اژدہا لب را سے سحر سامری

پن کیا کروں اے شادیاں کی بات بے سامان ہیں
اول تو گہرا ایسا ہیں جان تھا ہوئی راحت بھری

گہر فی نہا سادے ل دائم ہے بو عجلت اسے
برکات سوں ہمسایہ جیو ویسیچ ہنگی بد تری

مطلق ارازل قوم ہیں تس کر دلیسی لے چلیا
سمجیں اڈکال کہانوں کوں سچیں ملک ہور سخری

جنگی زبان تی لام و کاف آتا ہے شیطان سکی
سا نیچے پنی سوں جب کریں تعلیم جنگ زرگری

خاتمہ:۔

فرمان سوں عالی حکم کی بخشش منج ایسا گہر دلا
جو سافتر منج طبع تی آتا ہے جان صیفاں بہتری

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا لی دور میں
تا سن کر یگ آمین کہیں خوش ہو ملا یک ابتری

یا رب فلک مشتری کا سایہ جگت سر ہم اچھو
خورشید کی پرتو تی نت جب ہوی ذرہ پروری

چوتھا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جاسکتا ہے اس کے (۱۴۵) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے مخلوقات پر اظہار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؓ کی مدح ہے حسنینؓ کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گریز کر کے نوحہ شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزا برپا کر کے ماتم مظلومان تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نا اہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گریز کرتا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کیے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزا قائم کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کی سرجن ہار کا | افلاک کا اونچیا بندیا ہے محل کس بستار کا
دنیا کی کسی بام لاجور یا ہے تارنکی خنجر | کیتا ہے کامل بدر کوں تابان انوار کا

حسینؑ کی مدح کا آخری شعر:۔

سکتے ہیں نبی پیارا اوہیچ جن جیب دک انسوں رکھی | میرا جو پیارا ہے سو او پیارا اہے کرتار کا

اسکے بعد گریز کر کے نوحہ خوانی شروع کردی گئی ہے۔

اے وائے ظالم کیوں دکھا ایسے جگر گوشیاں کوں لعین | جگ جگ جوانی پر غضب واجب کیا قہار کا

بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

بو سرو بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں | بھوائی لہو کیاں ندیاں طوفان اچیا اجار کا
تب فاطمہ زاری میں آبولے جب کوئی بان ہوے | اے وائے کن ہاتم کرے اس سرو خوش رفتار کا
اتنے میں جبریل امیں بہی آنبی کے پاس یوں | بولے کہ تا کچ غم دہرو اس ساعت دشوار کا
ہاتم یو مظلوماں کی پھر تازہ ہوکرتا ہر برس | ہوی جون عنایت حشر لگ دل حل کو سب ابرار کا
خدا کر آرایش سو دن اب ہر سال کرنا عرس یو | پاتا ہے توفیق آج دل خسرو دیندار کا
سواد سوائی زینتی صاحبقران عادل علی | اول محبت پاکو دل ہے حیدر کرار کا
اس شاہ کی عالی وصف میں مطلع نوں کہ یوں لکھو | خورشید تے روشن دسی ہر نکتہ جس طومار کا

دوسرا مطلع۔

دیکھیا اپنڈا حبیب صبا تس لگ جو آیار کا | تس کے ہنسنے میں گل بھریا یعنی سورج جھلکار کا
سر کی شگفتہ طبع کا گلشن یو جس سایہ پڑی | ہر یک کلی کی بہار او بچہ ہوی گل کھلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔ اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

ٹیک کمان اس دیک ہوے توس قزح پیلی ہری
ہے طاق کسریٰ پاہری طاق انگی سو بار کا

جس فرش بلوریں صفا عینک ہوا ہے چاند کوں
سورج کیا ہے آئینہ بھری کی سیج ہموار کا

پرعکس تاریاں کا دسے سب صحن جوں نیلک دریا
خورشید کی پرتو تی ہوی جو صدر ہے زر تار کا

چوکر توس رنگ رس بہریا ہے باغ ایسا جلوہ گر
کرنے میں ہوی رنگیں نظر نظارہ جس گلزار کا

ہرگز نہ کس پھول پر سورج کی لک سکتی نظر
ہے چتر ایسا سبز ہر برگ سایہ دار کا

کہتے ہیں کالو ہی نیر کی یوں کالوی گلشن منی
جوں کیس بکھری ہیا دسی رخ مدمالتی دلدار کا

خوشبوں پھولاں کی چمن پائی تھی یوں پردر دکی
شہ جس پر بس باندی کمرک بہانتی اغیار کا

مزید چند شعر کے بعد گریز کرتا ہے :۔

دیسی عاشور آئی سوایسے محل میں نامور
کینی شدی کرنے کہری رونق کینی لبستار کا

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں :۔

جب صبح باری کا قلم لے خط زنجیری لکھے
خوش بیچوانے سطر ہو ہر یک نشان تس لہار کا

رونق سوں ات کت یو محل جگ میں بہشت آئین ہوا
فرمائے اذن عام شہ پانی کوں فیض انظار کا

دیکھن کوں جب ہر چوک تے یوں زیر عالم کا ہوا
یوسف کی کارن وقت تھا جو مصر کی بازار کا

ہر ہر شہی کی تن اپر تھے کسوت ایسے نور کی
سورج کوں جس کے سامنے طاقت نہ تھا چپک چار پکا

اسمری ثوابت کی کہیں ہور کہکشان سی نوسری
عقد ثریا تی اوک تھا ہر الاقہ ہار کا

دو دو ہر فرشتہ رحمتی پہریں الپس پر کی پنکی
حوراں کی چاپک کی ہٹ چپور تھا طرۂ طرار کا

مجمر کی مہکاراں ستی دن کا گریبان مشک بو
دامن رینکا عطر سوں نافہ ہوا تا تار کا

....

بہتیں کھری بازی بجپک اڑاکو بجلی بہیں پڑی
بادل کی سب دل لرزی ہت نال سن بہر بار کا

کہتا چکر باناں ہت سونکے پہولان کا گرا
تہا جہت کلی کلریز کی چینی کلی کی حصار کا

ہتاب کی جب تاب اکیں ہو داغ صد چند گل کیا
ہو سن سورج ہو زرد رو بہاتا لیا بیمار کا

خوار سوں غم کی کلی نمن عالم گریباں چاک تہا
تہا عندلیباں تے اوک شر شور نالہ زار کا

رونق اکٹ کا کوٹ کوں یک چاند کر باندیا کہلا
رستہ ہوا تہا کہکشان مسجد تلک دربار کا

خاتمہ:-

جس بات میں پی لک نے یک سیں نہ اُس کی صفت
کر ورد اب اسے نصرتی دعوات کی تکرار کا

مینا کی خرم کاہ پر جہلک سورج ڈہائی کنچن
یارب تلک عشرت اچہو اس دار یک دادار کا

ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصفیہ کے بعد ملیبار کے زمیندار راجہ بہدر پا نایک کے مطیع کرنے کے لئے شرزہ خاں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ بہلول خان۔ شاہ جی۔ عبدالمجید خاں۔ ملا احمد۔ شرزہ خاں کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ اسکے بعد سنہ ۱۰۷۳ھ میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شرزہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سونڈے تک جا پہونچا۔ اس کے بعد "بدنور" پھر کوہل ورگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اس طرح علی عادل شاہ سنہ ۱۰۷۴ھ میں منصور و مظفر بیجاپور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تمہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کرکے ملیبار کا ذکر شروع کرتا ہے۔ فوج روانہ ہوتی ہے پھر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمہید میں باغ کی تعریف کی گئی ہے پہول پہل کا ذکر ہے۔ اُنتیس شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

مدح سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہونا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح۔ اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید:۔

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ تیرے بل کا
سچا توں ناٹوں کا ہی ستے وہی شاہ رسل کا

سنو نے فتح آ دیکھی اچھوں وان آپنی صورت
پڑیا ہی عکس جس رن کہرک کی تیغ سنبہل کا

گریز کرکے ملیبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا رنگ لکے قلم ہوئی سیف دو جبھی
دسے ہر حرف شکر دونی دہرے نامی مقتل کا

سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران
کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا

چو شہ کے ملک نیری دہتی ملیبار کا سرکش
کیا تہا سرکشی جا کا کبل اس داست کا بل کا

بلا کا بلکہ پنجرا تہا ازل کی ہات کا ایسا
پڑے ابلیس بند اسمیں تو نے حاجت موکل کا

چراغ اسلام کا کوئی وہاں نہ لایا تہا جو نہچیا ہے
جد معانی دیکے کہر تل بہیا نہ اکفر ازل کا

نوازیا شہ کے گہر کا ہوا تہا شہ سوں بہر باغی
نہ تہا ین فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتسکل کا

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف۔

عجب جگ میں تماشا ہی بہشت فرد اول کا
بہر پاسے جمع خوبی سوں اگر یعنی تیری کل کا

نظر کی دور ہے جان لگ ہاں لگ دل فقیر پستان
جتا دل چل سکے استی انکھین لگ بہرے چل کا

تیا کچ خوص ڈونگا ہے فلک جان تیرنے سکنے
لے آیا کہور سا نگر آج کہانا ہی بست چندر کل کا

چلیں باد صفائی خوش صفا پانی ہو موجاں یوں
کہ جوں محبوب کے کہڑ ڈ دھنک زلف سلسل کا

فلک سقا ہے خضر ہی ہو پلانی نیر سو جگ کون
سوبج کی جام سوں بہرتا ہے نت ان مشک بادل کا

دسس آئے باغ کے آگین صفائی خوض کی ایسی | سنواری دھن کہی ہے جون آگین آئینہ صیقل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سور نوبت کرو ہیں چندر سی نیکون | لیکر آ فوج تازیان کی کیا پارہ جو ہل چل کا
سورج بہی تیغ لے نکلیا صبا کا بوز نیلا چہرہ | مقابل رہ نسک بہا کیا چندر اسوار ارحل کا

ہوا پر رنگ برنگ دہالان دکہایان بادلان نگس | جہلتا بجلے نمنے پہل ہر یک سے جیسے صیقل کا
چلے آئے سفر کی بہاران یو ایسے سر حدانگی آئے | جو تہا یکبا انک عالم میں صفت جس ٹہار او کل کا

عادل شاہی فوجی افسروں کے نام۔

اتہا ہجول او عبد المحمد خان شیر السون | سورج کی داغ دہرتا ہے صبا جس تیغ کی جہل کا
جوان و نوجوان طالع مظفر خان نوی جیب تہی | اٹل صف تے قوی بارہ و اتہا اس فتح منزل کا
اوتہا سید محمد ہور علی جس نانوں ہیں یک ہے | دلیری جنگ کے گہرکی کر قرار اس مرد اعقل کا
نکو نام اصل دانائی زمانہ مولوی احمد | اسکی فوج لی نامی بد تہا اس کٹک پہل کا
شجاعت کیش بہی خان اوخوانی تہی وزیران لیے | ہوا کی رنگ وہالان سون گلستان صحن مندل کا

حملہ کا ذکر لڑائی کی حالت :۔

کیئے او جیارہ کر اسی بلند یک کوہ پر حملہ | گھنگھن پر پانچہ پن لرزیا کلنجیا ڈر سون منکل کا
لگیا نے وار لگ ڈہر یہ ہوی اوسان کی ٹکری | پیا جا جمکس تن پر نکی ٹاٹان کی جہل جہل کا
دمایان کی کرجنے نے زمین کا دل ہدرتا تہا | کچھ شیا کرنے کی نجنی سون درد ناکوہ ہور تل کا
سلح پوشان میں دودہر کی لگی دھمکا ہی آ ایسے | فلک کی ہیبت کی طالع سینہ نالی سیل تن کہل کہل کا

جتھی سنک سو انکوں تو کند ہتی لی چلے سیدی — دیباں کوں دانچ جادا بے سید جان پاسے نچل کا
بھلے تیر و کمان اپنی کناری ہور بلم کھپوی — دیکھت ضرب فرنگ کردہ کتی ھور سیف زحل کا

....

سواراں ہو کچے کچا اپہار ری بہوریاں نمنی — چریاں سی کی پیادی اڑا چا کلمکاں کل کل کا

....

دیا گردوں شفق کی لب پیا اس کافراں کا لہو — دسی رنگیں کھلا لی جب زمیں کوں شکل منہل کا
اجل ہر تیغ کی جل میں کتی بار ایک دہو دہو کئی — ہزاراں کارجوں گسل نحس کفار کسل کا

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کر دی گئی ہے اور فتح کی مبارکباد دی گئی ہے۔

تجھے تحقیق توفیق ایسی حق دینے نو ملیں تے — کیا منج نصرتی لکھنے ثنا ہر فتح اکمل کا
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طومار کوں تس کے — سورج کی ہار انبر چی میں کریں ہیکل ایس کل کا

....

تیری عالی نظر سے نہ ہوی تریاقی اسکے طالع کی — دسی دی آج کچ کانہ تھا کیچ مل جیسی کہل کا
میری بخت آزمائی سنے یو شعر ایسا کہیا ہوں میں — نظر تیری و طالع منج غرض کیا غرض اطول کا
دعا تج تانوں لے منگتا صفائی بخشش ہر دل کوں — تو میری طبع پر دعوی سہا دی نت تجمل کا
جلک سے سورہت یارب یو ہفت اقلیم گردونکی — تاک صاحب قراں ہو کر اچھو شہ سور سوندل کا

کلام پر ریویو نصرتی کی مثنویاں اور قصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی جس عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ خاورنامہ کو نہیں پہونچتی مگر اسلوب بیان کی اصلیت (اچھی) کے لحاظ سے اس کو ضرور فوقیت دی جاسکتی ہے۔

"تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔ شہر بیجا پور کے حالات اہل شہر کی طرزِ معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ مابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسب ذیل ہوتے ہیں۔

تمہید (اس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یا رات کی حالت بیان کی جاتی ہے) اس کے بعد گریز کر کے ممدوح کی تعریف اس کے گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف۔ خاتمہ میں ممدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی بلند پروازی تخیل کی جدت تشبیہہ اور استعارہ کی نزاکتیں قابل داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور خلاف واقعہ ہونے کے باعث قابل تعریف نہیں قرار دیئے جا سکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغگوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اور پھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جوہر ظاہر نہیں ہوسکتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات، مقابلہ کی کیفیت۔ بہادران فوج کا ذکر، قلعہ کے حالات فوج کی روانگی، محاصرہ کی کیفیت۔ غرضکہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا زبردست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور استعارات کی ندرت

بھی موجود ہے۔
قصائد کے ملاحظہ سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے بریں ہم بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او | ہر دم کنک پر خوی پہ کرتا پنکھا اوزار کا

دیدی بکھرے جا جنگل پھر ی سلیمانی دھریا | سنگ یہود ی ہو دلان دامن بھریا کہسار کا

ہوئیں رنگی جا سب کنکریا قوت ریزے ہوئے ہیں | جوں مانکیاں دستی لگے رنگیں ہو چپر اگار کا

کنول پھول آسمان تھا سو ہوا چرنگی کل چھپیا | دیکھائی لالہ زار آخراوس گلزار اختر کون

دریا جو سون جوشش کہا النگا کون کیتا غرق عیب | سوجان تی پانی سیٹ کا وصل جاؤلی راہ سدھی

سورج کی حبشی کاروان آب آتشیں بوجھم چھپیا | کیوں سینکنے بس آئیگا ننیان کون پک انگار آج

سورج جو لعبت باز سب پتلے ستاریان کے نچا | پہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری

خوشبو عطر تاب کی پون سب جہان میں بھر رہے | جو صبح کی صفت تی فلک طبلہ ہوا عطار کا

مہتاب کی جب تاب اگین ہو داغ صد چند کل کیا | یوسن سورج ہو زرد رو بہا نا لیا بیمار کا

سورج اند منڈ دیکھت اکت کیا ہیبت سوں موں پیلا | فلک کے سر لگی کھیری کت سو دیک منقل کا

دیا گردوں شفق کی لب پیا اس کا فراں کا لہو | دتی رنگیں کہلائی جب زمیں کوں شکل منہل کا

سورج یوں ضمیر انگی جہریا سو شمع کا جوں گل | توں یک گلنزار ہے ہور اوبچار پہول بادل کا

دیوے نرگس کی دیدی کوں نظر تریچ بینائی | سکی سوسن کی جیباں میں سکت ہریا نزمل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کئے گئے ہیں ان سے بھی نصرتی کا کلام خالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر امور کی آمیزش (جن کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے) کے باعث اس کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصاید سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جا سکتا ہے اور ہر منصف مزاج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کر سکتا۔

علی نامہ کے نسخے کمیاب ہیں انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسن صاحب کے پاس اس کے نسخے موجود ہیں اور دفتر دیوانی و مال میں ایک ناقص الآخر نسخہ موجود ہے۔

شریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۳۰ ورق (۴۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۶) خط نسخ

مصنف کیٹیلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"دکھنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، مصنفہ شاہ ملک۔ اشعار کے درمیان سرخی سے تشریح کی گئی ہے۔ آخر پر سنہ تصنیف ششناہہ بھی نظم کیا گیا ہے"

اسپرنگر، اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

سو یو شین الف ہے و میم لام کاف (شاہ ملک)	فرض کون سو دکھتی ہیں بولیا ہوں صاف
سن یک ہزار ہور ستر اپ سات	کیا ھوں اسی سال میں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ دکھنی شعراء کے حالات کا بڑا حصہ خود ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔

مولف اردوئے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔ اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دونو بالکل ایک ہی ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ دونو نام ایک ہی مثنوی کے ہیں۔

بقول مؤلف موصوف شاہ ملک علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک مذہبی شخص پابندی شریعت حنفی مذہب کا پیرو تھا دربار شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تھا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھ نہ کچھ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے: "رسالہ درفقہ درزبان ہندی دکھنی تصنیف شاہ ملک" مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول حسب قاعدہ حمد ہے پھر بیان شریعت کا عنوان قایم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان ہے اسی میں منقبت صحابہ بھی آگئی ہے۔ کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے بتیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) وضو کے فرض (۹) وضو کے سنت۔ اس کے بعد غسل، مسح، حیض، نماز، قیام، رکوع سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدہ سہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد:۔

الہی وہے توفیق انسان کون	جو بندگی کرین تیری دل جان سون
توں پیدا کیا محض بندگی کے تیں	سو او چھوڑ کر پڑے ہیں گنہ کی کین

بیان شریعت:۔

شریعت تی خارج جو اسمان پر	اُبریکا تو توں جان شیطان کر
شریعت سو پیغمبران کا ہے کام	شریعت پو بھے مرسل چلیا ہیں تمام

نعت:۔

محمد کی صدق سون ای کردگار	توں تاجستی کیا دو جہان برقرار

بہی آخر کون جسکی شفاعت ستی
چھٹک ہوی سب مسلمانکوں دوزخ ستے

سبب تالیف :-

یو مسلمانکون دکھنی کیا اس سبب
فہم کر کو دلمیں کرین یاد سب

فرض ہے نماز ہی فی پرنا اسے
مسلمان شریعت پو قایم اچھی

سکت تج تی گذر یا تو اتنا تبے
کیا ہوں یو مسلمانکون دکھنی ستے

ضرورت ہے لازم مسلمان پہ
بہی ہے حکم جو کچہ سو ایمان پہ

سو یو مختصر دلہنی کر توں یاد
خدا تج رکہی دو جہان میان شاد

نمونہ :-

یو ارکان ایمان کی دوا ہیں
ولی عین ایمان سو یوا ہیں

جو اقرار اول زبان سون کری
بہی تصدیق دلمیں سو یو نکر وہری

خدا ایک دو جا شریک نئیں اسے
ہی بیمثل اسکے صفت نہ کسے

فرض احکام :-

ادا کر یو بولیا ہون جو دا فرض
سو احکام و ارکان کی میں فرض

اول آپ کون پاک رکہنا مدام
جنب ہو یہ حدث سئے و یا احتلام

ہی دوسرا فرض پاک کپری سدا
جو پہنی تو نکر اچہیا یا ا

اچہی پاک جاگا سو تیسرا فرض
کہتا ہون سطے کون یو سب عرض

بہیا جو تہا فرض وقتکون یو ج سب
فجر ظہر ہو یہ عصر و مغرب و شب

بہی سب طاقتان ہیں سو ایمان پر
جو ہو تیان ہیں ثابت مسلمان پر

حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا
و یا دین کیا ہے سو اسلام کیا

دیا کیا مسلمانی ہے سو توں بول	اسی جاب دی یوں کتا ہوں سو کھول
خدا کی سو فرمان کوں کر قبول	بہی کرنا ہے بولی خدا کی رسول
مفصل ہے ایمان اسکوں توں سیک	بہی مجمل ہے ایمان توں دلمیں لیک

خاتمہ :-

سو یو شین الف و میم لام کاف	فرض کوں سو دکھنی میں بولیا ہوں صاف
ابہی سو یو بیتاں نہ یادہ ہیں چار	توں کوشش تے دل بہاکوکر یادگار
سن یکہزار ہور ستر پو سات	کہا ہوں اسی سال میں یو حکایت

انڈیا آفس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دکھنی نثر میں ترجمہ بھی موجود ہے اور یہ اصل مثنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ + ۷۰ = ۱۱۴۷ھ) افسوس ہے اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پہ نہی ہے۔ دوسرا بالغ ہونا نابالغ پہ واجب نئیں ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو ایمان ہے۔ اگر مسلمان نئی ہوا تو کچ عبادت اس پر واجب نئیں ہے اگر کوئی پوچھیگا کہ ایمان کیا ہے۔ ہور اسلام ہے ہور مسلمانی کسے کہتے ہیں اسی یوں جواب دیگا کہ خدا کی حکم کوں قبول کرنی بولتے ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہتی ہور معنی میں یکساں ہیں"

اس مثنوی کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ہے نمبر ۱۳۵ سہروردی

مراثیہ بیجاپور

مرثیہ مرزا

دیگر دکھنی مرثیوں کی طرح اس کے مرثیے بھی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تھا جس نے سوائے مرثیے کے کسی اور صنفت میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تھا کہ انتقال کے وقت بھی ایک مرثیہ کا عنوان لکھ رہا تھا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا مگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکھ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تھا اسی انہماک کا نتیجہ تھا کہ اس کو خواب میں بھی اس کی تلقین ہوتی تھی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنا رہا تھا ذیل کے شعر کے

دلاں پا کہاں اناراں کر کہو سینہ طبق میانے

مصرع ثانی کے لئے مضمون نہ مل رہا تھا اس پر بیہوشی طاری ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی رو بینے محشر کون یوں تحفہ کرلے جانا ہے

مرزا نے اس کو لکھ کر مرثیہ پورا کیا۔

(صفحہ ۹۲ بساتین السلاطین برٹش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھ رہا تھا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کردیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سنہ وفات معلوم نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ ۱۰۸۰ھ کے قبل اس نے شہادت پائی۔

مولف بساتین السلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے:۔

"یکے از شعراے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقف حمد و نعت سید المرسلین و منقبت آیمہ طاہرین نمود ہرگز براے احدے از شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ ہا بے شمار کہ در ماتم شہداے کربلا گفت زبان زد خاص مردم دکن و دیگر بلاد گردید" (ص۹۲)

یہ سب کچھ ہے مگر افسوس تیقن کے ساتھ اس کے مرثیے پیش نہیں کئے جا سکتے مرزا تخلص کے سولہ مرثیے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گولکنڈہ کے مرزا کے کتنے مرثیے ہیں اور بیجاپوری کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب ایک ہے اس لئے ان کے تمیز کرنے میں بڑی دشواری ہے۔ یہاں ہم ایک مرثیے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجاپور کے مرزا کا مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔

شریعت اساسی پہ اپتا ستم | حقیقت شناسی پہ اپتا ستم
نبی کے نواسے پہ اپتا ستم | سب امت کے آسے پہ اپتا ستم
دیا زہر پانی میں با ظالمان | سولاگا کلیجے کون جاکر تدہان
جگر گوشہ حسن کا پڑا بے گمان | مدینہ کے باسی پہ اپتا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی | جگر گوشہ فاطمہ اور علی
بروج دہ دوہ کا بد جلی | شہ کرگہراسی پہ اپتا ستم

. . . .

مبارک بدن سون ہوا سر جدا | اسی غم سون کہتا ہے مرزا صدا
کیا کیا وو بدبخت نے اے خدا | شہنشہ پیاسے پہ اپتا ستم

مرثیہ ہاشمی

ہاشمی کا ایک مرثیہ اڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں ہے۔

ہاشمی بھی علی عادل شاہ ثانی کا ہمعصر ہے سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے مرشد سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مادرزاد اندھا تھا۔ مثنوی۔ دیوان اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں مثنوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے سنہ ۱۰۹۹ھ میں مرتب ہوئی جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ ریختی نظم کا بھی یہی موجد ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس قسم کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں ؟ میرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا زمانہ مابعد میں اس کو ریختی سے موسوم کیا گیا ہے۔

مصنف بساتین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ونیز از جملہ ہندی گویان ان زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہٗ زبان شیریں بیان کشادہ درمیان سخنوران گوی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجادرہ آں وقت نظم آوردہ و دیوان غزل مشتمل بر مضامین سنجیدہ و تلازمات شعریہ ہم داد کہ مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش غریب ورزیدہ است کہ ہیچ کس بر آوردن آن سیاقت نزادہ۔ با وجودے کہ بصیر مادرزاد بود"

(صفحہ ۹۲ ب انڈیا آفس)

غرضکہ ہاشمی کی قابلیت مسلمہ تھی سنہ ۱۱۰۹ھ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ اڈنبرا میں ہے مگر افسوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کئے گئے پیش کئے جاتے ہیں:-

دلبند مصطفیٰ کا تابوت لے چلے ہیں | فرزند مرتضیٰ کا تابوت لے چلے ہیں

سلطان دوجہان سرداراولیا کا | مظلوم کربلا کا تابوت لے چلے ہیں

حضرت حسین حسن کا شاہ زمین زمن کا | حضرت نبی منگا تابوت لے چلے ہیں

.. .. | .. ..

حضرت کے تھے نواسے حیدر کے تھے خلاصے | ہوئے شہید پیاسے تابوت لے چلے ہیں

اے ہاشمی شہان کا سلطان دوجہان کا

مقبول اس جوان کا تابوت لے چلے ہیں

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے ہاشمی بیجاپوری کا شمار نہ کیا جائے مگر ہاشمی کے دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دورِ مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی بہمنی سلطنت محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے بعد دہلی کے تخت پر متعدد خاندان حکمراں ہوئے مگر کسی نے بھی دکن کی جانب توجہ نہیں کی شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) پہلا شخص ہے جس نے ۹۹۵ھ میں دکن پر حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے در پے یورشیں کیں اور آخر ۱۰۴۲ھ میں احمد نگر پر قبضہ کر لیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہو گیا۔ اورنگ زیب کی شہزادگی کا زمانہ بڑی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہو گیا ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح ہو گیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعرائے اردو کے ساتھ بے حد مراعات کئے جاتے تھے انہیں ان کی تصنیفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ امرائے دکن بھی اردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدردانیوں کے باعث عام طور سے شعر و شاعری کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدردانی کے اب اردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

۱۰۹۸ھ میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول نے اپنی حکومت قائم کی اس ۳۷ سال مدت میں بھی اردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثیے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے مرکز اور شعر و شاعری

کے منبع اور شعراء کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھڑکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (۱۰۱۳ھ) سے اس کی رونق اور چہل پہل بڑھتی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط ۱۰۴۲ھ کے بعد سے اس کی قسمت پھر سے جاگی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے ۱۰۶۳ھ میں اس کو اورنگ آباد خجستہ بنیاد سے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ) تخت دہلی پر جلوہ گر ہونے کے بعد ہی گولکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد ہی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد بھی اورنگ آباد کے جوار میں سپرد خاک ہوا۔ جب اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہوگا۔

یہاں گھر گھر شہر میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ گلاب، انگور، سنترہ کے باغ تر و تازہ تھے صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کاغذ سازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے بیسوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکار کی جانب سے ان کو مراعات حاصل تھیں۔ انعام اور یومیہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علی الخصوص دہلی کے امراء، رؤساء، علماء، شعراء کثرت سے اورنگ آباد میں آباد ہوگئے اور پھر گولکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جوق جوق آ کر یہاں منتقل ہوگئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بھی بن گیا۔

اورنگ آباد کے دار الحکومت، تمدن و تہذیب کا گہوارہ، علم و فن کا مرکز، علما و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو (جو گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و [illegible] کی

سی کی حالت ہوگئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔

اس زمانہ کے اردو شعراء کی طویل فہرست ہے جنہوں نے ملک سخن سے داد لی اور اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔

ولی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ آصفجاہ نے سلطنت آصفیہ کی بنا ڈال دی تھی۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جو چمنستان یورپ کے علمی گلشنوں میں محفوظ ہیں۔ مخفی نہ رہے یہ کل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں بلکہ پورے دکن سے متعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بہرام	؟	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	سنہ ۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ سید	اشرف	سنہ ۱۱۲۵ھ
(۶)	روضۃ الشہداء	ولی ویلوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجہی	سنہ ۱۱۳۱ھ
(۸)	غزلہائے عشرتی	عشرتی	سنہ ؟
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	سنہ
(۱۰)	دعائے فاطمہ	ولی ویلوری	؟
(۱۱)	مرثیہ	اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	مقیم احمد	؟

قصۂ ملکہ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۳/۲ ورق (۱۲) سطر (۱۷) سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق مصنف کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ملکہ مصر کی کہانی مصنف عاجزؔ : تاریخ تصنیف پنجشنبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۱ھ درج ہے۔ گارسی ڈی تاسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس قصہ سے بالکل جداگانہ ہے جس کا ذکر ولسن نے اپنے کیٹلاگ کے صفحہ (۳۳۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی تاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر لعل و گوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجزؔ سے ملا دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجزؔ تخلص کے دو شاعر ہو گئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجزؔ جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آ گئے تھے۔ عارف الدین عاجزؔ عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنہوں نے مثنوی لال و گوہر لکھی ہے۔

عارف الدین کے معاصر تذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال و گوہر کو ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر تذکرہ نویس سے ایسی

غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ "ملکہ مصر" کی مثنوی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے سنہ ۱۱۱۱ھ میں مرتب ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

مرتب ہوا یاں تلے قصہ تمام	کہوں اب سوں کس سوں پایا انتظام
اریکارا تھے تاریخ ماہ صفر	سو پنجشنبہ کا روز خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہور یک سو پو بولیا ہوں یو یادگار
اے محمد دا ب پیر کا ناوں سلے	ختم کر وزاری سو پچھوڑ دے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردو سے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی مثنوی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑھا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم نہ ہوگا۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیر و مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت سنو۔

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کے حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کرکے حکم دیا جو شخص اس کے سو سوالوں کا جواب

جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سونپ دوں گی۔ صدہا آدمی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا کسی نے بھی سوالات کے جواب نہیں دئیے۔ آخر کار ایک عقلمند شخص عبدالعلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیئے یہ سوالات عقائد اسلام تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

حمد میں کہتا ہے:-

کہوں میں ثنا صفت اس کا اول | بنایا ہے جن یو جگت سب بدل
رکھیا جن معلق یو سات آسمان | چلاتا ہے جو نیت زمین و زبان

نعت:-

دو جا نعت حضرت نبی مصطفےٰ | ازل تا ابد اس کوں ہے بادشاہ
نبی ہے جو یک لاک چوبیس ہزار | اونکوں اسے شاہ کا ہے ادہار

اپنے پیر کی مدح کرتا ہے:-

کہوں اب میرے پیر کا نا تمین | دنیاں دین میں تھی جس پادشہیں
اوحضرت میاں سید خوندمیر شاہ | کہ جس فیض تے خلق نت پاوے راہ
نہ اوس سار کوئی حکمت میں دسی | اگر دو اچھوں ہی دلیں بسی

ابتدائے قصہ:-

سنو اے عزیزاں کہتا ہوں سو بات | نہ سمجھو کے بعضی حکایت کی دہات
کہوں اب قصہ سب کوں اظہار کر | کہتی ہیں کہ تہا شاہ یک بخت ور
دہرے نام سلطان فیروز شاہ | اتہا مصر کا شہر سو تخت گاہ

تھی بیٹھی تھا اسکوں فرزند سو | اچھے شاہ ایسے ساتہ دلبند ہو
ملیکا اچھی ناؤں اس ناہر کا | اتہا جگمیں مشہور اس اوتار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بناؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کرا دی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتے تہا یک عالم ہندوستان میں | کتیک دن سچہیں یو خبر سن ادنی
ادک اسکوں اسبات میں فام تہا | سو عبد العلیم اس کیرا نام تہا
بچاریا او دل پیچ جا ؤ دہان | کروں شاہزادی کی خاطر نشان
کی یون دلمین اسبات کا عزم ہر | جو پسند اوس وقت پکریا سفر
نہ کم یک گھری کیں اوک اد داس | چہل ڈنکوں پونچا جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتدا اس طرح ہے۔

کہو سب تہی اول یو رب الرحیم | جو پیدا کیا کیا سو کہ اے علیم
کہیا کاف ہور نون سب تے اول | بنایا ہوا ای پوری سپے بدل
کہی تب کے اوس کاف ہور نون سوں | ہوئی کیا او حاصل سو تجہ بول توں
کہیا کاف نون سوں یو پیدان سب | ہوا ہو تہارا جو تہا یو سب

سکھے کون آیت قران میں اول | ہے نطفہ نازل سو کہو ل عارف بول
کہیا تب او عالم سسن ای سند ہر | سینا تا نازل اول سو اقرار کر
کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام | کھتی میں علوقہ جو کہائے طعام
کہیا سب عمر میں او صاحب میرا | جو کہائے اتنی طعام دو من کیرا

یو سب بات سنکر او تار ہی نچہل | کہو کون جنت میں جاوین اکل
ملایک بوہیں مرد یا عورتاں | کہو مجبون دو حرف کیرا بیان
کہیا جانیکی سو اول بہشت میں | کرو وہ ایک محمد کر امت میں
فرشتی نہیں مرد عورت کمے سار | ولیکن نہیں او بہو قدرت سون بہار

اس سوسوالوں کے بعد شادی ہوجاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضا لی کیا میز بانی بڑے | بندے عقد دیک سعد امریت گہری

مثنوی کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بزان ایک دن ذوق کے حال میں | دیکھیا اس قصہ کون سو خوش حال میں
اتھا یو قصہ فارسی نظم سب | کہنا ترجمہ کر دہریا دل میں تب
بچھیں مانگ توفیق اپن پیر پاس | کیا فارسی کون دکھن سال یو اس
ولی بیک عرض سے سنو ہی میرا | جو کوئی درس دیکھے یو قصہ کیرا
تو سمجھ نا کہے او سکی خامی پوچا | بہر حال عاجز کون دیوے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر افسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں

ہوا۔ انڈیا آفس میں قصہ[۵۵] فیروز شاہ کے متعلق دو کتابیں ہیں ان کا قصہ بالکل علیحدہ ہے اس لئے مقابلہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے [۵۶] سروری۔

---

[۵۵] یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"در شہر بدخشان بادشاہ بود خجستہ اطوار و مبارک کردار کہ درعصر ہمتا ہی خود نداشت وبفراغ دل انتظام امورات پادشاہی میدارد و آخر بخواہش تمام عروسان اہل جمال را درعقد خود آوردہ روزگار رابخوشی وخرمی میگذرانید قضا را ازنے پسر زندی تولد شد نامس فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر دوسالہ رسید از زنے دیگر پسران متواتر پیدا کردیدند یکی را نام نوروز کردند دیگرے را نام بہروز شاہ گفتند چوں ہر سہ بحد بلاغت رسیدند روزی از روزہا بادشاہ بہادر فیروز شاہ برغضب شد"

شروع سے آخر تک اس میں قصہ فیروز شاہ کا ہے اور وہی اس کا ہیرو ہے ملکہ مصر والی کتاب سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خاتمہ ملاحظہ ہو:۔

تمام اختیار کار بادشاہی بدست فیروز شاہ گذاشت ومالک مملکت کردانیدہ خود بعبادت حق سبحانہ تعالی درگوشہ نشست۔ فیروز شاہ چو برتخت بادشاہی نشست و دست عطا بجمہور انام بکشاد و داد سخاوت داد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمامی خلائق بحسن وخلق او شادان شدند۔

قصۂ بہو ساس (۹)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۴/۷) ورق (۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سوالات درج ہیں۔ گیارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔"

کیٹلاگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ صدر رکھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔ سنہ ۱۱ھ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانہ اسے یو اگیارا صدی
گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد درمیان میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑکر اپنے میکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا	دیا ونت دے دان ایمان کا
نہیں جس منے ایمان ہے بے حیا	نچانو دنیا بیچ ادس کا جیا
کہوں میں یو قصہ بہو ساس کا	کیا دو میں جھگڑا سو ساس اُنکا
کراتا جو جا ساس جکیں کوی	سدا ہاۃ اپنی سو چوڑتے پھری

انتھا گھر میں یک منجہ سو بٹیا برا | سواس آج خاطر میں چوندا چرا
ھلانی چلانی ملانی سو میں | بلاسیں اپنی ستم لائی ہیں
کھی دیکھ دلمیں کہ کرتی ھی یو | زرا آج منجکون ندرتے ھی یو

سکل بات سن بھوکری اوٹکر | سینا سیرا اپنا لیتی کوٹ کر
جوراکھول اپلپ لٹان تور کر | کنکن ہاتہ نیکر یان ستم پھوڑ کر
ستم سے ماتی اپس کھال لی | لکی تورنی ھت لٹان بال لی

کھا مات کون حیا دور رکہہ پاؤں یون | نکو آج تجھی لیو تمیں نا کو یون
ھوی ہیں تمیں بہی بودی ھور بہی | سبب کیا جو چھوری کی خیالوں پری

آخری شعر

میری باتہ ہرگز توں آج تجھی سنجا | تیری پوتہ کون توں اپس کھر لیجا

سینا کار کٹری رہ کہ نیتو کھولا | کنکر مار کیتا نکون فتنی بولا
نکو کی اس زنکون تو کھنا سکی | اوک اپنی اوسکون کوہی کیا رکھی
جتنی قید کرتی اونکوں تھکی | سو رنگ بھید کر آج اسکون تھکی
زمانہ اچھی یو ایکار اصد ھی | کہی نیک نیکی رہی سے بدی

مثنوی عشق صادق (؟) ضعیفی

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

بلوم ہارٹ (۱۳۵ ع) ورق (۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :۔

"ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف ضعیفی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کسی کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر شہادتوں سے پایا جاتا ہے اس کی تصنیف ۱۱۰۰ھ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضعیفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان کے زوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضعیفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی توثیق ہوتی ہے کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (؟) اور (۲) ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کیجا سکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروجہ کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لئے جایا کرتی۔ شوہر نے صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی۔ جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کرے اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جارہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا متفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جا رہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہوگا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتایا وہ اس کو دیکھکر بے ہوش ہو گیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کُل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر محمول کیا اور کہا تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہو گیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادائے نماز تنور میں چلی گئی اور دھوئیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہو گئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرنے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آیا وہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ ایسی

عرصہ میں جبرئیلؑ آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باہر نکالا گیا وہ جان بحق ہو چکی تھی آنحضرت نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے مثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم مذہبوں کے دل میں آنحضرت کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتا سن کہوں نقل اس نار کا	جو ثابت قوم نار او تار کا
سنیا ہوں نبی زمانے میں ایک	اتھا جو مسلمان کوئی مرد نیک
نوا ا نبی کی سو اسلام میں	اتھا نیک نیکی کیری کام میں
سو تختاں سوں ہوی دیک یاری ہسی	ملی ایک عجب نیک ناری اسی
نچھل پاک پیکر پری سار کی	پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

نبی کی محبت کا سو کند تجی	دیکھا کار برقی متی موں منجی
تجی سوں نبی کی سو دیدار کا	دیکھا دید تیرا منج یکبار کا
اگر توں نبی کا بو دھرتی ہی چار	تو دکھلا نبی ہی مونکوں برقی تی کار
دکھائی تو سمجھو نکا تج کون مکری	محبت سچا توں نبی پر دھری

سو بولی کہ ای خاص خیر البشر	سلام حق نی بو لیا تماری اوپر
بہی یوں بول بھیجا ہی تمنا نکوں آج	کہ ای شاہ نبیاں ای امت کی تاج
تماری جو امت متی کوئی اگر	کہ جس میں محبت کا ھو دی اثر
مرد ھو رہا کوئی عورت اچھی	کہ جس میں تمارا محبت اچھی

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت ۸ ربیع صفر ۱۲۷۴ھ۔

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹیلاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جاسکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کردی ہے۔

اتھے سوا گیارا ہی اسس یو نو   ھوا ختم یو نسخہ نغز بود (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خاں محمد نے ان کو بحرالمعرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک ناہیں آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی بادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔

ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثیے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس مثنوی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتدا:—

محی الدین کا نام بس ھی مجے　　محی الدین کا یاد جس ھی مجھے
جہان میں ہر یک کا ہر یک پشتبان　　میرا پشتبان او چہ ھی در جہان
وھی پیرا میرا وھی دستگیر　　پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر
میری جان و دل کا سدا یار او　　غم و ھم میں مجکو مددگار او
میری جان و دل میں بسی او چہ جم　　نہ غم سون مجھے غم ہے نا ھم سون نہ ھم

بقا ابن بطہ کھی ایک روز　　تھی منبر پو اوسرور نیک روز
تجلی کیا انکی دلپر خدا　　ھوی اوس تجلی میں خود سوں جدا
کریں اونکوں بیخود تجلی رب　　لگی بھوین پو کرنی نہ لاتاب تب
رسول خدا ھت پکڑان سکے تین　　رکھی ثابت اوس وقت منبر پو وین
تجلی مناسب نبیان کی تھی او　　نرھی اوس سبب نشہ میں طاقتکی بو
میسر نہیں کسو لیکون یو حال　　اگر چہ مراتب میں پاوی کمال
یزدان حق جلالی تجلی کیا　　چربی تمن مشاہ لاغر ہوا
گھٹیا جسم شہ کا ھوی ناتوان　　جمال تجلی کیا بعد ازان
پریا شیخ کا جسم اوستی تیا　　کہ ھوی ھول دیکھین سون اوسکی سدا
مجی اوس بچھی کچہ نہ آیا نظر　　وسیا نین مجہ کچہ تماشا دیکر

بحمد اللہ این نامہ بی مثال　　دو دن بیچ پایا ھی وصف کمال
عبارات اسکی سکل دلکشا　　اشارات اسکی مسرت فزا
ھی مطلوب و مرغوب جانکا سی　　نہ کوئی اسا بو لیا نہ بولی کبھی

کری دنکوں اسکا جھلک آرسی | نہ پوچھی یہ دکھنی کتین فارسی
اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں فرد | ھوا مثنوی سوں میری زرد
اگرچہ او صنعت سخن میں کرے | نتی کان ھی اسمیں فصاحت بری
اگر نصرتی ھوی اس وقت پر | رھی اس سخن سامنی سر نگوں
میں علم و ہنر میں ھوں سحبان ھند | فصاحت بلاغت میں احسان ھند
نہیں شعر میرا بدایع سوں دور | بیان ھی میرا سب معانی سوں دیور
شہ اولیا کا جو ھی مدح گو | مشکل شاعران کا اچھی شاہ او
اتھی سو گیارہ بہی اس پو نو | ھوا ختم یو نسخہ نغز بو
شب جمعہ شعبان کی دوسری | سو تائید حق تس مرتب کری
اکراسکی بنیاں گنی تون تمام | ھوی چار سو آٹھ ای نیک نام
یہ ھی غوث کی فضل سوں جب تمام | کیا غوث نامہ یو نامہ کا نام

اس کے بعد (۲۶) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں :-

مجی نام کر شاہ کا حرز جان | تصدق سوں اسکی دی اپنی امان
یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر | جتی مشکلاں اسکی آسان کر
ھی ذوقی غلام اوسکی درگاہ کا | بھکاری ھی دایم اوسی شاہ کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چلا ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنفہ ہے اور زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔

جنگ نامۂ حیدر

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (اڈیشنل ۱۰۵۹) ورق (۲۶) سطر (۱۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۴ ۱/۲ خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:—

"آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال دکھنی نظم میں مصنف سید اشرف۔ مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد اشعار (۸۰۶) اور سنہ تصنیف ۱۱۲۵ھ / ۱۷۱۳ع کا بھی اظہار کیا ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا ہمعصر بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی صراحت بھی موجود ہے:—

کیا ہون ٹرے شرف کی بھر جان
اگھیارا سو پچیس سن ہجری جان
کیا جنگ یو مختصر بات میں
کیا اٹھ سو پر چھ ابیات میں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام سید اشرف تھا مذہب کے لحاظ سے شعیہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تھی دہلی بھی گئے تھے۔ مثنوی غزل کے ساتھ مرثیہ بھی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجموعہ میں ان کے مرثئے موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق، حمید، میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بھی کچھ حال نہیں لکھا البتہ بعض صرف ولی کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پھر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حضرت علی رض کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تھا اس کی دختر سحل نہایت حسین و جمیل تھی ساتھ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق۔ حضرت علی آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرنے اور تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی۔ حضرت علی نے فتح پائی فضل اسلام سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ واپس ہوا مدینہ کے گھر گھر میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوندا اکبر ہے صاحب کرم | کہ جس کا تخت ہے ثابت مقیم
نہ مادر پدر اسکوں تا نا رہے | دو جگا او پیدا کرنہار ہے

عجب کہیل اوسکا ہی قدرت اول | کری بوند بانیسوں صورت شکل

بذان احد سون ایک احمد کیا | محمد ازل تا ابد کردیا
عجب نام حیدر علی مرتضیٰ | کہ جس سر دہی تہی نبی مصطفی

توں اشرف انا عاجزی بانکر | لکر بیت حقکن مناجات کر

بہوت جنگ حیدر کئے ہیں حرب | ولی ایک شہر کا سنیا جنگ عجب
ہوس دلمین ایا کرون ترجمان | کرون فارسی کا یہ دکہنی بیان
بزان جا کو دیکہا اودہی یون بیجل | بہوت جنگ میں آتہا یو اول
بزان فارسی کون دکہن سالمین | بہرایا ہوں اسکو ہریک حال میں

اپنا چل توں اشرف تجی کام ہے | انکی جنگ سحل کا سر انجام ہے

اپنا جنگ سحل کا تنابے کہوں | علی شیر کے فتح پایی لکہون

مدینے تے مغرب طرف ایک شہر | کیتے دور تہی بہوت اسکا سفر
برس ایک سو چہہ مہنی کی راہ | اتہا روم کی ملک میں بادشاہ
بڑا شہر کہتے کوہستان میں | نہ ایسا کہیں ملک اسمان میں
عجب نام اسکا حصار اسکتے | اوکا فر ملک دہر نکار اسکینے
کہی نام اسکا بادشہ کا قضل | اتہی ایک دختر اسے خوش شکل

اتہا انام اوسکا سحل دختری | اوشیری خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت تہی رو خوش نگار | جو قربان تہی اسپو پریاں ہزار

کھاتم کمندہ یہیں چالیس ہزار | کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کمندان سو اسپو چالیس ہزار | پکر لاو منج پاس چلتا سوار
کمندہی چلی فوج پہ فوج آر | جوں سمدور کی موج پہ موج آر
لی ہر طرف اکو دس دس ہزار | تہی تنہا اپی شاہ حیدر کرار

رہے دیکھ جبار کمندا نہیں پہ | لکی کھینچنی کافران زور کر
کتنک زور کرنی لکی شاہ ادھر | سو کرنی لکی کافران زور ادھر

موی کافران کی ہزاران بہوت | جھنم ہوا شاد شادان بہوت
کمندان کیا توت سب ایکبار | لکت پھر کمندان ستی دسری بار

دیکھی شاہ نے پوچھی نیر اکیا ہی تام | فضل نے کہا میں ہوں کافر غلام
سنیا ہوں تمارا جو آکر خدا | براے خدا بخش میرا خطا
غلامیں ہیں عاجز کو ثابت کرو | نزان دلکوں میری ہدایت کرو
مشرف کرو منج نبی دینسوں | ستوں توڑ دل کفر پلیدنیسون

اسی بادشاہی ہی بخشی تمام | فضل نے کیا عرض ہے یا امام
سحل نام ہے یک مجی دختری | عجب پاک صورت ہی جوں شہپری

مبری دلمین آیا ہے یو خوب تر
تصدق کرون مرتضی کے اوپر

حکم تہا خدا کا قبولے نبی
سو سحل کون نکاح بیچ لاے علی

فضل سون تعظیم تکریم کر
کتک دن ضیافت خرچ دھوم کر

تزنک ایک خلعت ہر یک سوار کون
سو اسوار پیادی جلودار کون

جو داخل ہوی شاہ او شیر نر
سو خاتون جنت نی تعظیم کر

اپر کر لئی ہاتسون ذوالفقار
بہوت خوش ہوی شاہ حیدر کرار

بدولت حرم میں ہو شادی تمام
مدینی میں گہر گہر دکر خاص عام

خاتمہ:

سو او قدم ہے سب حکمت کا طبیب
سو اس حکمیں اشرف ہے عاجز غریب

الہی کیا ہون میں یو مہلات
ولیکن ہے امید علیکی صفات

جکوئی صفت انکی سبکی تمام
یقین جان اشرف ہے اسکا غلام

کیا شعر غریب کری طور میں
سو فرخ سیر کی کیا دور میں

کیا ہون بری شرف کی بھر جان
اکہار اسو پچیس ہجری جان

کیا جنک یو مختصر بات میں
کیا اتسو پر چہرا بیات میں

کیا جنک یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

اگرچہ یہ مثنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اس کا اور کوئی نسخہ بھی نہیں ملا اسلئے اختلافات بھی ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔

روضۃ الشہدا

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۲) ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۵ شعبان ۱۲۱۶ھ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب درپال گھاٹ۔

بلوم ہارٹ نمبر (۲۲/۳) برحاشیہ ورق (۱۴۱) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۵۸ھ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۴) ورق (۱۹۲) سطر (۱۵) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق کتابت ۱۲ جمادی الاول ۱۱۸۸ھ۔

بلوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کر کے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہداء سے بالکل غیر متعلق ہے۔

"حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسنؓ اور حسینؓ کے واقعات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایتھے اور ریو کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے ہی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ دکھن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں......

روضۃ الشہدا دس مجالس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا رضؓ کی وفات تیسری میں شہادت حضرت علی چوتھی مجلس میں شہادت امام حسنؑ پانچویں میں ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس میں فرزندان مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسینؑ کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حر آٹھویں مجلس میں شہادت احباب اور اقربا حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں مجلس میں شہادت کے مابعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی تصنیف ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷ء) میں ہوئی ہے۔ یہ بمبئی میں دو مرتبہ ۱۸۷۵ء و ۱۸۷۹ء میں طبع ہو چکی ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسین کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"روضۃ الشہدا یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام حسین کی شہادت کے مرثیوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے ایک اور مصنف "سیوا" نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں ص ۲۱"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردوے قدیم نے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ سے ماخوذ ہے۔

کہا ہوں جب ختم یو ورد کا حال — اگیارہ سو پو تہا انیسواں سال

مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے سنہ ۱۱۳۱ھ ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو ورد کا حال
اگیارہ سو اوپر تہا تیسواں سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگرچہ وزن کے لحاظ سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زائد نسخوں میں اسی سنہ کا لکھا جانا خالی از تعجب نہیں۔ مولفہ "اردو شہ پارے" نے سنہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دی ہے۔

ولی تخلص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ تھا جو بقول آزاد اردو شاعری کے باوا آدم سے ملقب کیا گیا ہے۔ دوسرے ولی ویلوری (علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

ولی ویلوری کو مولف اردوئے قدیم نے سید محمد فیاض کے نام سے ملقب کیا ہے۔ مگر میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر ولی فیاض تھا۔ اس کی تائید نہ صرف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ اکثر شعرا اپنا تخلص اپنے نام کے جز ہی کو قرار دیتے تھے اس لئے بھی بجائے محمد فیاض کے ولی فیاض صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکھا ہے جس سے میر ولی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازمت رکھتا تھا۔ اس کی پیدائش ویلور علاقہ مدراس میں ہوئی اول حراست خاں صوبہ دار ساتگڈھ[1] کی ملازمت اختیار کی اس کے

---

[1] سات گڈھ بھی صوبہ مدراس میں واقع ہے۔ آج کل ایک ڈسٹک ہے۔

بعدہ وہ قلعہ داران سدہوٹ[۵] کا ملازم ہو کر کڑپہ آیا جہاں اس وقت نواب عبدالمجید خاں قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی ارکاٹ کے محلہ اسد پور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور خاصے ضخیم ہیں (الف) روضۃ الشہدا (ب) رتن و پدم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعار فاطمہ (؟) قرار دی جا سکتی ہے۔

مثنوی رتن پدم کے چار ہزار شعر تھے جو کڑپہ میں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتوڑ کے راجہ رتن سین اور سرندیپ کی رانی پدماوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جا سکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہدا ولی کی غالباً پہلی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سدہوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہوگی۔ ورنہ مثنوی رتن و پدم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعار فاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تمہید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نئے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

---

[۵] قلعہ داران سدہوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے زمانے کے مخطوطے جو یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے درج ہوگا۔

ابتدا —

کروں نابیکوں بسم اللہ سوں آغاز — اچھوں تا ہیں فصاحت تیں سرفراز

سراوں کیا او جے جن پاک سخن ہیں — پیدا یا جیو ہم کے رشتہ سوں بدن ہیں

تخلص جنگ سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس دوم وفات فاطمہ :—

کروں میں مجلس دوئم پر غم — وفات فاطمہ کر کر رقم

تولد ہونا لازم اول — مناقب تس لکا کرنا مسلسل

خدیجہ سوں جو اولاد پیمبر — انھے سب دو پسر ہور چار دختر

نبی تھے فاطمہ سب دختراں میں — وا چھپا چاند جیوں سب اختراں میں

شکم میں مانگی تھی جوں انکوں آرام — رکھے حضرت نے انکوں فاطمہ نام

نبوت سوں پچھے کے پانچویں سال — ولادت کا ہوا نیز دیکھ تو حال

خدیجہ نے بشارت یوں سنائے — قبیلے کے زناں کوں سب بولائے

قبیلا تھا او نو کا سب تو سنکر — خدیجہ کوں سمجھتے تھے محقر ہار

مدد کرنے کوں انا سو نہ ایائے — سعادت دین دنیا کی گنوائے

اتا بیان سوں کہوں حر کا حکایت — سو اوس شیر بہادر کا حکایت

جو حر نے شاہ کا او حال سب دیکھ — کہ ہا جو شاہ پر جنجال سب دیکھ

سپہدار ہی من اشقیا سوں ہو سرفراز — دیکھو کیوں راہ عقبیٰ کا کیا ساز

اتال میں آگیا شرم کا دل یاد — بلا کوں دیکھ کر قالو بلیٰ یاد

ترنگ کوں تہل کر تو جا عمر پاس — کہا ای لعنتی مردود خناس

کھر دنیا کا دل میں دہر کو سو رات | ر کیا توں حسین ابن علی سات

پرندے سب جنگل کے ہو دو کھاری | کھڑے روتے تھے چرنا چھوڑ ساری
پھاڑاں شور سوں پھوڑے تھے سینہ | کھڑے تھے سوں کر یک یک پسینہ
دریا میں کے مگراں سب چھوڑ اپنے | لگے خشکی پو آ تھلیاں تپنے
کیسے پتشا کی تھا پیاس کا غم | کیسے پر شہ کے تھا غم نیکا ماتم
دنیا میں بھر رہیا تھا شور سارا | ہوا تھا درد و غم حضرت کے پو نیارا
کھپائی کیوں امام باوفا کوں | بوجھائی کیوں چراغ مصطفے کوں
گیا کیوں آج او سلطان عالم | ملک حضرت سوں تل تھا جان عالم
پڑیا کیوں آج آوندھا تخت شاہی | ہوا کیوں آج عالم پر تباہی
جہان میں سب قیامت کا بجا سور | لگے موجاں سوں کھلبلینکوں سمندر
غبار سرخ ہو کر آسمان کا را | جگت پر چھا گیا تھا سب اندھارا
زمیں سب لال تھے ہور آسمان لال | منگیا ہونکیوں سب قدرت پو جنجال
فرشتے ہاتیں سے گزر آہن | کھڑے تھے ہو رہے ہیں کوں کہتا ہیں

حالات جنگ :-

یزان طارق کا بیٹا یک عمر تھا | جد یکے فن میں غرسا بے خبر تھا
او نے اکبر کا آ تیں وار کھایا | جہنم میں پڑے کوں جا سلایا
دو جا کھا طلحہ کر طارق کا فرزند | اٹھا ملعون ہاتے سات تو مند
جل اپنے باپ ہور بھائی کے غم سوں | تڑپ شہزادی پردہ پایا منہ کوں
سو اکبر کا گریبان ہات سوں دھر | منگیا تھا کھینچ سے نیچے زمین پر

تلک اکبر نے جلالی کرھفر سات
پکڑ فوت ستے ایسا مروڑ ہی
پچھیں اون زین سون نے کھیچ کاڑ ہی
دیکھت اکبر کے مردی ھور اور زور

ستے ملعونکے گردن اوپر ہات
جو گردن کی رگاں ھور ہاڑ توڑ ہی
او چاکر زور سون بھوئیں پہ پچھاڑ ہی
لعیناں نکے پڑیا سب دلمینے شور

منگیا مصرع نے تو شمشیر کاری
کفر کا او سکے سر میں جا لگیا سو

تلک اکبر نے بہی شمشیر جہاری
کٹیا کافر کمر لگ ہو گیا دو

اوپٹ یو دو ہزاران سار یکبار
ایدھر کون بھجے گئے اکبر نے حملا

گئے اکبر پو حملہ اکر کے ھنکار
سو تیاں پر جیوں کے شیر نر نے حملا

جب اکبر یو بشارت باپ سون پائی
تلک بی رحم موذیاں نکا سب دل
سکان او سکے شیر کون درمیان لیا گھیر
دندی جو دھرون چپ چہان او تو پہ

سو پھر خوشوقت ہو میدان پہ دھائی
گئی تنہا علی اکبر ادہر چل
لگی بھیانے سنان ھور گرز و شمشیر
ہوی شہ کی نظر سون غیب اکبر

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو پھیر
دندی سب جوڑ کر بہا سے سون بھالا
چھڑیا شیکوں خدا و جل کا کیف
کھیں پھر پیر بچاتے وقت تروار
سکہ شاہ اس صدا سون قوم جاہل

کتی شیر خدا کی شیر کون گھیر
گئی چوگرد جیون سورج کون ہالا
جلالت سون بچاتے تب چلے سیف
انا ابن رسول اللہ ہر بار
کریں معلوم اپنا کورے دل

او نعرا کھیلا عرش بریں کوں | ھلاتا تھا سب ارکان زمیں کوں

سو حملہ کر تنگ چودھر سوں کفار | لگے کرنے بدن پر شاہ کے وار
لگی تب شہ کوں زخماں تن پو ساری | او چلنے کوں لگی لہو کے فواری
دیکھی نیں ہاتس سے ہلنے کوں قوت | نکچہ تیز نہیں ہی چلنے کوں قوت

اچھے اوس مرد پر نت رحمت اللہ
اچھے قاتل پو اوسکے لعنت اللہ

یہ آخر الذکر نثر ان اشعار کے بعد آ تا گیا ہے جس میں آل حسین اور اصحاب حسین کی شہادت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہدا کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد حمد و نعت اور ہر مجلس میں تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزی اختلاف سہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دکھنی روضۃ الشہدا فارسی کے اسی نام[۵] کی کتاب کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

---

[۵] برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں سنہ ۱۲۸۰ھ میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۶۸۹) ریو

فارسی روضة الشہدا
جنگ ہاشم بن عتبہ وقاص

درین محل ناگاہ از دست راست
امام حسین از میان بیابان سوارے بیرون
آمد بر جنگی تازی نژاد نشستہ و بر گستوان
باجلال ازین و سیمینی بر رو کشیدہ ترکی
در عہادی معرکہ چون قطرات غمام فرود
دیدی و بر مصاعد معرکہ چون دخان
بانہنگ زبال بدامن آسمان رسیدی نظم
برق روانکہ برفتار خویش
شام بودے بر جلش کہ صبح بودی در ختن
مرکبی بدین زیبائی بجولان در آوردہ در
آکیش خفتان بغل جوان چہرہ مریخ درخشان
پوشیدہ و خودی اعادی چون افسر
کیوان بر سر نہادہ نیزہ چون مار ارقم
در دست گرفتہ و کمان بلند در بازوے
ارجمند افگندہ جعبہ پر از خدنگ بر میان
بستہ و شمشیر یمانی بزہر آب دادہ حائل
کردہ و سپر یکے واز پشت در آویختہ چون
شیر ژیان بجوشش و چون ہژبر بیابان

دکھنی روضۃ الشہدا
ایضاً

سو ہاشم ابن عتبہ ابن اوقاص
کر اپنی کو حسین تاز کیون رقاص
یکایک جلد ہو کر جیون کے بالا
بیابان میں سو دہا یا کو پالا
سادیر خود عادی تن میں بکتر
سپر چو پست پر بدر منور
حمایل کر کو شمشیر یمانی
کتف اپرال پی قوسس او کیانی
بھریا تہا تیروں سوں ترکش بہالی
بہی نیزا ہات میں جیوں اردہالی
سپر سے بازو سوں شہ کے آکو نکلیا
دندیاں کی آکو او سینے کون چکلیا
سنی سو اس کا آوازی جلاجل
دلیران کی لرزنے کون لگے دل

- - - - - - - - - -

فارسی روضۃ الشہدا

بقرش در آمد و سر و پائے میدان بگردید۔

. . . .

پس روے بہ لشکر امام حسین نہادہ گفت
السلام علیک یا ابن رسول اللہ اگرچہ پسر
عمم عمر سعد با دشمنان ماست من از جان
و دل دوستان شما ہوادار دوستی شما
را بالغایت وفادار است۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔سمعان حملہ کرد و نیزہ بر نیزہ یکدگر
افگندند۔ آخر سمعان نیزہ راست کردہ
بود ہاشم پشت شمشیر بر نیزہ او زد نیزہ
از دستش بنہاد۔ و خواست کہ شمشیر
برکشید ہاشم امانش نداد شمشیر برق آثار
برق او زد تا بجائے زین بدو نیم شد۔ آواز
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام برآمد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

کہا پھر ہون شہنشہ کے طرف کر
سلام آتا ہے چاکر کا تم اوپر
عمر بن سعد میرا ہو پسر عم
اگرچہ دشمنان کا ہے مقدم
ولی میں دل سوں تیرا ہون ہوادار
تیرے وندیاں لہ نیکوں وفادار

. . . .

ستیا یوت سمعان مقاتل
ہوا وین جا کو ہاشم سوں مقابل
سوا و سردار تھا فوج حلب کا
اتھا مغرور دنیا کی طلب کا
چلیا ہاشم نے نیزا ایدہر سوں
کھرا نیزا اسمل سمعان ادہر سوں
یکس پر چلائے تول نیزے
ہوی دونوں میں کولا کول نیزے
کئی پس منا لی تور دونو
کھرے نیزے سوں نیزہ جور دونو

فارسی روضة الشهدا

دکھنی روضة الشهدا

دو تو تھے تیرہ بازی ہیں ہنرمند
دونو بھی ہات کرتے سوں رہی بند
کسی پر کوئی کچھ سر پر نہ ہوے
کسی کا ہات کسپر دو ر نہ ہوے
تلک شمشیر نے علم کر
سٹیا سمعان کی نیزے کوں قلم کر
اونی بھی ہات والیا تیغ پر دان
ولی ہاشم نے کچھ فرصت دیا نہیں
کیا بھی وار اسپر ہانک کر کر
سٹیا دین زین لک دو تھان کہ کر کر
جب اس خواری سون او سمعان موا ہے
ترا افسوس موزبان کون ہوا ہے

اما چون سمعان بدان خواری کشته شد
برادرش نعمان بن مقاتل با هزار مرد که ملازم
سمعان بودند یکبار بر هاشم حمله کردند
هاشم ذره نه اندیشید و پیش حمله ایشان
باز شد و دست و بازو بکار در آورده دست
بروے مے نمود اگر رستم دستان بودے

اوٹھیا سمعان کا نعمان برادر
ہزار سوار لے اپنے برابر
ہزار سوار ل نعمان سون یکبار
پڑے ہاشم پو کرنے شور ہنکار
ولی ہاشم منی ایسا اس تہا
جو سارا دل نظر میں آکی خس تھا

فارسی روضة الشهدا

بچشم انصاف مشاهده کرد وسمند اورا
توتیاے دیده ساختی اگر سام زبان
بودے وان جنگ را بدیدی رشتهٔ
خدمت اورا بجاے طوق مرصع در گردن
انداختے۔ ترک خنجر وار که بود ون هر دم از
چرخ برین روے میدید وگفت آفرین
برآفرین۔

دکھنی روضة الشہدا

سو ہاشم ول ہیں اس کہا کہا کو کر کے
لگیا شمشیر کے دینے کون پھر کے
اوک شمشیر کے پھرکیان سون اوچھر
دہران پر دہر کرتا تہا دہرا دھر
کہے حضرت نے ہاشم سے یکیلا
ہزار سوار کا ہی اسپہ ریلا

راوی گوید که ازین چند تن سوار و
پیاده که بر حضرت شاهزاده حرب میکردند
نزدیک او رسیدکے قدم پیش نهاده برگرد
امام حسین نمی توانستند آمد واز هیبت امام
حسین چشم نمی توانستند کشاد آخر عزم تیر
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرود آمد
تا زخمے بر اسپ نرسد که یادگار جد و پدر او
بود۔ لشکریان که اورا پیاده دیدند دلیر شدید
آهنگ وے کردند روے تیری پیشانی
آنحضرت زده۔ امام حسین آن تیر را بیرون
کشید۔ از موضع جراحت خون مانند جوے
آب روان شده۔ آن سرور دست مبارک

ولیکن شاہ کا او دبدبہ دیک
صلابت ہور عالی مرتبہ دیک
قدم شوخی سون آگے نا رکہے کوئی
نہ انکہیان کہول کر منہ پر دیکہے کوئی
سو ہونا چار تب سب نابکاران
لگے کرنے کون شہ پہ تیر باران
ترنگ اوپر سون اوترے شاہ شبیر
کہ تا تیرے کون تا حق نا لگے تیر
او تہا جد و پدر کے یادگاری
کلر کے کرون جیب او سکے خواری
دیکہے جب کافران نے شاہزادا
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

دکھنی روضۃ الشہدا	فارسی روضۃ الشہدا
ولا در ہو لگے بہانے کوں تیران	بران زخم می نہاد و چون دست پُر خون شدے
لگے مٹ چپ کہرے کھانے کون تیران	بر سر و روے می مالید و می فرمود کہ
پشانی پر لگیا یک تیر کاری	با جد خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔
او کہاڑ ہی سو ہوا لہو وان سے جاری	
بہر او بیا لہو سینے او سس ہات سرور	
ملین او سس لہو کون لی مکہ سات سرور	
رکت یں چہرہ پر نور پیشانی	
ہوا تہا جیون شفق میں سور پنیانی	
کہتے تھے یو نخ میں اس لال مکہ سات	
کرون گا جد سون اپنے جا ملاقات	

مولف کیٹلاگ نے جس شعر سے "ولی شاد" اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ولی تخلص کے بعد شاد کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

ولی شاد ولایت سون مدومنگ　　　اتا کر مجلس ششم میں امنگ

ولی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تہا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تہا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تہا۔ واقعہ نگاری، جنگ کے حالات حلیہ کا سما وغیرہ حسب خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آصفیہ کے سوا میرے پاس بہی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

منطق الطیر (پنچھی باجہ)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۱۲۴) سائز ۹ ۱/۴ × ۶ ۱/۴ سطر (۱۱) خط نسخ۔

یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنچھی باجہ اور پنچھی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس کے اس نسخہ میں "منطق الطیر" لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ میں یہ اسی نام سے درج ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی کا دکھنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا ذکر ریو اور ایتھے نے کیا ہے۔ اس کا دکھنی نام پنچھی باجا ہی دیا گیا ہے۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے"

یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹلاگ میں شریک ہے اور نہ اسٹوارٹ کی ان اصحاب نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کو دھوکہ ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

جی موافق فہم اپنے کی ضعیف | اس کتاب خاص کا نظم شریف

مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے۔ ذیل کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے :۔

یوں دعا مانگی ہے گرچہ شیخ اپس | بخشش وجدی کوں بھی اے فریاد رس
(صفحہ ۱)

جتنی خلاصی تجکوں بھی دوزخ کی ہوئی آسرا وجدی کوں نہیں تجہ باج کوئی

(ص۱۴۱)

اس طرح بیسوں مقامات پر وجدی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔

اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق بھی اختلاف ہے مولف اردوے قدیم نے ذیل کے شعر کے لحاظ سے ۱۱۴۶ھ قرار دیا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی راے حسب ذیل ہے۔

"پروفیسر ڈاسی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۲۴ھ میں اختتام کو پہنچی ہے

ببلیوتھیک ڈرمارگن لیانڈ مش گیشل شنافٹ میں اس کا جو نسخہ ہے

اس سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر

قلمی نسخے دیکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۴۶ھ میں تصنیف

ہوئی ہے" (ص۹۳)

کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا سنہ تصنیف ۱۱۵۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب تب ہوا میزان میں کیا خاصی کتاب

بلوم ہارٹ نے ۱۱۳۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردوے قدیم نے ۱۱۴۶ھ اخذ کیا ہے

ہم نے بھی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکھا جس سے بلوم ہارٹ کی راے صحیح معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے بھی ۱۱۳۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔

وجدی کا نام وجیہ الدین ہے بقول مولف اردوے قدیم کرنول کے باشندے تھے۔ صوفیانہ مشرب تھا عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکھتے تھے عالمگیر کے آخر دور میں موجود تھے۔

ان کی تین مثنویاں مشہور ہیں تحفۂ عاشقاں جس کی تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے دوسری زیر بحث مثنوی پنچھی باچہ تیسری مثنوی جو باغ جانفزا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ۱۱۴۵ھ میں ہوئی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد منقبت اس کے بعد نفس مضمون شروع ہو جاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای پنچھی پیارے سخن آغاز کر
حمد سوں حقکی بلند آواز کر

شوق سوں ایسا اوچا پانک پھیا
جسی رہی ترلوک کا عالم لو بھیا

گلشن وحدت ہی تیرا آشیان
احدیت کا راز سب تجھپر عیان

ای میری پیاری پنچھی جیو کی سجن
بول میٹھی لب سوں کچھ میٹھی بچن

ای شکر گفتار ادین یا ست کر
بات ہر یک ذات الٰہی تا با ست کر

نعت سوں احمد کی کھول اپنی زبان
جنی ہی او سیمرغ قاف لامکان

تہاولی جیو فارسی ہیں او کلام
کم سمجھ سکتے ہیں اسکوں خلق عام

بلکہ بعض فارسی خواں تے کیں
نعت مشکل کوں سمجھ سکتے نہیں

گرچہ ہیں یو کچھ نہیں معنی شناس
کان منجے اسکو سمجھینگے قیاس

لیکن اسکو دیکھکر دل چپ نہ بول
ٹک سمجھ یوں دل منے آیا کلول

جی موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاص کا نظم شریف

قصد کر دکھنی زبان میں لیکہ آؤن
تا رہے دنیا میں میرا بھی ناؤن

پس مدد منگ شیخ کی ارواح سون
التجا کر عجز ہور الحاح سون

من قلم جاری کیا اور اق پر
جب ہوا پورا یو نظم مختصر

ناؤن اسکا میں پنچھی باچا کیا
یادگاری خلق عالم پر رکھیا

خاتمہ مثنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام
شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب
تب ہوا منزل من یو خاصا کتاب

بدہ توفیق یارب گنج مارا
جزاک اللہ فی دلدارین جزا

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا حمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کر دیا ہے۔ قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

وجدی	عطار
ایک دن سب جگ کی پنچھی جانور	مجمعی کردند مرغان جہان
ملک بھی جمع ہو یک ٹھار پر	انچہ دیدند آشکار او نہان
شوق سون دل کی لگی مشغول نی	جملہ گفتند این زمان در روزگار
یک یکیں راز دل کا بول نے	نیست خالی ہیچ شہر از شہریار

عطار

چون بود کاقلیم را شاہ نیست
پیش ازین بی شاہ بودن راہ نیست

ہدہد آشفتہ دل در انتظار
درمیان جمع آمد بیقرار
حلہ بود از طریقت در برش
افسری بود از حقیقت بر سرش
تیز فہمی بود او در رہ شدہ
از بد و نیک جہاں آگہ شدہ
گفت ای مرغاں منم بی ہیچ ریب
ہم برید حضرت و ہم پیک غیب
منم ز حضرت من خبردار آمدم
منم ز فطرت صاحب اسرار آمدم

وجدی

تا کہاں باتاں میں نکلی بات یوں
جی سکہاں میں بادشاہ کوہی نہیں ہیں کہونا
ہی ہر یک فرقی میں ہر یک بادشاہ
نہیں ہہنی کون بادشاہ سون کیا گناہ

اسو ضیا نچہی لکی کرنی سچار
بول اوٹھہ ووسمین ہدہد نامدار
ای عزیزان بات یو کرتی تہی کیا
دلمیں چپ وسواس یون دھرتی کیا
کی پرہی اسو ضیا غفلت منی
کفر ہی یو ملک سہور دولت منی
کفر سون توبہ کرو توبہ کرو
بادشاہ کی ذات میں شک نادہرو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک نسخہ موجود ہی نمبر (۱۲۸۲) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے۔ نمبر ۱۶ سرودی

دعائے فاطمہ(؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۳۳ ورق (۲۴) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے۔ مثنوی کا کوئی نام درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی ویلوری کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ کے خلفائے علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس مدینہ کو لوٹے"

جن وجوہ سے اس مثنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جا سکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے مثلاً

ولی کوئی سعادت کے گھر بار ہیں | خرابات میں روز و شب خوار ہیں
(ص ۲۴ ا)

ولی غم امت کا مشکل تمام | نہ بس غم میں رہتا عقل ہوش و فام
(ص ۱۹ ا)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو "ولئے" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے روضۃ الشہدا سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس مثنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔ مثنوی میں حمد و نعت کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔

ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں استراحت فرما رہے تھے۔ جبرئیل نے وحی لائی کہ امت کو بخشا نہ جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت رنج ہوا اور اسی غم میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے اصحاب کو اس سے آگاہ کیا تمام صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ تین دن تک آپ کا کوئی پتہ نہ چلا چوتھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں۔ مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہونے پر صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں "اے خدا میری امت کو بخش دے"۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرہ امام حسن اور امام حسین کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا منشا معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا امت کو بخش دیا گیا آنحضرت کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبرئیل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دونو فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں گے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا مثنوی:-

حکایت عجب یک سنو ور شد | سنین تو گیلانی کے فضلان کے بند
سنو اس کے تئیں کان دے دل سون | کہتے ہیں محمد رسول عرب

کہی عائشہ کے محل ایک رات | ستی تھی ہے خواب آرام سات
سکی تھی نہ بیٹھی تمام | سوئی تھی فراغت توں خیر الانام
سنی اس خفا ہو کہ عیب دل کشاد | ہوئی دو گھڑی رات سون کچھ زیاد
سو لیسی میں جبرئیل پہنچے شتاب | لی آئی خدا سون پیام عتاب
اوٹھائی نبی کون ادب سون تمام | ہزاران نیازان سون کینی سلام
کہی ای رسول خدا تاجدار | ہوئی آج کیون تم نے فراغت شعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیا رات کون | ستا کیون زیادہ ہی رات کون

سب تیری غفلت کے لئکا سیاب | کرون تیری امت کون انس خراب
دھرون تجہ امت پر عذابان کٹھن | جلاؤنگا دوزخ مین رات دن

کہی مشورہ جب صحابہ کرام | گئی فاطمہ کن کہر سب تمام
سنی فاطمہ جب ہوئی بیقرار | چلی ساتہ یاران کی حضرت کی بہار
لئی ساتہ اپس قرۃ العین کون | حسن ہور حسین دو سیدین کون

کہی عرض ای شاہ [illegible] | کہا رب نے تجہ پر سلام و درود

کرم سون حکم یون کیا ای رسول | قبولی ہمین اب دعائی بتول
خلاصی دئی تیری امت کون ہم | رکھیں تیری امت کون جنت میں جم

خاتمہ:-

الہی نوازندہ تون یا غفور | دے جنت منجے تون ہزاران سون حور
جو کوئی اسکون پڑکر منگے منجہ دعا | خدا دیویگا اسکون نادر جزا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

غزلہائے عشرتی

عشرتی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۷) بلوم ہارٹ

مثنوی ابو شحمہ کے آخر پر تین فارسی اور تین اردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشرتی ہے۔

{ عشرتی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبد الجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ ۱۳۵۷ھ کو ان کے انتقال کا سنہ بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی مثنویاں دیپک پتنگ۔ چیت لگن۔ نیم درپن وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیر نے نجابت و لیاقت کے مد نظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی اولاد باعزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا مزار شاہ راجو حسینی کے گنبد (حیدر آباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبد الحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔

پل پل میں جیو جان سوں قربان تم پر یا نبی   باصدق ہور ایمان سوں قربان تم پر یا نبی

تجہ کارہے دنیا ہے تیر ان سب نادان سیچے | آفت ستے دنیا تجھے قربان تم پر یا نبی

سکھیں نام کے میران محی الدین قطب ربانی | کہوں ہر دم توئی میران محی الدین قطب ربانی

کمینہ عشرتی بولے دنیا نمیں اس پری جھولی | جتی مشکل تی کہولے محی الدین قطب ربانی

قیامت کا کٹھن دن ہے نبی منجہ آسرا دنیا | گنہ منجہ سے بہو سنگیں ہے نبی منجہ آسرا دنیا

رکھیا غفا سے آکر مبارک اس قدم اوپر | دونو نینیاں سوں رنجواں بہر نبی منجہ آسرا دنیا

مرثیہ ذوقی

ذوقی کے مرثیے اڈنبرا کے مجموعہ میں موجود ہیں۔ ان کی مثنوی غوث نامہ کا حال گزر چکا ہے ذیل میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثیے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو صاف ہے مگر اثر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آتے کیوں نہیں
تاریک ہے تم بن جہان جلوا دکھاتے کیوں نہیں

وہ جاہل دوزخ وطن آئے ہیں بادل کے نمن
جو برق تیغ صف شکن شہ چمکاتے کیوں نہیں

وہ شمع بزم مصطفیٰ باد اجل سوں گل ہوا
سینے سوز دل سوں تن ہوا سدا یاران گلاتے کیوں نہیں

چھوڑ دو سگل دنیا کے کام دس دن تلک اے خاص و عام
ماتم کے آتش میں مدام تن کو جلاتے کیوں نہیں

سنتے ہو تم اے مومناں شہ کی شہادت کا بیان
سب خاک و خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہے غلام فضل و کرم سے یا امام
اپنی زیارت کو مدام اس کوں بلاتے کیوں نہیں

دیگر

شاہ عالم تخت گردوں پر دسا ماہ محن | فوج غم نے ملک دل ویران کئے ہیں چو کو حسن

تب ہزاران درد و غم سون شہربانو نے کہا | مجہ کون کس کون سونپ کر جاتے ہوا اے سرورِ تن
تم بنان اے جان جانا کیون کرون میں زندگی | تم بنان کس کون کہون میں یہ اپس کا دکھ کہٹی
تم بنان ہر روز مجہ سینے جنلے یک سال ہے | تم بنان ہر رات غم سون مجہ اوپر یک قرت

. . . . . | . . . . .

گرچہ اے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں ولے | شکر اللہ ہیں شفیع روزِ محشر پنجتن

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر :-

محرم کا پہر آیا ہے مہینا | کریگا تیغ غم سون چاک سینا
در سجر امامت ہر شہ دین | پیمبر کے انگوٹہی کا نگینا

. . . . . | . . . . .

نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکہلاؤ | منور روضہ بدر مدینا

دیگر

گرے جس وقت وہ سرور زمیں کربلا اوپر | ہوئی اوس وقت غم کیں قدسیان عرش علا اوپر

. . . . . | . . . . .

تون ہے گر صدق سون ذوقی غلام آل پیغمبر
در وودان بہیج بہرام شاہ دشت کربلا اوپر

دیگر

ملکر سب افواج شام آہ دریغا دریغ | شہر پہ کیا احمد ظلم آہ دریغا دریغ

. . . . . | . . . . .

شہ کے الم میں مدام رکھ توں زاری سوں کام
بول توں ذوقی دوام اہ دریغا دریغ

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے دریغ
تھا بیقرار طفل وہ شبیر ہے دریغ

سلام کا نمونہ :-

شمس الضحیٰ پر سلام بولو | بدرالدجا پر سلام بولو
شبیر خدا پر سلام بولو | آل عبا پر سلام بولو

- - - - - - - -

ذوقی کہتا ہے صبح و مسا میں
اس رہنما پر سلام بولو

مرثیۂ اشرف

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اڈنبرا یونیورسٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ ۱۳ مرثیے ہیں جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیئے غزل نما ہیں۔ بعض مرثئے نہایت لاجواب ہیں۔

بانو کہیں اصغر نہیں اب میں جھولاؤں کس کے تئیں
سوناہوا ہے پالنا اب میں سولاؤں کس کتئیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل بدن
وہ پھول کھا نیر س اب میں بتاؤں کس کتئیں

سوتا تھا وہ جب نیند بھر چینے اوٹھاتی دور کون
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتئیں

جب مسکراتا وہ بچا میں شاد ہوتی دل سے
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہنساؤں کس کتئیں

جب شہ کو غمگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتئیں

جاتے تھے شہ جب ان نے اصغر کو میں چھاتی لگا
دکھ میں بھولاتی اس کہلا اب میں کھلاؤں کس کتئیں

کہاں ہے وہ دلی والی حیدر حسن میرا — کہاں ہے وہ حسین ابن علی صفدر شکن میرا
اگن سوں تمام شہ کے جلا ہے بدن میرا — بر نگ برق خرمن سوز دل ہے ہر سخن میرا

لگا ہے بسکہ تیر ماتم شہ دل سے منے کاری | شہید کربلا ئے غم ہوا ہے جگ میں من میرا
ہوس گلگشت رضوان کی کرے کیون عندلیب دل | محبت کی گلی میں شاہ دین کے ہے وطن میرا

... ... | ... ...

کیا ہون بے بدل یو مرثیہ حب سون امامون کا | ہوا مشتاق ہر یک شاعر ملک دکہن میرا

جو کوئی ہے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر
اے اشرف اس کے پگ کی خاک ہے کحل نین میرا

دیگر

اس شاہ دوسرا پہ بولو درود یاران | سلطان کربلا پہ بولو درود یاران
اوس جان مصطفے پہ فرزند مرتضی پہ | زہرا کے دلربا پہ بولو درود یاران

... ... | ... ...

اس ماحی خطا پہ ہر درد کے دوا پہ
اشرف کے مدعا پہ بولو درود یاران

مرثیہ یتیم احمد

یتیم احمد کے مرثیے بھی اڈنبرا میں ہیں۔ احمد تخلص کے دکن میں متعدد شعرا ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو وجہی کا ہمعصر تھا۔ دور مغلیہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برھان پور کا باشندہ تھا شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر حسن اور قایم احمد کو گجراتی تے ہیں، عمدۂ منتخبہ اور عیار الشعرا میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان دونو احمدوں کا وجود ہو مگر ہم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جداگانہ ہے اس کا نام یتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈنبرا میں اس کے سات مرثیے ہیں جن کے (۱۲۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکالیف بے سروسامانی حیرانی و پریشانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حیف گھائل حسین تن تیرا | جسم پر خون ہے پیرھن تیرا
تو کہاں ہور کیدھر تن تیرا | کیوں بسیرا ہوا ہے رن تیرا

نہیں ملتا بوند کس کتیں پانی
سخت طفلاں کی ہے پو حیرانی

حیف اصغر نے تجکوں رولانی | جگ سوں پیاسا گیا تن تیرا
تیر لگ کر سوں لہو جوا ہے ہے | وا مصیبت میں بال پن تیرا
اے توں دلبر حسین کے اصغر | آج روتا نہیں توں ہت کر

تیر لگ حق سب لہو سون بہر
کیوں چوپی لے رہا دھن تیرا

بعض دیگر مرثیے:۔

کیون ظالمان شہ کون مار رہے ہیں | یون ظلم کر بیشمار رہے ہے

دیگر

اے تون سروے روان سلام علیک | گل باغ جنان سلام علیک
شاہ کشورستان سلام علیک | قائل گمرہان سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا
یو یتیم احمدا کا دردسرا

سدہوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازہ حکومت برہم ہوگیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہوگئیں ان میں سب سے مقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد میمنت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہوچکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سدہوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں ساکو نوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے نبی خاں عرف مست خاں میانہ بیجاپور کے دربار کا آخری ذی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں۔ رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالرحیم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجاپور سے کنارہ کشی کرکے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جہان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں باریاب ہوکر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگذاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر ساماں مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جملہ کے توسط سے سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے دربار میں باریاب ہوکر منصب سہ ہزاری سے سربلند ہوا۔ بعض معرکوں میں داد شجاعت دیکر نام آوری حاصل کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اس کی جگہ اس کا فرزند نیک نام خاں مامور ہوا۔ بالا گھاٹ کے معرکہ میں میر جملہ کے ساتھ رہا واپسی میں قلعہ سدہوٹ کا محاصرہ ہوا اگرچہ نائر پالیگار نے صلح کرلی۔ اس کے بعد جب میر جملہ پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو نیک نام خاں کو عمدہ خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چتور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور نقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قرب وجوار کے دیگر مقامات مثلاً گنجی کوٹہ۔ بدویل۔ چل ورک وغیرہ فتح کئے اور آخر ش ان کا صدر مقام قلعہ سدہوٹ بھی تسخیر کرلیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ ممالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی اس نے قلعہ سدہوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام محاصرہ میں میر جملہ کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے داؤد خاں پنی فرزند خضر خاں پنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کرناٹک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ داؤد خاں اپنے مستقر کرناٹک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت نیک نام خاں بیمار تھا آخر ش اسی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے بھانجے لعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیر کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو مناصب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس کے بعد سدہوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چند شخصوں نے تقریباً خود مختارانہ ۱۱۱۹ھ سے ۱۱۹۱ھ تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدہوٹ سے موسوم ہوئے۔

{عبدالنبی خاں[۱] ابن کریم خاں جو رحیم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدہوٹ

اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت عبدالنبی خاں کو اس کے آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو عزیز خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعوی دار بنا فیصلہ کے لئے دونوں کو شیر کے سامنے چھوڑا گیا عزیز خاں تو شیر کا لقمہ بنا مگر عبدالنبی خان نے اس کو ہلاک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لواحقین اور ماتحتین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی قرب و جوار کے زمینداروں (جو اس وقت پالیگار سے موسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے علاقہ کو وسیع کر لیا نو آباد شہر کو بجائے جدید نام (رنیک نام آباد) کے اس کے قدیم نام کرپہ سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کیے دل کشا باغ لگائے۔ علم و ہنر کی ترویج کی محمد بن رضا اس کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے چھوڑ کے ۱۱۲۷ھ میں[۵] انتقال کیا۔

---

[۵] تذکرۃ البلاد والحکام کے جو تین نسخے (ایک دفتر دیوانی و مال کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا) میری نظر سے گزرے ہیں ان میں عبدالنبی خاں کا سنہ انتقال ۱۱۰۱ھ لکھا ہے مگر یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود کتب مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شہزادہ اعظم و معظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے اور اس کے بعد عبدالنبی خاں کو جاگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس خصوص کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"عالمگیر بعد اسیر شدن ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ حیدرآبادی از راہ اورنگ آباد سمت احمد نگر شتافت و ہمونجا انتقال فرمود بعدہ درمیان برادران یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم ابنائے عالمگیر در سواد سر آخر حد دکن جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ و کریم خاں پیش ازیں ذکر شان بر سبیل اجمال رفت دراں وقت امرائے ذوی الاحتشام شدہ بودند پیش قبل از دو سے خاص بہادر شاہ با سپاہ خصمش در آویختہ ہنگامہ روز کشاکش برپا ساختہ مردان دار کشتہ شدند نسیم فتح و نصرت بر پرچم رایات بہادر شاہی وزیدن گرفت و محمد اعظم سلطان بہزم و اسیر گردید تا شاہ ظفر مسند جانبازی و دلاوری خود انتقال پسندیدہ فرمود کسی را از وابستگان اعظم خاں حاضر ساز ید کہ اولا دلہ بود

اس نے چار لڑکے چھوڑے یعنی عبدالمحمد خاں ۔ عبدالحمید خاں ۔ محسن خاں ۔ حسینی میاں ۔ ان کے منجملہ اول الذکر تینوں نے یکے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبدالمحمد اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا بھائیوں نے اطاعت کی۔ چونکہ عقل و دانش میں دیدہ بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کر لیا۔ اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہو گیا تو خان جہان خاں نے سید عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبدالمحمد خاں نے اول تو دوستی ظاہر کی مگر جب کرپہ کے قریب پہونچ گیا تو اپنے بھائی عبدالحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فتح پائی اس کو قتل کر دیا اس طرح مغلیہ لشکر پر فتح یاب ہو کر کامیاب ہوا اس کے بعد چنبل درگ کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب ہوا۔

جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دار دکن ہو کر اورنگ آباد آئے تو آپ کے حسب الطلب

گذشتہ سے پیوستہ :- علی مردان خان سپہ سالار عبدالنبی خاں بن کریم خاں را کہ برادر زادش بود حاضر کردہ از عہدہ سفارشہا بر آمد شاہ موصوف عبدالنبی خاں را اول خلعت ماتم بعد از ان خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ در وبست پرگنہ جنور و سلمبر وغیرہ جاگیر دادہ رخصت فرمود۔"

اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ عبدالنبی خاں کو جاگیر وغیرہ عالمگیر کے بعد یعنی ۱۱۱۸ھ کے بعد مرحمت ہوئی اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ عبدالنبی خاں کا انتقال ۱۱۰۵ھ میں ہوا۔ میرے خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۷ھ ہے۔

دربار آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کھیرہ[51] کی لڑائی میں آپ کی جانب سے شریک ہوا بہادری دکھائی سرخ رو ہوکر مورد عنایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدرآباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا۔ ۱۱۳۷ھ میں[52] انتقال کیا۔

عبدالمجید خاں کی جگہ اس کا بھائی عبدالحمید خاں مسند نشین ہوا۔ آصفجاہ کی اطاعت اختیار کی چند روز تک شریک رزم و بزم رہا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

---

۵۱ شکر کھیرہ کی لڑائی محرم ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اور اس کے بعد کامیاب ہوکر دکن کے خود مختار حکمراں ہوئے۔ (تزک آصفیہ صفحہ ۴۸ حدیقۃ العالم صفحہ ۱۳۶ تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۱۴۴)

۵۲ عبدالنبی خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالمجید خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرۃ البلاد میں ۱۱۳۶ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری صراحت ہوتی ہے کہ عبدالمجید خاں آصفجاہ کے رفاقت میں جنگ شکر کھیرہ میں شریک تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"چوں نظام الملک آصفجاہ بنظامت شش صوبہ دکن مقرر شدہ بہ
اورنگ آباد رسید خاں مسطور حضور طلب شد و چندے ہمراہش بود و در
جنگ شکر کھیرہ کوشش نمایاں بعمل آورد و خصم او را زیر کردہ مورد الطاف
اعطاف ناظم دکن گشت"

اور تاریخوں سے یہ امر مسلمہ ہے کہ جنگ شکر کھیرہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالمجید خان کا انتقال ۱۱۳۷ھ میں فرض کرنا چاہیئے نہ کہ ۱۱۳۶ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس ۲۸ سالہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ دس سال صحیح ہوسکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۵ھ میں جب پائین گھاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر نگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ھ میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدہوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمراء کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تھا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں مسند نشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پھلچری میں تھے مدد لیکر زمینداران جڑلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا پھر بنگین پلی کا رخ کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کلو نے شکست دی دوبارہ اپنے بھانجے عبدالمجید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فرنچ فوج بھی ہمراہ تھی بنگین پلی فتح ہوا قلعہ دار نے پیشکش اور نذرانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ھ میں جب آصفجاہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ماموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعوی دار بنے چندا صاحب دعوی دار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناطرفدار رہا مگر اس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر اثنائے راہ میں بگاڑ ہو گئی ناصر جنگ شہید ہو گئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سریر آرائے سلطنت ہو کر حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئے مگر راچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پھر بگاڑ ہو گئی گویا خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو گیا صلابت جنگ دکن کے

حکمراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

چونکہ محسن خاں نے ملازمین کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لئے امرا بد دل ہو کر اس کو مقید کر دیئے اور عبدالحمید کے فرزند عبدالمجید خاں کو مسند نشین کیا۔ مجید خاں نے اول تو قلمرو آصفی پر بھی تاخت کا ارادہ کیا مگر پھر مطیع ہو گیا آصفجاہ نے اس کو عبدالنبی خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیکاران بالاگھاٹ سے لڑ کر کھٹ کمیز۔ پنکنور۔ مدن پلی وغیرہ مقامات فتح کئے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدہوٹ پر فوج کشی کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرقہ پر چھاپہ مارا۔ اس واقعہ سے مطلع ہو کر مجید خاں برافروختہ ہوا اور ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے اس نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھ ہو اور جس کو جان پیاری ہے وہ ساتھ نہ آئے۔ مرہٹوں کے مقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ بریں ہم بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ صدہا آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر خود عبدالمجید خاں بھی بڑی جوانمردی اور بہادری کے بعد قتل ہو گیا۔ لاش سدہوٹ لائی گئی اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکھنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔

ولی ویلوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی مشہور مثنوی رتن و پدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہوگا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی روضۃ الشہدا سنہ ۱۱۳۳ھ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے تو اس عہد میں وہ ساٹھ (۶۰) سال کا بوڑھا تھا۔

عبدالمجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دار بنا اس عرصہ میں پالیکاران راے درگ وغیرہ مقامات پر قابض ہو گئے تھے فرانسیسی فوج کی ماہوار کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے سردار خاں ابن عبدالنبی خاں نے ان کا ساتھ دیا۔

مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کردی گئی۔ فتنہ فرو ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے وصولی پیشکش کے لیئے روانہ ہوا مگر اثنار راہ میں پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔ لاش سدہوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحلیم خاں جانشین ہوا۔ سلطنت آصفیہ کی جانب سے فوجداری بالاگھاٹ اور قلعہ داری سدہوٹ وغیرہ کی سند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سرور خاں دعوی دار بنا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پھر حیدر علی والی میسور نے حملے شروع کئے آخرش ۱۱۹۱ھ میں قلعہ سدہوٹ فتح کرلیا عبدالحلیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدہوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔ عبدالحلیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو مچھلی بندر میں تھے امداد لے کر ۱۱۹۷ھ میں سدہوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدرآباد فرار ہوکر آیا یہاں چند روز کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدہوٹ ۱۱۹۱ھ میں قلمرو میسور میں شامل ہوگیا مگر ۱۲۰۷ھ میں آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علیخاں نے اس پر قبضہ کرلیا تھا پھر چند سال بعد ۱۲۱۵ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لیئے دیدیا گیا اور اب تک کرپہ اور سدہوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مدراس کے تحت ایک ٹلک ہے۔[۱]

---

۱ سدہوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) تذکرۃ البلاد والحکام مولف حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی مرتبہ ۱۲۲۵ھ

(۲) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ۱۲۱ھ

(۳) حدیقۃ العالم مولف میر عالم

(۴) تاریخ رشید الدین خانی مولف غلام امام خاں۔

(۵) سوانح دکن مولف منعم خاں

(۶) کاغذات دفتر دیوانی ۱۱۸۰ھ

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال و قتال میں بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اردو ادبیات میں ان کے کارہائے نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی علمی قدر دانی اور علم پرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت کے انہوں نے بہت کچھ کیا اردو کی ترقی میں انہوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اسلئے ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست برد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعرا اور مصنفین کے نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر کے لئے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھیے اور تاریخ اردو میں ان کو مناسب جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

ترجمہ قصیدہ بردہ

اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۳۲) ورق (۵۰) سائز ۷ ۱/۲ × ۵ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت: ”قصیدہ بردہ عربی نظم کا دکھنی ترجمہ مصنف سید محمد۔ اصل عربی نظم سیاہی سے اور اس کے نیچے سرخی میں ترجمہ ہوا ہے“

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے جیسا کہ بلوم ہارٹ نے ظاہر کیا ہے اس کا مصنف سید محمد ہے اس کی تائید دیباچہ کی نظم سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مختصر نوٹ فارسی نثر میں مرقوم ہے اس سے بھی مصنف کے نام کا پتہ چلتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

”شروع قصیدہ بردہ با شرح دکھنی کہ احقر العباد سراپا اتحاد سید محمد کہ راہ وداد از قدم سداد ثابت است ایں لولوآبدار از لجہ افکار بساحل اظہار آوردہ بر رشتۂ انتظام منسلک کرد تا بزیور قبول خاص و عام موصول گشتہ زینت عرائس طبائع شود۔“

شاعر کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبدالنبی خاں کے عہد کا شاعر تھا اور نہ صرف شاعر بلکہ باکمال عالم تھا۔ عبدالنبی خاں کے بچوں کا استاد تھا اور اتالیقی کے فرائض بھی سنبھالتا تھا۔

زیر بحث نظم میں ابتدا (۲۹) شعر بطور دیباچہ ہیں۔ اس کے بعد اصل اشعار شروع ہوتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد حق کا کر اول تو صفحۂ دل پر رقم | نام پاک اوس پاک کا ہے زینت لوح و قلم

ہے سورج ہور چاند اوس کے صنع پر عادل گواہ | مہر گویا ہی ستارے صفحۂ محضر یو کہم
شکر اوس کا کب ادا ہووے کیا ہم سوں حبیب کیا | مصطفی نبی مہرباں کوں ہم اوپر ہے جم

اوس ولی دو جہان کے گنج کا گنجینہ دار | واقف راز نہان ہور مشفق صاحب کرم
دردریا سیادت شاہ عبد اللہ ہی | پادشاہ ملک دل کا جان اوسکو بے دھم
خاک راہ اوس شاہ کے درگاہ عالیجاہ کا | ہور یقین دل سوں اوس کا ہی غلام بے درم
خادم آل محمد یو محمد بن رضا | رحمت باری تعالی اوس پو ہووے ہر دم دمبدم

جس کئے نصف روشن دل محمد موصلی | قدوہ اہل عرب مشہور در ملک عجم
شیخ اوسکی تیں کئے ہیں فارسی میں خوش کلام | مولوی جامی کہ جس کا دل اتہا جیوں جام جم
لیک اوسکی نکتہ کوں پانے ہی عاجز ہی تمام | کیوں کہ کوزہ میں کہی ہیں لیا او اب ہفت یم
اوس بدل یو خوشہ چیں خرمن اہل کلام | شرح دکہنی سوں کیا صفحہ اوپر سیریں رقم

نمونۂ ترجمہ در اشعار

اولاً عربی شعر لکھتا ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ شعر میں کیا ہے اور یہ سرخی سے لکھا گیا ہے

ملاحظہ ہو:—

ای محب کر یاد توں ہمسایہ شہر سلم | چاکت کے انکھاں سوں ملا جا ہی کیا لہو دم بدم
یا چلی ہی باد خوش بو کاظمہ کے شہر تہی | یا چمک بجلی کے دیکھا رات از کوہ اضلم
کیا ہوا تجہ چشم کوں جو بس کہی تو دین زیاد | کیا ہوا تجہ دل کوں جو کہین ہوش یا تو ہوی نادم
چاہی عاشق کہ چھپا دی عشق تو چھپتا نہین | دل چلی جب آنک سوں ہو چلی اچھین کے غم سوں نم
عشق میں تو اشک نیں پیرتے نشان یار دیکہ | یاد کر کو دو شہر کوں نیم ہو میں بیخواب جم

خاتمہ:۔

ہوتوں راضی ای خدا بوبکر ہور فاروق سوں	ہور عثمان ہور علی سوں جو اتہا صاحب کرم
آل ہور اصحاب ہور سب تابعین سوں جو اتھے	صاحب تقوی و صافی ہور تمکیں و کرم
شاخ جیاران کے ہلاۓ جب تلک باد صبا	خوش کرینگا اونٹ کتیں سا بان کہ کر نغم

بخش یارب توں گنہ قاری کے ہور شارح کے سب
بخش سامع ہور کاتب تیں توں اے صاحب کرم

کتاب کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"تمام شد شرح قصیدہ بردہ بموجب امر واجب الاذعان لا ایقان

خورشید اوج سخاو مہتاب برج صفا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کریم ابن کریم ابن الکبریم است	گل باغ نواب عبدالرحیم است
در بحر نواب عبدالنبی خان	سخی باکرم ہم جود و احسان

"امیر امراے عظیم الشان یعنی نواب عبدالحمید خان سلمہ الرحمان۔۔۔۔۔۔۔۔
یکے از ایشان قدوی صمیم نقیر خوان قدیم الراجی الی رحمت الیہ الصمد اقل
خلق اللہ سید محمد"

کتاب کے آخر فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ نہیں بلکہ اردو اور کوئی اور دیسی زبان الفاظ درج ہیں۔

اسی جلد میں ایک اور فارسی رسالہ شعب الایمان بھی شامل ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید خاں کے لئے لکھا گیا ہے۔

اضافہ پھول بن

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ابن نشاطی کے پھول بن ہی میں اضافہ کیا گیا ہے اسلئے اسی مخطوطہ کا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۳) سائز ۱۳ × ۸ ½ ورق (۱۳۳) خط نسخ

انڈیا آفس کا یہ نسخہ قلعہ داران سدہوٹ کے لئے ہی مرتب ہوا ہے اگرچہ کسی قسم کی کوئی تحریر درج نہیں ہے مگر مخطوطے کے مطلا رکام اور بہترین تصاویر سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی صاحب دولت کے لئے تیار ہوا ہے۔

کیٹلاگ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اور ہو کس طرح جب کہ آج تک کسی نے بھی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

محمد حیدر جو اس اضافہ کا مصنف ہے اس کے متعلق خارجی معلومات بہت کم ہیں اصل مخطوطہ سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔

محمد حیدر نام اور تخلص بھی یہی کرتا تھا محمد جعفر کا لڑکا ہے ابن نشاطی کی طرح یہ بھی خود کو ابن جعفر سے موسوم کرتا تھا سدہوٹ کے قلعہ داروں کے پاس اس کا خاص رسوخ تھا بلکہ گمان غالب ہے کہ عبدالحمید خاں کے دربار کا شاعر تھا کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں کی فرمایش سے تقریباً تین سو شعر پھول بن کے آخر میں اضافہ کئے گئے۔ اس کے متعلق اس نے صراحت کی ہے کہ کریم خاں کو قصے سننے کا بہت شوق تھا جب اس نے پھول بن کے قصہ کو سنا اور ہمایوں فال اور سمنبر کی شادی کے حالات نہ پائے تو اس امر کی خواہش کی اس کی تکمیل کی جائے اور ابن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کو مرتب کرے۔

اس اضافہ شدہ اشعار میں شادی کے حالات رسومات کی تفصیل کے ساتھ صراحت ہے

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سنمبر اور ہمایون شاہزادہ جب اوس ملک میں (؟) قیام کیے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھ نامہ روانہ کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمایوں شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ پیش کیا ہمایون شاہ سنمبر کے ساتھ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔

اول تو کاریگروں کے ہاتھ محلسرائیں قصر تیار ہوئے جو روم وشام کے وضع کے تھے پھر امیروں اور بادشاہوں کو دعوت نامے روانہ کیے گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی (اس نے اس وقت کے تمام رسوم ہلدی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے) اور تفصیل کے ساتھ عقد خوانی محفل رقص ضیافت، کھانوں کی تفصیل۔ پھر سامان جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو جو رسم ورواج تھے۔ ان کا حال معلوم ہوتا ہے کھانوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے اس وقت کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج　　　فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

ابتدائی شعر یہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر زبان کھول　　|　　نچھل دریا سوں دل کے ڈر بچن بول
سنمبر ہور ہمایوں شاہزادہ　　|　　سکونت جب کئی اس ملک میں آ

ونوآئے سو خوش خبری سنیا جد | اوک شاہ عجم شا واں ہوا تد
روان کریوں محبت سات خامہ | لکھیا تب یوں ونو کوں شاہ نامہ

چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کوں بہوت لشکر دیکہ سنگات | روانہ تب کیا نامہ بہی دی ہات
وزیر اُس شاہ کن سے تب وداع ہو | چلیا ہے جلد شہزادی طرف دو
ہر یک منزل مراحل قطع کرتا | ہر یک جنگل و بستی سوں گذرتا
کتی دن راہ چل کر اس وضع سوں | و شہزادی کی آ پونچیا شہر کوں
سو شہزادی کو نامہ شہہ کا دیتا | زبانی بہی سکل اظہار کیتا

شب شہ گشت آئی جلوہ کر ہو | نہتی شب بلکہ رشک روز تہی وو
فلک پر آکہ شاہ روم تا شام | کیا جاری سکل اطراف احکام
کیا مغرب میں پھر کر نیکوں شاہے | چھپایا تخت فلک پر بدر لاہے
ہوا رو پوش جب وو شاہ گل رنگ | بھریا سب حکمتی آتشکر زنگ

مٹھائی بہوت خوش بادام کے کر | چلے بیان ہور سموسی بہتے رکہی بھر
مٹھائے ہیں تہی موصوف بہوت خوب | انہاباد امکا حلوہ بہی محبوب
ترنجی ہور نارنجی مربا | رکھے پیٹھے کا ہور بہی آم کا لیا
انتہی انگور انجیر و انار ان | پھنس ہور آم خربوزی بہی تہی وان
انتہی تربوز ہور شہ توت مرغوب | ہر یک میوہ اتہا ٹیکتے یک خوب

جدان فارغ ہوی سب کوں دھلا ہات | عطر دانیاں بہی لائی یاں خوش دھات

گلاب و عطر کل سبکوں دیئے پان
اوک صدیاں کتین سب سوں دئی مان

تداں خلعت کتی لائی ھیں نادر
اتھی خلعت یکستی نیک فاخر

دئی ہر یک کوں اس کام تبا دیک
نہیں باقی رھیا مجلس کوئی نیک

رسم سب تیل کا بھی کر کہ تیار
چلے عارس طرف دن نوشو کی دربار

نقارے نوبتاں ھور دبدبی سات
لیجا پونچا ہی نوشو کے گھر کوں خوش دہات

بھوت دن یو پنج تہی شادی دو طرفا
وھاں کھلاتے تہی کھانا لوک سب آ

اتھی مجلس مجلیں یو پنج دن رات
کھیلے گلشن منی جیوں کل خوشی سات

رسم ہلدی بری ھور جہیز کے جب
بجا لائی اوک ترتیب سوں سب

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔

صفت ان بزرگاں کی بیشتر ھیں
ولیکن یاں کیا ھوں مختصر میں

مرداں کا امیر نامور ھی
شجاعت ھور سخاوت میں نشر ھے

بھوت آتی ھیں واں شہری شہر کے
سدا جاتے ہیں بیسے کیچ مال زر لے

سکل آقا تیں وو یوں ھی مشہور
ھی جیوں مشہور کھنکی اوج پر سور

اتھی قانونیر وو بزرگاں کی
ھی ظاہر سب امیراں میں جہاں کی

نواب عبد النبی خاں کا ھی فرزند
نواب عبد الرحیم کا وو ھی دلبند

کر کی بحر کا رخشاں گہر ھے
نوا بہلول خاں کا وو جگر ھی

نواب عبد الحمید ھی نام اسکا
عدل انصاف سے جم کام اسکا

ھوا آفات سب ملکی ملک میں
رکھیا حق اسکتیں امن واماں سیں

.... مزید (۱۲) اشعار اس کی تعریف میں ہیں۔

اس کے بعد

قلعہ سد ہوت کیر انکون مکان ہے | مکان اسکے نمن جگمین کہان ہے
قلعہ بہی کوئی نیں ثانی ہی اسکون | ندی لائی ہی سمہ اسکی چرنسون

اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پھر محل کے آرام اور آسائش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے۔

بوجین استاد کا حق جان و دل سات | اُنو کی فرزندان کا بہی اچھی دہات
کریم صاحب اچھے اس نیک کا نام | اچھی جیون نام ان کا نیک نام
کریم انکون دیا ہے نام بہی نیک | دیا ہی اس موافق کام بہی نیک
چندر ہی پارسائی کی کس کی | اچھے وو مشتری عصمت کے کھن کی
اچھی قصیان ستی انکوں اوک ذوق | کہانیان سون اچھی دن رات لے شوق
قصی کون پھول بن کے دو سنی جب | بچاری یون اَپس دل میں انو تب
حکایت ہے سمنبر کے بہوت خوب | سکل اسکا بیان ہے بہوت محبوب
دلی نہیں بہاؤ کا مذکور ہے کچ | نہ ہلدی تیل کا دستور ہی کچ
کچ یک شمہ سخن کا مج منی پائی | سو یون اس بہاؤ کا مج حکم فرمائی
کرو کچ ذکر اسکی بہاؤ کا اب | لکھا دین یو قصا تصویر سون سب
کری جب حکم سون یوں مج سرفراز | حکم پر میں کیا کچ سخن با نہ

- - - - - - - - - - -

سخن گرچہ نہ تہا کہنی کے لائق | ہیں شاعر جگ مین یکسون نیک فائق
نہ رکہ خام سخن کا ننگ ہور نام | لکہیا وو حرف جیون تیوں پختہ و خام
گر اسمین عیب چن تے جاوگے تم | تو پچتا لفظ یک نہ پاوگے تم

سراپا شعر ہے کچا سراسر
کرو سکتے ہو گر اصلاح کوشش
ختم کر ابن جعفر گوشش تون دہر

رکھو معذور فضل و کرم کر
وگر نہیں تو کرو تم عیب پوشی
اتا ابن نشاطی کے بچن پر

اگرچہ صفحہ (۳۹۹) شعر ۲ سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا ممدوح کوئی عورت ہے مگر ہم نے اس کے متعلق تحقیق کر لی ہے دراصل اس کا ممدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔

میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے مختصراً ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عربی النسل تھا اس کے آباو اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بیجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی محمد فتح اللہ، غلام حیدر، اور غلام علی بیجاپور سے نکل کر کولار پہونچے۔ محمد فتح اللہ نے دلیر خاں "نواب سرپیٹے" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالاپور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چینل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بنگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کر لیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گھر کر لی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہاں حیدر نائک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کر لی اور راجہ کے لاولد فوت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے اس کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقش قدم پر شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ ۱۲۱۳ھ میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔[1]

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی عہد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جھگڑے میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین زبردست حکومتوں سے وقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہوگیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم وہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا احسان چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکھنی زبان عام طور سے مروّج تھی اور دکھنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر پھر بھی فارسی کو امتیاز حاصل تھا علما روقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کرکے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد اور ضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد داں فوج ہر طرح غیر قواعد داں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم اور تربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اس کو اردو زبان میں منتقل کر دیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکھنی میں فنون جنگ کی تعلیم دیجانے

---

[1] ماخوذ از حیدر نامہ و نشان حیدری۔

لگی۔ فوجی اصطلاحات۔ طریقۂ معرکہ آرائی۔ قلعہ پر دھاوا۔ فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ بھی اردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے اردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ مخطوطوں کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدر نامہ
(۲) فتح نامہ ٹیپو سلطان
(۳) خلاصہ سلطان
(۴) مفرح القلوب
(۵) ریاض العارفین

حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۴۲) ورق ۱۰۰ سائز ۷ ۱/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

برٹش میوزیم (۷۶۰۱ - اڈیشنل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:—

"حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتدا کرشنا راجہ (۱۷۱۳ تا ۱۷۳۱ء) کے حالات سے شروع ہو کر حیدر علی کے انتقال پر (جو ارکاٹ میں ۱۷۸۲ء میں ہوئی) ختم ہوتی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوسکے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہو جاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راج کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے خاندانی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داد شجاعت دے کر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چندا صاحب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پانا اور پھر اس کا میسور کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دھونسے سے جنگ عبدالحلیم خاں سے کڑپہ سدھوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کر کے انگریز جنرل کوٹ سے برسرپیکار ہوا مگر اسی معرکہ میں علالت کے باعث اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوبدار ابو محمد نے کمال عقلمندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ رکھ کر ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرنے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مسند نشینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مسند نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے "ستی منگل" کی جنگ کے بعد صلح ہوگئی قلعہ بنگلورا انگریزوں کو دیا گیا۔ پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور نندی درگ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسیوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندھار کو اپنے سفراء روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ٹیپو سلطان شہید ہوگئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا:۔ "کرشن راج مہاراج تخت سرینگ پٹن کا ملک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پالیگر اور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تھا۔ پالیگران کے کتنے ایک فرمان بردار سرداران ہر سال پیشکش روانہ کرتے تھے"

"جب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجاپور کو آئے اور کتنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجاپور کے سرکار میں نوکر ہوئے لیکن اس وقت یہ عمدہ اور معتبر سردار تھے اور ان کی تابع داری میں بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بھائی تھے یعنی محمد فتح اللہ، غلام حیدر اور غلام علی۔ بڑے جوان مرد عقل مند تھے اپنی دانائی و باہوشی کے سبب سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے"

"نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو نے جانے پائیں گھاٹ تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تھی۔ چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تھا........

ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک رات دن میں آدھی گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی تھی اس باعث سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیران پریشان ہوا اور اطراف سے رسد آنا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی اس قدر ہوئی کہ ۰۰روپیے کو آدھا سیر چانول کا آٹا بکتا تھا اور تھوڑے روز تو یوں بھی نہ مل سکا"

خاتمہ :-

"شاہ باش دمرحبا ہے دولت انگریز پر کہ بہت لوگ بالاگھاٹ کے خوشی و خورمی سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

فتح نامہ ٹیپو سلطان

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس مثنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب اسد اللہ

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"دکھنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شیعہ شخص متخلص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنفہ ڈف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمام تر مرہٹوں کے خلاف نفرت و حقارت سے ملو ہے۔ ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بیجاپور کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور مغلوں کی متحدہ ارادہ کو جو ٹیپو کو اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تھا۔ وہ دغابازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے نرگنڈ کو فتح کیا اوس کو مصنف
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بھاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے۔"

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ اصل مخطوطہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوئے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا مواد فیلن نے دیا تھا حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"حسین علی۔ اس مصنف نے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر
تھی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے۔ اس کی ایک جلد سرکار کمپنی
کے کتب خانہ میں ہے۔"[212]

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوئے۔

نفس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مغلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت خوشی کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی قلعہ فتح کئے۔ سلطان کی آمد سے بالاجی فرار ہو کر پونہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا ادھونی کے نواب نے قلعہ چھوڑ کر حیدرآباد میں پناہ لی۔ ٹیپو نے ادھونی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہادر بنڈہ پر قبضہ کر لیا اہل قلعہ کی امداد کے لیے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی۔ اور ادھر دریائے کرشنا والی فوج میں پلیگ نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اجل ہو گئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہوکر آگے بڑھا آخر مرہٹوں نے صلح کی درخواست کی سلطان اپنی جانب سے بدرالزماں خاں بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح ٹیپو سلطان مظفر و منصور اپنے دارالحکومت کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) "داستان آمدن مراتھہ و مغل از عزم جنگ برا ہونے وغیرہ برطبق اجمال نوشتہ شد"

عجائب سنو دوستان داستان | کہ جسکی بیان میں ہی قاصر زبان
مراتھہ مغل فوج سب جمع کر | خوشی سات سلطان کے سن خبر
کئے سب نے یوں شرط سو کند بات | لیویں ملک جلدی سوں اب ہاتی ہات
سبھی مال و ملک و دیار و حصار | دو نوں مل لیویں بانٹ ہی یہ قرار
حجام للی راستہ ہوکر | بہر یالاجی پندت سک بدسیر
ہری پندت لپر کئے فاجرہ | لے سکات افواج سب باکرہ
منازل کوں طے کرکے جلد و شتاب | چلے آ ہی لے جنگ دیں ورباب

---

(۲) داستان آمدن فوج کفار برائے دیدن لشکر سلطان و ذکر شبخون وغیرہ و ہزیمت خوردن اہل ضلال از فوج اسلام برطبق اجمال نوشتہ شد۔

شب خون:۔

ہو لاچار یکرات شبخون کر | گئے ان کے لشکر کوں زیر و زبر
سپاہان و کوحول کا ہوکر ہجوم | بر پا چو طرف انکی لشکر میں دھوم
کہر با وقت ایسا قیامت مگر | ہوے گویا قائم زمانے اوپر
انکھیاں مل اوٹھی نیند سے تمام | لگی ڈر کو کہنے ارے رام رام

بلا کان سوں آئی ہے یہ ناگہان | کہ گویا پڑیا ٹوٹ کر آسمان
یہ گولے شہابان و گولیاں کا مار | ہے بارش غضب کا گھر ٹھار ٹھار
یہ کہہ کر لگی کا سینے کر ہان | زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

غرض نفسی نفسی کا تھا وہ مقام | قیامت کے تھی رات گویا تمام
ہوئی صبح جب شاہ خاور زمین | نکل سب کے پردے سوں سر بام و چین

شہابان و بندوق چھٹنے لگی | غضب کے پتیاقون نے بیٹھنے لگی
ہوویں جب شہابان تے جل کر تمام | نکل اس سے گولے کریں اپنا کام
تہلکہ میں ہر یک کے گھر گھس شہاب | اڈک روزنے تے گزر کر شتاب

صبح ہوئی یو سلطان بطش کمان | کئے حکم یورش بر اہل ضلال
برجاں میں توپاں لگنے آپ جا | نشانہ اوپر خوب اول سنبھا
اپس ہات سوں داغ توپاں کتین | جہنم میں بھیجے بہوت مشرکین
قضا را نظر جا پڑی کس اوپر | کھڑیا تھا جو قہار ہی پوس کوں سپر
پچھانے اسے دیکھ سلطان دین | قلعدار بیشک یہی ہے یقین

یہ کہکر پھرا توپ جلدی کے سات | بلانے کوں اس سگ کوں آپ ہات
سنبھا خوب اسکوں گئے توپ سر | فلک اور ملک اور قضا و قدر
کہا ہر یک نے تحسین و یک مرحبا | کہا آفرین یک و یک جندا
سر اوسکا گیا اور شتابی کے سات | جہنم میں ملنے کوں یاران سنگات

یہاں سوں بہی سلطان نے لشکر سکل | چلی انکی پوچہا میں کرنے خلل
مقابل ہو لشکر سوں انکی شتاب | لگے مارنے چو طرف سوں شہاب
بہے توپان و بندوق چلنے لگے | ادر کر پہاڑان تے ہلنے لگے
تہیکہ میں یکبیک کے گولہ شہاب | لگیا لگنے قوت سوں کہس کہس شتاب
کہبے انکی والد کے اسفل کہبے | کہبے انکی مادر کے باطن وہبے

. . . .

گئے بہاگ سب لومڑیاں مار کر | اوسی طرح سوں راستہ ہولکر

لکہا توں نے کر مختصر یہ بیان | وگرنہ بہوت طول تہا داستان
کیا مختصر سو اپتا کچہ ہوا | اگر سب وہ کہتا تنہا نوہیں کہا

خاتمہ:-

جو دیکہے سنجہا کریں طرب | سبہی سمجہے یہ ہے کذب د لہو و لعب
تو اب رہ دعا بیچ ہر صبح و شام | بجز اسکے دوسرا نہیں تجکوں کام
الہی سدا جب لگ مہ و آفتاب | بہوین رکہہ توں سلطان کوں با آب و تاب
مظفر و منصور بر دشمنان | بحشمت و اعزاز تا روز امن

اس مثنوی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

"کتاب اضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہٹہ و نظام علی بطریق اجمال

حسب الارشاد جہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"

یورپ کے دونوں نسخوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزوی اختلاف کو سہو کتابت پر محمول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا بھی موقع نہیں ہے۔

خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

"دونو نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ:- "دکھنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل ہیں مصنف قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کے دور حکمرانی میں (۱۷۸۲ء-۱۷۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے مصنف ہیں زاد المجاہدین اور جواہر القرآن یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبر ا (۲۶۲۱) و (۲۷۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے مثنوی اول حمد سے شروع ہوئی ہے"

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج تک سوسائٹی میں موجود ہیں۔ ۴۸۰"

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جید عالم و فاضل تھے ٹیپو سلطان نے ان کو دارالسلطنت سرنگا پٹن کی قضائیت پر ممتاز کیا تھا تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ زیر بحث کتاب دکھنی نثر میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔

کتاب میں اول حمد و نعت نثر میں ہے اس کے بعد ٹیپو سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی

سلسلہ میں ایک غزل بھی درج کی گئی ہے۔

او شہ کہ جنکی فتح جہان میں ہیں آشکار	تیغ انکی دشمنان کے یو سرکوں کرے شکار
روشن کئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کون	کفار انکے عصر میں ہیں ذلیل و خوار
ہیبت سوں انکے شاہ زنگوں کا دل جگر	ٹپکے ہیں جیوں کی شیشہ سین یاقوت خام کا
فیاض جنکے ہات سین ہے ابر بھی خجل	او قطرہ بخشی آب کا یو در کرے نثار

شاہ جہان سے او ٹیپو سلطان دین کے
عالم کوں انکے فیض سوں راحت ہے بے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پھر ان کا بیان فصلوں میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔

وضو غسل۔ نماز۔ حیض۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ رضاع۔ نفقہ۔ آداب شوہر حقوق مرد پر عورت پر۔ حقوق عورت پر مرد پہ۔ طلاق۔ ایلا۔ قربانی۔ ذبح۔ حلال حرام وغیرہ

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکھی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہور مسلمانی کہ احکام سنین ضروریات دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہوی۔ نماز اوس کی درست نہیں ہی اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہانا ہور پانی ان کی ہات کا روا نہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری کہتا ہے کہ کافر ہوتا ہے۔ نعوذ و باللہ منہا

افصل امامت کوں پادشاہ ہے اگر حاضر نہوی تو قاضی ہی اگر حاضر نہوی تو امام ہی اگر حاضر نہ ہو تو والی میت کا ہی اگر اذن سون ولی کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مریض کہ زیادتی سے مرض کے ڈرتا ہی اسکی تین افطار کرنا۔ واہی مسافر کے تین جائز

ہی کے سفر میں افطار کرے اما اگر سفر میں محنت نہ ہووے تو روزہ رکہنا مستحب ہے۔ اگر مسافر اس سفر میں موا یا مریض اس مرض میں موا فدیہ اس روزان کا کہ اس سفر میں یا اس مرض میں افطار کیا تہا دینا واجب نہیں۔

اول مہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اس کا فرض ہے اگر دنیا میں نا دیونگا تو آخرت میں پکڑی جاویگا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونو کے حال موافق۔

سویم کپڑا دینا عورت کون دہوپ کالے میں ہور ٹہنڈ کالے میں اسکی حال موافق۔

چہارم صحبت کرنا عورت کے ساتہ فرض ہے چاہیئے کہ چہار روز سے زیادہ درمیانی نا چہوڑے۔"

مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۳۳۳) ورق (۱۸۵) سائز ۷ ۷/۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

نمبر (۲۳۳۴) تا (۲۳۴۱) بلوم ہارٹ۔

کیٹلاگ کا خلاصہ: "میسور کی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے پہلے سال شروع لکھی گئی (سنہ ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء) اور دو سال میں ختم ہوئی ہے"

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔

کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

"چوں حضرت سلطان از تمامی بند و بست امورات مملکت و نظم و نسق جزو کل شہر و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم تنسیخ بر کہنہ جرائد آں شعبدہ بازکشیدہ خواستند کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل بر عیش و عشرت و متضمن نغمات و فنون آں کہ مبنی بر مسرت و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا و جسم و جان لازم و ملزوم اندہمچناں ضرب و ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک وارد چوں تنا ابیر حرب در کتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنا بر علیہ متوجہ ایں معنی شدہ بطرز تازہ بترکیب شائستہ آراستہ و قوانین زیبا و پیراستہ در قید قلم درآوردہ مسمی بکتاب مفرح القلوب نمودہ و مطابق بون شمس کہ شہنشاہ ثوابت و سیارگان ست نام نغمہا سے شش گانہ و سی اصول آنہا و دوازدہ ضرب و نشتیدہ وغیرہ کہ بتفصیل در نظم ذکر آں خواہد شد"

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اردو غزل لکھی گئی ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی

ریختہ دوم در ذکر طرز سرو سہی

ریختہ سوم در ذکر طرز سروش

ریختہ چہارم در ذکر طرز سرو بازی

ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزواری۔

اس کے بعد اس پانچ طرز کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی صراحت ہے۔ غرضکہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد و ضوابط پہ کافی روشنی پڑتی ہے۔ نمونہ کلام :-

ریختہ اول

کلہ خان کرتا ہوں سلطانی کا اب میں سوں بیاں | ہی عجب کچھ طرز اسکا طرفہ ہی داستان

خوش شکل آواز خوب رو بہو تیج نازک گلبدن | مہ لقا یک زن اچھی غنچہ دہن خندہ لباں

کمر کی برہے وہ لباس کارچوبی سفید | زیور الماس گوہر ہیں ہاتھ عنبر زبان
تخت پر استادہ ہو کا ہے جیسی وہ شکل ہو | دست چپ کون رکھ کمر پہ ناز سوں خوش ہوشان
ہے ادا بتلا دی سبز پہات سوں او ماہرو | روبرو اسکی رہی فوارہ اور تا ہر زبان
پانچ گلرو دو سکر سنگار و آرایس کو کہ | دست بستہ سے کہڑی رہیں گردمہ چون اختران

ریختہ سوم در ذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان | زن خوش لقا ہیں سرو روان
بہی کر سبز پوشاک تن کے اوپر | زمرد کی زیور سی وہ جان جان
مکمل سراپا کر اپنی کی تین | کناری پہ جا نہر کی شادمان
کہڑی رہی بنا شکل کائی کی سب | بہی طوطے پران جور اور طائران
اور ہیں سر پہ اسکی بہت شوق سے | چون معشوق پہ ہوں فدا عاشقان
پنہان کہول کر مارہی تین چار | رہیں روبرو اسکی جون بیدلان
کہڑی رہین بیٹہ مست و مدہوش ہو | کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ

بیان وصف کلانش چہ می توانند کرد | کہ رشک جنت فردوس است عندلیب ملک
ز رستم و ملکہ شاہزادہ و ز جشن مشہ | زہی تماشہ کہ جای انس شد جبینک

ان دو نسخوں کے منجملہ بعض خاص ٹیپو سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب پر ٹیپو سلطان کی دستخط بہی ہے۔

ریاض العارفین

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۰ اورینٹل) ورق (۱۰۶) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کیٹلاگ مرتب نہیں ہوا مولوی محمد اسحاق اس کے مصنف ہیں سنہ ۱۲۷۱ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں اخلاقی گیارہ باب قایم کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی فارسی کتاب سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے کتاب سات مہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسی سے تھی نثر یہ آشکار | ہیں کیا اس کو نظم سے تیار
فارسی کی بحر کی سیپی اندر | تھے چھپے یہ بے بہا لعل و گہر
میں نہنگ قلزم اخلاص ہو | فارسی کے بحر کا غواص ہو
لایا باہر لعل و گوہر بحر سے | رکھ دیا بازار دکھنی میں اسے

ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے دکہنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارومنڈ کہلاتا ہے جنوبی ہند کی تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی دراوید قوم اس وقت بھی مہذب اور متمدن حکمراں تھی جب آریوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے زامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عرق میں جا کر بسی اور اسیریا و بابل کے تمدن کی وہی بنا رہے علی ہذالقیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قایم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاء الدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈہ (دولت آباد) میں قدم رکھا۔ پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے سنہ ۷۱۰ھ میں کافور کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کنٹرے علاقہ پر سے گذرتا ہوا سینٹ بندرامیشور (راس کماری) تک جا پہونچا مسجد علائی کی تعمیر ہوئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کارومنڈل وحدہٗ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی تزک و احتشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطۂ ہند (راس کماری) پر پہونچنے سے صدیوں پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازوں کے راستے سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنہوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قایم کر دیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تھا اپنے سفرنامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔ اس لئے درحقیقت اسلام کے وہی اولوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو آج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ ان کی اولاد[اھ] آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوائط سے موسوم کی جاتی ہے۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ مدراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین احسن بھی خودمختار ہو گیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوائتہ (نوائط) سے تھا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معبر کا رخ کیا مگر ورنگل تک پہونچا تھا کہ وہاں وبا پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہو گیا مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس طرح مدرہ واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قایم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمراں پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ پھر ۷۴۳ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈھائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہو گئیں جو بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ احمد نگر۔ بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجانگر کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم لہرانے لگا۔[۵۲]

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر اور شاہجہاں کے حملے

[اھ] راقم الحروف کو فخر ہے کہ وہ بھی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

[۵۲] یہ تمام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضیٰ مرحوم سے ماخوذ ہیں۔

دکن پر شروع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۰ھ میں عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی ۱۱۰۰ھ میں قلعہ چنجی فتح ہو کر کل ملک کرناٹک مع (بنادر جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا) زیر حکومت مغلیہ آگیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سواحل پر لہرانے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام مرتضیٰ خاں نے قتل کر دیا۔ آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے شورش رفع ہوئی اور ۱۱۵۷ھ میں نواب انورالدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی خاندان والاجاہی ہیں۔ انورالدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گزر چکی تھی ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انورالدین خاں کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو رہا کرا کر انورالدین خاں پر چڑھائی کی امبور کے مقام پر انہوں نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے فرزند محمد علی خاں والاجاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۶۳ھ میں والاجاہ کرناٹک کے خودمختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں کے نامور جنرل کلایو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر افواج والاجاہی داد شجاعت

دے رہا تھا۔

پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں بھی انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ والاجاہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی وندوداش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈی چری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا والاجاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے۔ کلایو کے ساتھ بنگال میں بھی والاجاہ کی نئی ترتیب یافتہ فوج نظر آرہی تھی۔ سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیر برطانیہ کے پشت و پناہ نواب والاجاہ ہی تھے[۵۱]۔ ان تاریخی واقعات کے بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک میں بالراست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر ہندوستان کے اور حکمراں کے خانداں میں بہت کم ملتی ہے[۵۲]۔

۱۲۱۰ھ میں والاجاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسندنشین ہوئے اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوگیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے لارڈ ویلزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش کئے تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا جس کی بنا پر ان کو نظر بند کردیا گیا اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے جنھوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کرلئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد اور پانچواں حصہ محاصل پر قناعت کرلی اس طرح گویا ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی۔

---

۵۱ مقالہ مولوی مرتضیٰ مرحوم مطبوعہ شمس الاخبار مدراس۔

۵۲ مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ قائم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ مہینے کے تھے اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمراں بنے ۱۲۵۸ھ میں اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء م ۱۲۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہوگئیں اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کر کے انہیں چند ہزار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہیر الدولہ و انتظام الملک اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوئے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پا رہے ہیں[۵]۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ اور ان کے چاروں جانشیں علم دوست تھے ان کے زمانہ میں بڑے بڑے علما ذی وقار شیوخ طریقت اطبا حاذق شعرا نامدار جمع تھے جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں بعض علما اور شعرا کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل۔ حقائق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد صبغۃ اللہ۔ مدار المہام مولانا عبد الوہاب۔ قاضی ارتضی علی خاں۔ مولوی محمد سعید اسلمی۔ مولانا عبد القادر۔ حافظ احمد خاں اعظم الملک۔ مولانا امین الدین۔ خان عالم خاں فاروقی۔ برہان خاں ہانڈی مولف تزک والاجاہی۔ مولانا غلام حسین رعنا مولف قصر والاجاہی ان اہل علم کے

---

[۵] مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین مرحوم

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صدہا شعراء ایسے تھے جنہوں نے ملک سخن سے وادلی بعض کے نام حسب ذیل ہیں :-

شیخ محمد امین اسمٰعیلی۔ محمد اسمٰعیل خاں ابجدی مولف انورنامہ۔ میر امداد علی امداد نورالدین خاں انور۔ افصح الشعرا حسین علی افصح۔ طرازش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ بینش میر مہدی ثاقب۔ افضل العلماء محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان راقم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعزالدین خان مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر۔ قادر علی خاں منور جنگ نظیر۔ سید ابوسعید والا مولوی محمد مہدی واصف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص ماجد عظیم جاہ متخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک متخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں متخلص بہ اعظم وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی تذکرے شعراء کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں جو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہیں۔

بہرحال روساء ارکاٹ نے بھی اردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوان کرم سے بیسوں علماء شعراء اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہمارا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اردو مدمات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں ان کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصہ طالب و موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۷) ورق (۵۹) سائز ۸ × ۵½ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۱۷۱ھ
۱۷۵۸ء

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکھنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف میر سید محمد والہ ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ابن نشاطی کی پھول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا۔ اس کو "داستان عجائب" سے بھی موسوم کیا ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعرار دکن اور مولف تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والہ کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد میں انور الدین خاں سے وابستہ تھے جب انور الدین خاں ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آرہے اور اسی کو وطن بنا لیا اس زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والہ کے چشمۂ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر ہے۔ فارسی کے علاوہ دکھنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والہ کا انتقال ۱۱۸۷ھ میں ہوا۔ زیر بحث مخطوطہ والہ کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر سنہ ۱۱۷۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کیونکہ پیا سے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہو گئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں دلچسپ قصے سنانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بھایا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا اس کو دکھنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر ہوا۔ جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ مخیر بھی تھا۔ طالب اور موہنی کی نگاہیں چار ہوئیں طالب موہنی کے تیر نگہ سے زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ موہنی نے خیال کیا مر گیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود کو موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور غصہ سے باہر آ کر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ وہاں سے اٹھا۔ مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کھلا پلا کر یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ مہاجن

دال روٹی لے کر آیا مگر طالب نے کھانے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی کے ہاتھ سے کھانا روانہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کھایا۔ اس رات مہاجن نے استدعا کی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔ وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مرجائے تو سخت بڑا ہوگا لہذا تم اپنے مکان میں رکھو اور کھانا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں رہنے لگا روز ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کھانا لاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک ملازم جو نہایت سخت گیر تھا رہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دائی طالب پر مہربان تھی ایک مہینہ کے بعد ہولی کی عید آئی دائی نے طالب کو مشورہ دیا کہ فلاں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہوسکتی ہے طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی بھی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔ اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہوگئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر جب باغ میں پہونچا تو ایک کالا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھایا اور وہ وہیں مرگیا۔ مہاجن کو اس کی خبر ہوئی آخر مشورہ کر کے دائی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور تیسرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق مرگیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب موہنی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوویں سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونو باہم پیوست ہیں کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونو دفن کئے گئے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدا کلام

سجن کا انجمن جو دلکشا ہے　　چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدائے بندہ پرور جو زبان کون　　دیا قدرت مطلب کی بیان کون

۔۔۔۔۔۔

مبارک صبح تہی کیا خوش گھڑی تہی　　کہ میرے دل پو خوشی گہرے تہی
پیا سوں وصل کا وعدا ہوا تہا　　ولی نہیں بیقراری میں موا تہا
بلائی انتظار اکر چلاتی　　امید وصل شادی دلمیں بہاتے

۔۔۔۔۔۔

میرا حال اس وقت زیر و زبر تہا　　خبر دلکے جو پوچھا بیخبر تہا
سنہکا یاد وصل جب آرام کے پاس　　دیکھوں کیا دوست بیٹھا ہی میر پاس
نمک دیکہ لطافت کے بیان کون　　میری تحسین اپنے کہولا زبان کون

۔۔۔۔۔۔

سنیا ہوں میں قصا ایک ہور رنگ کا　　بندہا ابن نشاطی پہول بن کا
دلی و دلکوں نہیں لکتا ہے چندان　　نہ ہوتا طبع کا پہول اس سوں خندان
اکر نون والا اس شیرین وزن کوں　　بندہی دیوی شرف دکہنی سجن کون

۔۔۔۔۔۔

ملا ایک روز مجکوں ناگہانی　　بودہا سا ایک برہمن کن کہانی

۔۔۔۔۔۔

نمک سوں زخم پر مرحم لگایا　　قصہ طالب و طالب کا سنایا

اتہا ہی شوق سنکر یو حکایت   بندا ہا ہوں مختصر کر کو روایت
نظارہ پہول بن کا شوق لایا   فکر تیری کون خیابان میں دَتا یا

شعر (۱۰) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔

قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ   قصہ پورا ہوا الحمد اللہ
نہیں قصا عروس دلربا سے   رنگین ہے شوخ شیرین ادا ہے

آخری اشعار :۔

الہی جب تلک گل باغ میا سے   بچن کے حاسدان کا دل اچہو داغ
عشق کے طالبان مطلوب پاوین   امیدواران کے امید الن بر آوین

قلم یون داستان پر کلفشان تہا   کہ ہندوستان میں ساکن یک جوان تہا
ہنر سون سب ہنرمندان پو غالب   محبت کا و طالب نا ون طالب

ہوا ہی شوق والہ کا طبل باز   قصی پہ یون کیا و طبل آواز
کہ تہا اس شہر میا نے یک مہاجن   دیا اسکون خدا نی سخت ہور دہن
دنیا دولت بہوت اسکی ہر یک ٹھاو   مسکل ہندوان میں اسکا بڑا ناو

ہوی طالب او پر جب تیسرے رات   نجانون دل نے کیا بولا اسے بات
کہ وہاں لب نے لگا بے تاب ہوکر   لہچن جیسے اچھے بے تاب ہوکر

پہر یک رات تہی باقی جب آیا فکر میانے کریو کیا تہا خدا یا
ادہر سو ہنے دخو پے میں امو لے کئی جب سیج میں داے سون بولے
کہ چپرانے آتا طالب کون مارا میرا دل خون ہوا ہے تن میں سارا
ذرا بہی دور سیں جا کر نظر کر موا پایا جیوتا منجکون خبر کر
کئے داے پرا دیکہی ہے کوئے کہے دلہین کہ یو طالب ہی کرا دسے

سنکی سر دہو چلا تابوت کی سات سر اوپر پہور سینے پر مارتا ہات
کہی ہندوان کی کیون سر پہوڑتا ہے موئی پر بہی اُسے نہیں چہوڑتا ہے
بہت بی شرم عاشق بوالہوس ہے کہ دلبر مرکئی تجہ میں نفس ہے
وو طالب عاشق صاحب وفا تہا عشق میں روز اول سون فدا تہا
یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا دڑولی سون اپس کا کہ پہرایا

کہ عاشق پاک پائین ہیں گرا ہے تیرے مرنے کی تین سنکر مرا ہے
اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی ایسے ہنچو دکہ خود کون نہیں پہچانی
شتابی ڈور پائیں میں کری ہی وطالب جیون مرا یو بہی مرے ہے

نکالے اوت دونو وو مبتلا کی عجب دیکہی ہیں وہان قدرت خدا کی
دونو تن یک ہو مل کر رہے تہے دو آپک تن ایکین ایکدل ہوے تہے
وو دونو یک ہو کر یون رہے مل کہ اپس سون جدا کرنا تہا مشکل

ہوئیں دونو دفن یک قبر میں وصل پائیں ہیں تب جنت کے گہر میں

کہانے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری دو نو پر ختم ہے

دُ دنیا سون کی ہمنا کون جانا
ہر یک جیلا ہے جانے کا بہانا

اس کتاب میں والہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

غزل والہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے | ستم ہے سکھ ہی راحت ہی بلا ہے
کبھی ہے جام جم خون دل اسمین | کبھی آئینہ ایزد نما ہے
کبھی اس جام سون بزمیں وفامیں | دماغ دل کتین قسمی رسا ہے
کبھی اس آرسی کے باغ میانے | جگر کون داغ کا کل رو نما ہے
وفادار انکی تیں و عین مقصود | ہوسنا کا کی آ کی اژ دہا ہے
نہ پاوے فخر رازی راز اس کا | یو مسلاان کتابانسون جدا ہے
چلا آئی عشق دل کہر ہی کا تیرا | جو کچھ طالب کی پیش اکی روا ہے
منجے منہی نے ماری ہی جلائے | غم و شادی جو اس سون ہے بجا ہے
وصل پایا ہو نہین دولت مبارک | منجہ او پر رات یو خلل ہائے

میری حالت کون شیرین داستان میں
اگر والہ کہی اس میں مزا ہے

رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۵۷) ورق (۱۷) سائز ۷ ۳/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق مگر نہایت زشت تاریخ کتابت ۲۵ ماہ خسروی سال راسخ سنہ ۱۲۲۱ھ / ۹ مولو محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ دکھنی نظم ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء میں مدراس میں طبع بھی ہوئی ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واله ہے جن کی ایک مثنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔

اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

رازق باری حق ہے جان | اس کا نور نبی پہچان
اولاد ال یاران اصحاب | قران بھیجا حقنے کتاب

فہم خرد ہیں دو نو عقل | افسان کیا ہی کہانی نقل
راز فراست دانش کہان | خیال ضمیر درنو وہان
جب ہو مہر کہن سو پیار | فوح حشن ورسن دیدار
ابرش ابلق ادہم کہورا | ہرتا زتانہ دراکور سا

بختی کیا ہی بغدی اونت　　طم فرا ہی جرعہ کہونت
محمل کیا ہی اونت کی وا　　کررہ روتے تا بہ توا
طاوس کیا ہی مور پہچان　　مرغی کیا ہی ماکیان جان

مردن کرنا کردن کرنا　　کیا ہی نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکانا بول　　کشادن کہولنا کنونکنت کنول

والہ استنے موتی رولیا　　فرس لغت کے معنی بولیا
جس نے پایا ذہن صافی　　رازق یاری اسکون کافی

---

(۱)

ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۶۵۰۰ - اورنٹیل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ علی ہذا پیارس میں بھی کوئی صراحت نہیں ہے۔

یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے درحقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف سنہ ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوطہ خود مصنف کا تصحیح کردہ ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ ان کے اجداد وہی تاجر اور مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پھر ہم کو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور سیاست پر متمکن ہیں۔ بیجاپور کی تباہی کے بعد ویلور علاقہ مدراس آئے یہاں سنہ ۱۱۵۸ھ میں آگاہ کی پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں اپنے چچا سے پائی اس کے بعد ویلور ہی میں حضرت سید ابوالحسن قربی[1] سے عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر ان کے مرید ہو کر روحانی تعلیم بھی حاصل

---

[1] حضرت قربی سنہ ۱۱۱۰ھ میں بیجاپور میں تولد ہوئے چار سال کی عمر میں ویلور آئے سنہ ۱۱۸۲ھ میں انتقال ہوا عربی فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اردو شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی ترچناپلی کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔

آگاہ عربی اور فارسی اور اردو کے جید عالم اور اپنے وقت کے عالم متبحر تھے تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کے ساتھ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی پر صرفی و نحوی صنائع اور بدیع کے چار سو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کثیر ہیں جن کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اردو ہیں جن میں سے دس یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت بھی تفویض کی تھی۔ باسٹھ (۶۲) سال کی عمر پائی ۱۲۲۰ھ میں انتقال ہوا مدراس میں مدفون ہوئے۔

اردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے اونھوں نے شاعری کی ابتدا کی ہے ۱۱۸۴ھ سے اردو تصانیف کا آغاز کیا باقر تخلص قرار دیا ۱۱۹۴ھ میں عربی دیوان مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں آنحضرت کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو "من دیپک" سے موسوم کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن سے موسوم ہے۔ تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من موہن کہلاتا ہے۔ چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگ سوہن سے موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبوی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور ساتویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان من و پن اور من جیون ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا۔

اول روز خدیجہ خاتون   لائی ایمان مقدم سب سون
بھی اوسی روز بوقت عصر   لائی ایمان حیدر صفدر
بعد زید و ابو ذر و بلال   لائی ترتیب سے ایمان فی الحال

جنگ کے حالات کا مجمل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تھا کہ آنحضرت کی سیر میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ دیگر واقعات اصلی سیرت ہیں۔

اور اسی سال ہوا فرض جہاد   اوس شہنشہ کے اوپر کہا تو یاد
اوسکے غزوات تھے سب ستائیس   کہ اتھا اون میں شہ بالنفس نفیس
ہوئی دس جنگ میں ای یار لڑائی   باقی جنگوں میں نہیں ہوئی ای بھائی
جو لڑائیاں ہیں گیا نہیں وہ ہیں سینتیس   ہی عدد اون کا تو سن سینتالیس
یہ جہادات سن ای اہل ادب   ہوئی دس سال میں واقع سب

سال چہارم میں ہوا ہی نازل   حکم قصر صلوات ای کامل

سال پنجم میں ای دوست سمجھ   فرض مولا نے کیا سب پر حج

سال ششم میں ہوئی ای یاران   سب پہ شرع نماز باران
اور صلوٰۃ خسوف اور کسوف   سنت اس امت پہ ہوئی ہی معروف
ہوئی اوسی سال میں نازل ای یار   بیگمیان آیت احکام ظہار

میانی انہو شاہ کی سر کے بال   خم و سیہ ہی پر پیچ ای جہک وجبال
درازی میں پونچی تہی کہاندہی کنی   یوں آیا ہی آلفز حد یثان منی
کبہی سر منڈایا نہیں او نام دار   مگر حج کے ایام میں ایک بار
دیا بانٹ اصحاب کون سب او بال   رکہی سب او سی اپنی جی کی مثال
او سر ور کہیں بیس سہ بال تہے   دلان حید کر رشتہ کین جبال تہے
نہایت تہے خوشبو او موی سیاہ   دہی کہنا او ہی مشک و عنبر گناہ
یہی ہی یک روایت میں اسماء بات   کہ دہوتا تہا سر پیر کی بات سے
یہی سنت اوہی بال رکہنا تمام   نکالا اوسکی کنگہا ہر صبح و شام

دانت۔ گردن کہاندے سینہ شکم بازو پاؤن قامت۔ رنگ۔ چال ہر ایک اعضا کو
یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے۔

آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکہو۔

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں   نہ تہا جود کون اوسکی کچھ کا کہیں
سوالی سون دیا او نت روز حنین   غریبان کون اوخلق سکا نور عین
بقول ہوازن دیا چہہ ہزار   درم او شہنشاہ عالی تبار
نوی ایک مسلمان کون اوبی بدل   دیا ایک جنگل بہر کو بکری سگل
کہا قوم کون جاکو ای گہر ہان   محمد اوپر لاؤ ایمان جان
سخاوت کون اوسکی نہین انتہا   یو ظاہر سخاوت کا دہی مدعا

ہیں رحمت کا اوسکی کروں کیا بیان | سراپا ہی اوسکوں خدا در قران
رکہا رحمت العالمین اوس کا نام | روف رحیم بہی اسے شاہ کا نام
شہنشاہ کی رحمت اہی تام ور | اتہی سب پو حتی کہ شیطاں اوپر

دو صفحہ رحمت کا بیان ہے۔
شرم و حیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ ملنسار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ای رسول خدا | اچھو تجہ پو ماں باپ میرے فدا
غضب ناک ہو نوح اپس قوم پر | جفایاں سون اونکی کہا لاتذر
یوں ہر نبی دیکھ ظلم و جفا | کیا اپنی قوم پر بد دعا
کہا بلکہ یا رب بلطف و عطا | میری قوم کا بخش جرم و عطا

بہی کہتا اتہا یوں او شاہ نول | میرا کل غم ہے سو امت بدل
مجہی دو نو عالم میں کچہ کم نہیں | بجز درد امت مجہی غم نہیں
یہی غم اتہا اوس کون دنیا منے | یہی فکر اچہے اوسکو عقبی منے

بہی جاتا اتہا شاہ مریضاں کے گہر | بہی ہوتا تہا حاضر جنازے اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے | تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوئی اصحاب سون گر نہ آتا نظر | بہت پوچہتا تہا اوسی جبد کر
مسافر کوں پونچانے جاتا تہا او | کوئی آیا تو لیتا اتہا اگی ہو

من ای بہائی سرور کون شام و سحر — تقید نہ تہا کوئی کہانی اوپر
تکلف میں اوسکی نہ تہا کرم جوشش — جو پاتا اتہا اوسکون کرتا تہا نوشش
جو کہاتے تہے اہل مدینہ سگل — وہی نوشش کرتا اتہا وہ نول

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے

اتہا پیرہن شہ کنی دو ستر — بہی کپڑے سفید ای گرامی گہر
یہی کہتا تہا اکثر وہ کل کا امید — کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید
ہی پاکیزہ و خوب تر وہ لباس — پینو تم شام و سحر وہ لباس
پہناؤ اوسی اپنی احیا کی تیں — بہی تکفین کرو اوسمیں موتے کیتیں

حدیثون میں آیا ہے ای با فرح — کہ جلسہ وو سرور کا تہا اس طرح
کہ مجلس میں جا کانئی اوسکو جان — تو وہاں بیٹھ جاتا اتہا در زمان
کبہی اجنا کر کو وہ پاک ذات — بیٹہے مسجد و گہر میں یاران سنگات

تہا اصحاب کے سات او پاک ذات — نہایت مدارا مروت کی سات
سمجتا تہا ہر یک صحابی تے یون — نہیں کس پو پیار اوس کا مجہ پو جون
بہت اون کا اکرام کرتا اتہا — سبہونکی اوپر پیار دہرتا اتہا
بلاتا اتہا اون کو تعظیم سین — بچے اونکی لیتا اتہا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کمیاب ہے مخطوطات بہی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے علاوہ میرے پاس بہی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

تحفۃ النساء

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے۔

اس کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے:-

گیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد
ہجرت سے بناے تب یہ رکھ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہراؓ وغیرہ دیگر خواتین اسلام کی فضیلت اور حالات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

پہلے حمد ہے جس کے چھ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سات شعر پھر مدح غوث میں چھ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پھر مناجات کی گئی ہے اور سبب تصنیف کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہرا کی فضیلت شروع ہوئی ہے۔ پھر بی بی زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد ازواج کا ذکر ہے سب سے آخر رابعہ بصری کا حال ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

ابتدا۔

ہے حمد و ثنا اسی سزاوار — بخشش کون نہیں ہے جس کی کچھ بار
لطف و کرم اس کا بے غرض ہے — دیتا ہے جو کچھ سو بن عوض ہے

مدح مرشد :-

اِس ملک میں تھا پیر میرا	ہر کام میں دستگیر میرا
تھا نام شریف بوالحسن جس	اِس خلق حسین ہو رحسن جس
اِس دور کا ہو جنید آیا	الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر	بیان ہیچ کون اوسکی کرکوئی آخر
کر صدق سے دلکی اب دعا نون	درگاہ میں حقکی ہات اٹھا نون

سبب تالیف میں کہتے ہیں :-

امت میں نبی کی جو ہیں عورات	افضل ہیں سب عورتان سے سن بات
لکھتا ہوں میں اِس کتاب اندر	احوال نسار کا اہی برادر
اِس شاہ کی دختران کا احوال	اِس شاہ کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تھے کامل	تھا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی	اکاس وپتال کی خوزادی
امت کی تمام نیک نامان	ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتی ہیں بی بیان سب	ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
ہے حشر میں جسکے مرد کی ہات	احمد کا لوای حمد خوشید ہات
ہے مہر میں جسکے اہی برادر	امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں اٹہسواد جسکے جملہ ابیات	پڑہنے میں ہے اسکی بہت برکات

گیارہ سو اوپر تھے پنج ہشتاد　　　ہجرت سے بنا ہی تب یہ رکھہ یاد

خاتمہ :—

رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات　　　نت مجکوں چلا توں راہ حسنیات

دین بیچ کر اہتمام مرا

ایمان پہ کر اختتام میرا

ہدایت نامہ معراج نامہ اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام

یہ تینوں رسالے پیرس کے قومی کتب خانہ میں ایک ساتھ مجلد ہیں۔

(۱) نمبر (۲ ۷ ۸) ورق (۱۰) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷۲) ورق (۴۳) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ״

(۳) نمبر (״) ورق (۷) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ״

ان کے متعلق بھی نہ تو کیٹلاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۰۱ھ سے ۱۲۲۰ھ تک ہوئی ہے۔ ہدایت نامہ میں گناہوں کا ذکر ہے معراج نامہ میں معراج کا حال اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد۔

خدا کون سزاوار حمد و ثنا ۔۔۔ کہ ہے یکا مبرا ز نقص و فنا

آخری اشعار۔

نہ تھا شان میری کیا یہ اقتضا ۔۔۔ کہ ہندی زبان کا کری اصطفا

ولی بعض یاروں کا ایسا ہوا ۔۔۔ ہندی زبان یہ رسالہ ہوا

. . . .

کرے اس دعا کون اجابت خدا ۔۔۔ کہ ہے نام اوسکا مجیب الدعا

اسما و صفات رویت حسن و قبح عفو ایمان فاسق وغیرہ امور پہ بیان ہوا ہے۔

مزید نمونہ توبہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

دگر توبہ واجب ہوا از گناہ | گراسیات رکھتے چلو تم یہ راہ
گنہ کار کی توبہ کرنا قبول | تفضل ہے اوسکا بقول رسول
خدا نے کہ توفیق توبہ دیا | تفضل و احسان اپنا کیا
نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول
ایسے راہ میں ہے خدا کا وصول

ہدایت نامہ۔

ابتدا۔

کروں آغاز حمد حق سوں اول | کہ تا نامہ ہووی بیکی مکمل

ہوا معلوم یوں دسری خبر سوں | مسلمان کا کرے ناحق جنی خون
شفاعت اسکوں نا ہوسی میسر | جزا اس کا جہنم ہے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا ہیں | ہدایت خلق کوں پورا دیا ہیں

الہی یو ہدایت نامہ میرا | حقیقت میں سخن یو سب ہے تیرا

خاتمہ:۔

الہی کر کرم سوں یارب با فکر بد
امان پادی یو ہدایت سوں یو فرد

معراج نامہ۔ ورق (۴۴) سطر (۲۳)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے متعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سرا ناخدا کون سزاوار ہے ہر یک ذرہ اسکا نمودار ہے

اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا بنام محمد نبی مصطفےٰ

کیا ختم میں لے محمد کا نام

علیہ صلوٰۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔

از دست عاصی محمد زاہد در باغ نواب والاجاہ۔

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۲۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہوسکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:۔

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم　　کہ تا ہر یک کو ہوئی جلد یسون مفہوم

کیا ہوں میں بیان اس نظم اندر　　عقاید اہل سنت کا سراسر

کہا نیں ہیں کہی و کہنی اشعار　　منجی ہے شعر کہنی سون ہبب عار

ولی یو نظم ہو نیا بالضرورت　　پڑہی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا تعلق حادث ہور نوا ہے　　نہ تہا سوا اوسکی قدرت سون ہوا ہے

زمیں و آسمان ہور عرش و کرسی　　نبی کا نور بھی ہور روح قدسی

ہور عالم پہر فنا ہو لیگا یکبار　　ہوا ہے یون ازل میں حکم کرتار

یو ساتون آسمان ہور کرسی و عرش　　قلم ہور لوح ہور ساتون طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا　　بہی دوسری صورسون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کہن ایک دم سے　　پہر آخر کون وجود بی عدم سے

(۱۴)

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۶۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے بعد ۱۲۰۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہو سکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:—

کیا میں اس لیے یہ نسخہ منظوم — کہ تا ہر کس کو ہووی جلد سوں مفہوم

کیا ہوں میں بیان اس نظم اندر — عقاید اہل سنت کا سراسر

کہا نہیں میں کبھی دکھنی اشعار — سنجی ہے شعر کہنی سوں بہت عار

ولی یو نظم یو کیا بالضرورت — پڑھی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا سے — نہ تھا سو اوسکی قدرت سوں ہوا ہے

زمین و آسمان ہور عرش و کرسی — نبی کا نور بھی ہور روح قدسی

ہور عالم پھر فنا ہو یگا یکبار — ہوا ہے یوں ازل میں حکم کرتار

یو سا توں آسمان ہور کرسی و عرش — قلم ہور لوح ہور سا توں طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا   ہی دوسری صورتون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کبین ایک دم سے   پہر آخر کون وجود بلی عدم سے

محبوب القلوب

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۶۵۰۲۔ اورنٹیل) ورق (۱۹۶) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق

یہ مثنوی بہی کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے اس کے مصنف بہی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے جیساکہ مصنف نے خود ریاض الجناں کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے:۔

"اور یہ کتاب محبوب القلوب کے کہ در ۱۲۰۱ھ کے منظوم ہوئی اور اس رسالہ میں ریاض الجناں نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکہا ہے"

اس مثنوی میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات وکرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

حمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا الہی کہ ہے قدرت تیری متنا بہ ماہی
توہی خلاقیت میں ایسا قادر کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے محی عالم حیات اونکوں ہی تیری سے ہردم

بہی فرمایا ہی یوں وہ فاخرالحال کہ اپنی ابتدا میں تا چہل سال
وضو سیتی عشا کی ہر سحر میں ادا کرتا نماز صبح کین
بہی پندرہ سال لگ بعد عشا میں شروع کرتا تہا قران کتیں
رکہ اپنی ہات کو اوس میخ اوپر کہ کاری تہی اوسی دیوار اندر
تمام شب میں پڑہتا تہا میں قران جب آتی صبح کرتا ختم قرآن

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ ذوالمطلعین کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

کیون حسن کا دکھاوے ہی کرو فر آفتاب
ٹک دور کر نقاب کہ ہو سے شرم آفتاب

کرتا ہی لعل سنگ سیہ کو کر آفتاب
تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب

نکلے ہی جب تون دن کو تو ہو دہوپ چاندنی
موج عرق سے شرم کی ہو کر تر آفتاب

بے پردہ گر کرے تو شب تار میں خرام
محشر ہو چو طرف کہ ہی نیزے پر آفتاب

سب چہر کرن کی بال رہی ہیں لقوریان
تو سنجا ہی تیرے رشک سے از بس آفتاب

دیکھے اگر تموج آغوشش کو تیری
بہ جاوی طرح پارے کی ہو مضطر آفتاب

پرتو سے تیرے حسن تلون کی کیا عجب
ہووے کل عجائب اگر در کر آفتاب

مانند عکس آئنہ رخسار ہیں تیری
بے تاب ہو کے لرزے ہی نت تھر تھر آفتاب

ہے موج آنسوؤں سے لبالب نہین کرن
دیکھا ہی تیرے ہات من جب ساغر آفتاب

اس کتاب کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہیں۔

---

(۱)

تحفۂ احباب

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۴) ورق (۱۴۸) سائز ۸ × ۴¾ سطر (۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے ۱۲۰۶ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

حمد

حمد بیحد ہور ثنا بیکراں | ہے سزاوار خداوند جہاں
دم بدم واجب ہے شکر کبریا | نعمتوں کو نہیں ہے جس کی انتہا

ہیں صحابہ میں خلیفے پنج تن | چار و خلفا اور شاہ دین حسن
ہور حواریاں ہیں دس او دس شہ کے جان | جو ہیں وہ یار بہشت بیگمان
ان سوالے اور ونکو بھی ہے یہ لقب | اون کا نہیں اگلی حواریاں ہیں ڈھب
اور نقیباں اوس میں ہیں بارا سمجھ | ہے کہا موسی کی نقیبا کو وہ سمج
جون کہا اونکو معین جبرئیل | اونکو سرداران کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

ریاض الجنان

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
برٹش میوزیم نمبر (۵۵۰۵ اوریئنٹل) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۳) خط نسخ
پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) نستعلیق
برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علی ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔
اس کتاب کی تصنیف ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے۔
اس مثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ھوش حسرت سی اوسکی لکڑا ئی	عجز سی کاڑھی مونھ میں پکڑا ئی
نفس اس غم سی جل ھواھی راک	نھیں سماتا خیال میں یہ تپاک
کاغذ اس دکھ سی ھی بہ پیچ و تاب	اک دریشی ہیں اوسکی تر جوں سحاب
اشک سرخ و سفید سی یکسر	ھوگیا ھی یہ رنگ ابری تر

الغرض کھر کی اور بھار کی سب	ستر او پر گئی رفیق سب
نہیں بچا او نہیں کوئی جز سجاد	ھور حسن بن حسن رکھ اسکو یاد
تھا بلا شبہ وہ جلیل الذات	صدمہ کربلا میں غم کی سات
جب ھواھی شہید امام امم	ھور ھوی ھیں اسیر اھل حرم

وہ بھی اون میں ہوا اسیر ای یار — اس سخن میں نہیں ہے کچھ تکرار

اسی دس دین جب اس محرم کی — مچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہر طرف بر ملا تھا شور و عزا — زلزلہ حشر کا ہوا بر پا
ہوا چار و طرف لہو سی نگار — لگی خرمن کو آسمان کی شرار
ہر طرف خون سے کھلا گلزار — پھولی یہ کربلا سی کیسی بہار
چو شش ماتم میں ہے زمین و زمان — ورطۂ غم میں تھی مکین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

مثنوی گلزارِ عشق عرف قصّۂ رضوان شاہ روح افزا

اس مثنوی کا ایک نسخہ آکسفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔

نمبر (۶۶۴) اور نٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۱۰×۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک مثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیہ داستان ہے مصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے ۱۲۱۰ھ ۱۷۹۵ء میں اس کو لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ گارسی۔ ڈی ٹاسی کی فہرست میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا"

اگرچہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے اس کی تکمیل سنہ ۱۲۱۱ھ ہوئی ہے۔

"الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ و جلال کے ہزار دو سو پر گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا"

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۳) شعر ہیں اس کے بعد مناجات میں (۴۵) شعر پھر نعت میں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۳) شعر ہیں اس کے بعد محبوب سبحانی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۳) شعر سبب تالیف مثنوی اور اپنی ستائش میں (۱۹۳) شعر ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس طرح کل مثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کا لڑکا رضوان شاہ علم و ہنر میں سرآمد روزگار تھا باپ کے مرنے پر مالک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پری بصورت ہرن نظر آئی بادشاہ نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہو گیا۔ رضوان شاہ اس ہرن پر فریفتہ ہو کر خود غوطہ لگانا چاہا۔ ارکان دولت مانع ہوئے نجومی اور رمال اس کا سراغ لگانے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور از خود رفتہ ہو کر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کر کے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پری اپنی اصلی صورت میں باہر آئی دونو کا وصال ہوا۔ مگر پھر جدائی ہو گئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے رہے مصیبتوں میں گرفتار ہوئے آخر مدت دراز کے بعد دونو کی شادی ہوئی اور با مراد چین کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیباچہ کا کسی قدر انتخاب اور پھر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلاں یعنی دہرزہ دراہان لا یعنی زبان دکھنی پر اعتراض اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور جہل مرکب سے نہیں جانتے کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی اکثر شعرا وہاں کے مثل نشاطی۔ و فراقی۔ و شوقی۔ و خوشنود غواصی۔ ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی بحری۔ نصرتی۔ و مہتاب و غیرہم کہ بے حساب ہیں اپنی زبان میں قصائد۔ وغزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دی۔ لیکن نصرتی ملک الشعرا اور تنگ نظری سے مبرا ہے جب شاہان ہند اس کلید جنت نظیر کو تسخیر کئے طرز و روزمرہ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مدت تک زبان ہندی کہ اوسے برج بھاکا بولتے ہیں رواج رکھتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع و

اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص کو ان اوس کی کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمی ہوئی جیسا ثنائی و ظہوری نظم و نثر فارسی میں بانی طرز جدید کی ہوئی ہیں ولی گجراتی غزل ریختہ کی ایجاد میں سبھوں کا مبتدا اور استاد ہے بعد اوس کی جو سخن سنجان ہند بروز کئے بے شبہ اس نہج کو اوس سے لئے اور من بعد اوس کو باسلوب خاص مخصوص کر دئیے اور اوسے اُردو کے بہاکا سے موسوم کئے اب یہ محاورہ معتبر شہروں میں ہند کی جیسا شاہجہان آباد و لکھنؤ و اکبر آباد وغیرہ رواج تمام پایا اور جوں چاہی سبھوں کی من بہایا اواخر عہد محمد شاہی سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے اور اقسام منظومات کو جلوے میں لائے ہیں مثل درد۔ مظہر۔ فغاں۔ دردمند۔ یقین۔ سوزاں۔ آبرو۔ آرزو۔ سودا۔ تاباں وغیرہم لیکن ان سبھوں سے کوئی بھی مثنوی معتد بہی نہیں کہا فقط غزلیات و قصائد و مقطعات پر اکتفا کیا بارے اس عصر میں حسن دہلوی یک مثنوی مختصر لکھا دریافت اوس کی ممیز مصنف پر موقوف رکھنا اولی ہے۔ برخلاف شعرائے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہی ہیں بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کا کہنا دشوار و گراں ہے اس لئے ملک الشعرائے دکن بطور تعریض کہتا ہے۔

دس پانچ بیتاں کہ کئی شوقی اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتی تو اوس بستار کا

اور بوجھ لے بہائی کہ ان سب شعرا میں بعض فقط شاعر ہیں اور بعض شاعر کے سات چاشنی عشق و عرفان میں بھی ماہر ہیں مثل مولانا شاہ نعیم اللہ ندیم تخلص و قاضی شیخ محمود بحری تخلص صاحب من لگن شعرائے دکن سے اور مرزا مظہر جان جاناں و خواجہ میر درد شعرائے ہند سے۔ بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار ہی ....
بعضے اس قدر اوس کے باب میں دفتر اعراق کا کھولتے ہیں کہ ازبس بیچارہ کو سب

شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور واعجابا و احسرتا کہ ملک الشعرا نصرتی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی دستاویز اون کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج مج ہے ۔ زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سمجھ آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعرائے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آبدار اور لباس مستعار ہے ۔ ....

(اُسکے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں، فصاحت میں گر فارسینا کا کلام، الخ

.... تعصب کو یک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کر انتخاب کرے اور اُن سبھوں کو یک داستان گلشن ۔ یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اوس کے اور اوس کے بواقعی واقف ہوئے ۔ سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ یکتای فن طرازی عاقل خاں رازی کہتیں کہ قصہ منہر و مدمالتی کا ہے گلشن عشق سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکہنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا خوب سمجھے ۔

کہی نصرتی سن کے یہ ولولہ — ملا بعد مدت کی مجکو صلہ
کہا سودا کہی انصاف سے — کہ صدقے کرو مجکو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتیں ہیں کہ میرزا رفیع سودا قصائد و غزل میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں یگانۂ زمانہ اور شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ماہر کہتیں افسانہ پر سو افسوس کہ ہجو ہاے رکیک سے آشنا اور از تدین و تمکین سے بیگانہ تہا"

اس کے بعد صراحت کی ہے کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھ کر کوئی مثنوی لکھنے کا شوق ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے لکھنے کی طرف متوجہ

ہو گئے۔ اور بتایا ہے کہ کون کون سی کتابیں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:۔

"ابیات ان سبھوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تکمیل قصہ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ و جلال کے یکہزار دوسو پر گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کرکے اوسے نظم کیا جب زبان قدیم دکھنی اوس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اوسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف و شستہ کو قریب روز مرّہ اُردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاکی میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجداد پدری اور مادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجاپوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری دلمیں نہیں بھاتے ازاں جملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سہ السنہ ہے اور قیاس صحیح بھی اوس کی تائید کرتا ہے برخلاف محاورہ اردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف کر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے۔"

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً مناجات کا عنوان

غنچۂ دل کی غرض حیرانی	در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک	پائی جسکے سر کی تیں افلاک

محبوب سبحانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم	سر افرادہ پر ہی جسکا قدم

اپنے متعلق جو عنوان ہے۔

فخریہ کا ہے اسمین کچھ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے | کہ اوس سے ہوا نام طائی کا طے
ابوطیب اس خوف و ہیبت سے سنئے | کیا توبہ لاف نبوت سے متنبی
میری نثر میں ہوئی صابی جیسے | نظر آوی وہان ابن عُتبے غنی
کرانشا کا بانی ہے عبد الحمید | ولی ہیں ہون خاتم بوجہ سدید
اگر قاضی مصر ہوتا یہان | یہ دعوی اوپر حکم کرتا عیان
بھیجے گر انشا میری تا رشید | مقامات کی بھیج دیتا رسید
اگر ابن عباد ہووی حکم | نہ سمجھے مجھے بو محمد سے کم

ہے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر | ہون ویسا ہی ملک عجم کا امیر
سنئے شعر کا میری کر یک نوا | تو کہتا اوٹھی رودکی مرحبا
کہو کر قصائد تو افضل سکے | کہ سلیمان و مسعود و عرفی رہے

قصہ کی ابتدا۔

محبت کے گلزار کا باغبان | جو تھا اوسکی اخبار سے گل فشان
ہلا اپنے خامہ کے شاخ نول | جھپوایا یہ قصہ کا اوتار پھل
کہ تھا ملک چین کے ایک شاہ | تھا حکم اوس کا ماہی سے لے تا بماہ

ہوا رنج ضایع مرا سال کا | عجب ہی کہارا مری حال کا
میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہی | گنہ لازم و رنج برباد ہے
نہ اب جان نہ جانان میری ہات میں | مجھے بخت ڈالے میں کس گہات مین
کہان سے گیا کہیلنے میں شکار | کہان سے وہ ہرنی گئے وہاں کنار
میں کیا کیا سہا ناگہ ناموس کہو | ہے بس ایک لک شکل اوداس ہو

بہر حال دونو ہو کشتی سوار | چلی تن بہ تقدیر بی اختیار
اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان | تلی اونکی دریا ہی دو راز گران
ہو دونو بہی جینے سے اپنے ملول | گئے یکقلم اپنے ہستی کو بہول
کئی قطع اس طرح کئے روز جب | سماں یا کہرا ایک اونپر عجب
نمایان ہوی رات کو یک نہنگ | او پری کوہ کا جسکے ہیبت سے دنگ

میں یک جزی کالعدم ای صنم | سہا ہوں تیری غم سے کیا کیا ستم
تیری تئیں کرچہ ہوا ہوں فدا | پہ نکلی ہے مجہسے ہر دم صدا
کہ تیرا نگہبان ہو حضرت ذوالجلال | رکہی تجکو دائم بلا سے سنبہال
نہ پہونچی تجہے کچہ بہی غم | مسلم رکہی دل تیرا از الم
تیری تن پہ وہان جو جو آزار سے | میری جان پر اوس کا سب بار ہے
تیری جیسی پاؤن میں پڑی تجہی | میرا دم ہوا پاؤن بیری مجہی
مرگئے رگ ہوئی میری زنجیر اب | کروں کیا میں اس غم کی تدبیر اب

محبت میں کیا کیا مصیبت سہا | عجب ہے کہ اب لک وہ جیتا رہا

اگرچہ خمیر اوس کا ہیکا تہ خاک / ولے آتشی سے ہوا جل کے پاک
تیری شاہ زادی کہ ہی شہ پری / اوسی داغ سے غم کے بریان کری
کبہو جوش صحرا کے فوجوں میں پہر / کبہو جوش دریا کے موجوں میں پہر
بہر حال پہچا سے وہ اب یہاں / ہلاکی سے مجکو دیا ہی امان
تو جو ہوسکے تجہ سے تدبیر کر / اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر
دی اول خبر اوسکے محبوب کی / سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی

خبر شہر میں یوں پہچی میں تب / نبی لیکے رضوان آیا ہی اب
یہ مژدہ سنے جب صفا رد سپار / چلی اب ہیں در پر دریا کنار
لئے اپنے سات چونڈول و تخت / بہی فیل و شترا بہوت سے بہر رخت
بصد شان و شوکت کے اونکو لے / تہے چہوٹے بڑے جو محل میں سلے
ہوی دیکہ دولہن کو سب باغ باغ / لئے باغ دہب سے کوہ و راغ

خاتمہ:

ہے پہر سوز یوں عشق سے یہ بیان / کہ جل جادی پروانہ و شمع وہان
اگر دیکہی ہلکہ اوسکی مستی کا زور / کری داد فریاد بیکل ہو شور
ہے اوس درد کا اوسمیں ناز و نیاز / جلی جس سے نوعی کا سوز و گداز
اگر دیکہی اوس نظم کا طمطراق / تب دہن سے سودا کو ہوا احتراق
جیہو نصرتی سا تہہ ہی گفتگو / اوسے کیا ہی طاقت کہ ہو روبرو
اگر جادی چالیس میں یہ نور تن / ملک اوسکو اپنا کری من و دہن
جو دل عشق کے شمع کا ہی لگن / پتنگ سچ کو اپنا کری من لگن

جو ہی شوق شغل شور عزام | نشاطی ہوا سس پہول کا مدام
نہ کرتا ہوں ہرگز مباہان میں | کیا درست ہی شبہ بیابان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

باقر آگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد کتب خانۂ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بھی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چھوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان[1] بھی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور باکمال شاعر تھا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد۔ قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت۔ منقبت۔ مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آگاہ کو والاجاہ کا تقرب حاصل تھا۔ وہ شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تھا مگر کبھی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکھنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بھی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

---

[1] ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم متبحر تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی ارشاد اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی مثنویوں پر آج کل کے نقطہ نظر سے غور نہ کرنا چاہیئے ڈیڑھ سو سال پیشتر کا ماحول آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ کلایو اور وارن ہسٹنگیز کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم دنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پُر کرنے والا نظر نہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اردو کا رواج ہو رہا تھا۔ مگر اقلیم اردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاذ بلکہ نایاب تھا شمالی ہند میں صرف غزل اور قصائد کا زور تھا جنوب میں مثنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانایان فرنگ نے ہنوز اردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبدالقادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی۔ عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن تھا کہ فارسی میں جو اب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کر سکیں اس نقص کے باعث سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی تھی۔

اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج پر کمر ہمت باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور صرف آگاہ تھا۔

آگاہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس نے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے صنف لطیف کی بہبودی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"بعض علماء متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں
لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پاویں
لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیاں فارسی سے بھی آشنا نہیں اس
لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر
دکھنی رسالوں میں بولا ہے۔"

پھر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس لئے میں — تا ہووے سمجھ عوام کے تیں
تا سب امیاں ہور عورات — پڑ لے سنے اسکی پاوین لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:۔

دلے یو نظم بولیا بالضرورت — پڑے تا اسکو ہر امی و عورت

غرضکہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اردو زبان میں سیرۃ، فقہ عقائد پر متعدد کتابیں خاصکر عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔
آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دروغگوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے جو چند مثنویاں واقعات کربلا اور سیرت آنحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے مملو تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے موٹے موٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ خود

اس کا خیال تھا اس کو عام فہم لکھا جائے تاکہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔ آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ آپ کے بہترین اخلاق اور پاکیزہ سیرت مقدس کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے۔

ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن[1] نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ

مرتب کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ شریک ہے۔

سنہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک مدار المہام ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد خاں اور ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا۔ ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامرا فرزند والاجاہ کی رفاقت میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے عہد میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی متلون مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دے دیا اس کے بعد سدہوٹ ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

---

[1] انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ مطبوعہ ہے جس میں اردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر یہاں ایک اور خاص کیٹلاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں نہیں ہیں۔

مدراس طلب کرکے مدار المہامی کی خدمت پر مامور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۱۲۳۳ھ میں اس سے مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی میں ہیں ایک اُردو ہے جو زیر بحث ہے ۱۲۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا[۵۱] مسجد والا جاہی مدراس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چھوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب[۵۲] مدار الامراء جو نواب محمد غلام غوث خاں والا جاہ کے زمانہ میں مدار المہام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ یہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اُردو تصنیفات جو نثر میں سیر عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکن میں اردو ملاحظہ ہو۔

زیر بحث کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو حنفی فقہ ہے۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جان تو بے شک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ بزرگ کی پس ثواب پاوے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی اوسکی پھر عذاب کیا جاوے وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے ساتھ عمل مشروع کے اور ساتھ عمل غیر مشروع کے۔

خاتمہ

اور حاشیہ مدریہ کی سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک اچھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی ہے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

---

۵۱ تاریخ احمدی۔

۵۲ مدار الامراء کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

چار گلشن

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) ورق (۲۲۱) سائز ۴ × ۷ ۱/۲ سطر (۱۲) خط نسخ کاتب سید یعقوب تاریخ کتابت ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ بمقام قادر نگر عرف تنجاور بمصنف سرشار۔

چونکہ یہ مخطوطہ کیٹیلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامرا رئیس ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد بادشاہ کی تعریف اور سبب تالیف مثنوی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مثنوی عمدۃ الامرا (۱۲۱۰ھ تا ۱۲۱۶ھ) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔

نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتدا:—

سخن کا جو تھی انجمن دلکشا   تھی اوس بزم کا شمع حمد خدا
تھی ایسا شہنشاہ وہ بی نظیر   جو شاہاں کو بخشا تھی تاج و سریر
بڑی ہیں فلک گرچہ با آب و تاب   تیری بحر قدرت کی ہیں نہ حباب

کرون مدح نواب عالی جناب
کہ ہے عمدۃ الامرا جسکا خطاب

بڑی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹہاٹ
وہ ہی وارث صوبہ ارکاٹ

سخاوت کی گھر کا ہی روشن چراغ
تر و تازہ اوسی عدالت کا باغ

وہ شیر دلاور بمیدان جنگ
ولایت مین سن نام لرزین فرنگ

وہ ہی حلم و تمکین کا کوہ گران
مروت کو کوئی کیا کرہی امتحان

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے:۔

اگر دیکھی اس مکان غور کر
محمد نجیب الدین خان نامور

او نیرا ما رنگی ہی برج کا
وہ کوہر سخاوت کی ہی درج کا

کہ ہی موج زن جسکا دریاے حلم
بیان کیون نہو اوس کا ہر ما ہی علم

ولی عہد ارکاٹ کی مدح کے بعد مزید شرح کرتا ہے۔

سخندان سخن ور کا ہی قدردان
سخن اوس کا شیرین ہی رنگین بیان

دل اوس کا صفا واقف راز ہی
تخلص کہوں اس کا اعجاز ہی

کہ یکروز آراستہ کر مکان
وہ بیٹھا تھا مسند پہ با فر و شان

تھا حاضر وہان خان حیدر نواز
کرم سے ہی جسکی جہان سرفراز

رشید علی خان بہادر امیر
وہ سردار کا تھا بہت دلپذیر

وہ سردار کا جو کی ہی نور عین
وہ عالی نسب مرتضی حسین

غلام علی خان و حیدر علی
جو تھی جان و دل سے غلام علی

تھا بازو سی بیٹھا جوان سبز رنگ
وہ قادر حسین خان سرافراز جنگ

دو فرزند سردار کی درۃ التاج
وہ تہی بزم آرا کی دوسراج

تہا واجد علی خاں با حشم وجاہ | دل وعقل روشن وہ عالی نگاہ

اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید حسن خان ۔ رضا حسین خاں ۔ معروف علی خاں ۔ مسیح الزماں خاں ۔ نظام الدین حسن خاں ۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے ۔

تھا اوس بزم میں شعر کا گفت وگو | اوسی دن ہیں یہی گیا روبرو
کہا مجکو ای میر سرشار آ | ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کہ تو باغ معنی کا ہی آب ورنگ | تیری دیکہہ اشعار عالم ہی دنگ
کہی شعر رنگیں و مضمون نئی | کہی تو سخن تو نہ پھر کوی کہئی
کہا تو نی قصہ قصائد کئی | نشانی تیری ہر مکان پر رہی
اگر جا وی دیوان تیری ہر کھس | جو دیکہا کہا آفرین آفرین
جو ہی چار درویشکی یہ کتاب | ہی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اوسی تو کری | جواہر معانیکی اسمیں بھری
جو دیکہی وہ قصی کو دیوانہ ہو | سخن شمع ہو خلق پروانہ ہو

شروع کر ہوا سال یک در حساب | بفضل خدا ہوی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تہی دلفرور | تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بوتراب | وہ ہاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سمجہ در شہوار کے | کیا نذر رب میں وہ سردار کے

ابتداداستان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب گنج ہی | خریدار اوسکی گھر سنج ہے
سنانا ہی سرشار اث اشتان | سنو کان دھر کیا ہی مہر مہربان

تھا ایک بادشاہ کارفرمائی روم	سخاوت کی جسکی جہانمیں تھی دھوم
کرم خلق پر اس کا تھا بے شمار	زمانیکا پرور تھا جیب و کنار
جو سائل کری اسکی در پر سوال	نہ پھر کس سی چاہی زر و سیم و مال

میں آفت سی دریا کی اسی بادشاہ	بچا جب چلا لیکہ بستی کی راہ
کیا سمت بازار کی جب خرام	نتھا وھان بہی قسمت میں آب و طعام
گرفتار ھو چور سمجھا یا سہا	سیاست سی پہردار کی بچہ رہا
لیجا چاہ میں جب دی منجکو ڈال	خدا سی کیا عرض میں اپنا حال

اٹھا چوب لی اسکو دیکھا میں جا	وہ بیٹھی تھی روتی ہوی سر جھکا
لگایا ہیں یک چوب نزدیک جا	تلی سانس بھران نی ھوگئی فنا
وہ توشہ کا صندوق اٹھا لیکہ میں	وہ ہر روز کھانی لگا اس کتیں
خداوند رازق بندہ نواز	کری پرورش سبکو ھو کارساز

جدائی کا شعلہ بھڑکنی لگا	گویا مرغ بسمل تڑپھنی لگا
کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک	اوڑانی لگا سر پو میں اپنی خاک
کیا آہ پر آہ میں ھائی ھائی	بھا اشک گلرنگ کھا دای دای
مجھی دیکھ دائی نی سر پیٹ تی	کھڑی آکی چاتی کتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

اری یہ فلک کیا دل آزار ھی	جفا کار ھی سخت مکار ھی

اگر ہووین معشوقو عاشق بہم   تو آنکھون بیچ اسکی گویا خار ہی
مبدل کرے وصل کو ہجر سے   یہ عادت ہی اسکی یہ اطوار ہی
فلک کا کہان تک مین شکوہ کرون   ارے یار تیرا خدا یار ہی
مجھے تو کہیں اپنی دل سی نہ بھول   اگر عاشقی مین وفادار ہی

ملاقات میری سے خوابو خیال
سی اسمین کرنا ایک آزار ہی

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت   پسر کو خوشی سی دیا تاج و تخت
وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے   شب و روز حق کی عبادت کرے
شہنشاہ کبھو روم کو آپ جاسے   کبھو اپنی داماد کی تئیں بلائے
خدا کا وہ کر شکر رہتی تہی شاد   خدا دیوے ہر ایک کی ایسی مراد
دے ساقی مجھے ایک باقی جام   یا ہو ورد دیا صاف بہر دے تمام
نہ یہی کہ جس سی ہی عالم خراب   دے وہ ہی جو ہو الفت بو تراب

دور آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۱۳۶ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفجاہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمرالدین خان حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہجہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گولکنڈہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے زیر تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہجہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمرالدین خاں ہیں جو آصفجاہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چہار ہزاری کے ساتھ چین قلیچ خاں کے خطاب سے سربلند کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خان کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجداری لکھنؤ پر مامور کیا۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن پر بھی قبضہ ہوگیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دار شاہ مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آچکی تھی۔ سکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر اٹھا چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرفہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبداللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمراں ہوا اور آصفجاہ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل کرکے رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔ اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجداری سنبل و مرادآباد پر منتقل کردیا گیا حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کرلی۔

نظام الملک کو مرادآباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امراء دربار سیدوں کے عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہوگیا آئے دن کی بد انتظامی سے تنگ آکر نظام الملک مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہوگیا دونوں قتل ہوگئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کرکے قلمدان وزارت آپ کے تفویض کیا۔ (۱۱۳۴ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہوگئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بھکانے لگے جس کے باعث آپ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۱۳۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پر وہ مقابلہ کے لئے آیا شکر کھیڑہ کی لڑائی کے بعد آپ منصور و مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفجاہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور عمدگی سے مسند دکن پر حکمرانی فرمائی قلمرو آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد حسب ذیل حکمراں مسند حکمرانی پر متمکن ہوئے۔

(۱) نواب ناصر جنگ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۲) نواب مظفر جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۳) نواب صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ

(۴) نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ

(۵) نواب سکندر جاہ ۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ

(۶) نواب ناصر الدولہ ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

(۷) نواب افضل الدولہ ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ

(۸) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ

آصفجاہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بھتیجے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا مگر بعض مفسدوں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہوگئے مظفر جنگ حکمراں بنے لیکن مفسدوں نے آپ کو بھی قتل کروا دیا ان کے بعد آصفجاہ کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ مسند دکن کے مالک بنے (۱۱۶۴ھ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہوگئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلابت جنگ نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

(۱۱۷۵ھ) آپ کے دوسرے بھائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے دربار دہلی
سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ باوفادار) سے سرفراز ہوا۔ شروع شروع
فرانسیسیوں سے اتحاد رہا مگر جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان
جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے محمد علی خاں والاجاہ کی
کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہوگئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ
کے لئے تعلق منقطع ہوگیا۔ آپ نے بارہا انگریزوں کی تائید وحمایت میں عساکر آصفی سے
مدد دی ۱۲۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان
کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سریر آرا حکومت ہوئے آپ کے زمانہ
میں ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار وفادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن
مامون رہا۔ ۱۲۸۵ھ میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں مسند نشین ہوئے۔
آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک ریجنسی کے سپرد رہا جس کے صدر
شمس الامراء اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اول اور نریندر پرشاد تھے ۱۳۰۱ھ میں
آپ کو پورے اختیارات دئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیٰحضرت سلطان العلوم
نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیرگاہ
آپ کو سلامت رکھے۔ آمین[51]

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند ودانشمند تھے علم وہنر کی قدردانی کے ساتھ خود بھی
ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علماء وصلحا کا ماوی وملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

---

۵۱ یہ حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تزک آصفیہ۔ گلزار آصفیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی۔

آپ کی قدر دانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں
جنہوں نے اورنگ آباد کو وطن بنالیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے
آصف تخلص تھا۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کالی نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسد سے
مجھ داں کن یہ دعائے یمنی سے

آصفجاہ کی علمی قدر دانی کے متعلق مولانا آزاد رقمطراز ہیں :-

"فقرا و علما و صلحا و ارباب استحقاق را بحضور می سپردو بقدر
قسمت ہر کس ترسیع بظہور می رسید علما و مشائخ دیار عرب و ما ورالنہر و
خراسان و عراق عجم و اطراف ہندوستان منت قدر دانی او شنیدہ
رو بدکن آوردہ و زلہ از شیلان کثیر الالوان بردند"

آصفجاہ اول کے بعد بھی فرمانروایان دکن کو علمی قدر دانی اور علم پروری کا خاص ذوق
تھا علما و مشائخین کے علاوہ طلبہ کے لئے یومیے۔ روزینے۔ امداد مقرر کئے جاتے تھے
اور اکثر اوقات یہ روزینے دوامًا ہوا کرتے تھے تاکہ شائقین علم قوت بسری کی فکر سے
مستغنی ہوکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفجاہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علیخاں غفران مکان کو شاعری کا بھی
خاصہ ملکہ تھا اول الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تھا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اردو
میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

ایسے کبوتر جا کہ یوسف کو کہ گھر سے نکل
چاہ سے تیرے زلیخا ہوگئی ہے باولی

یار خود سید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا ذرہ ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

غفران مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے "دکن میں اُردو" میں آپکے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرمانروایان آصفی کی طرح وزرا و امرایان سلطنت آصفیہ کو بھی شعر و سخن سے دلچسپی رہی اور وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صارم۔ شاداں۔ احسان کافی۔ آفاق۔ ربیط وغیرہ راجہ چندو لعل کے نواسے مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیر ہوتا ہے۔[1]

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے ترقی العلوم کے لئے آپ کا عہد میمنت عہد عہد مامونی بغداد و عبدالرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم سے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور دارالترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی خاص ذوق ہے "عثمان" تخلص فرماتے ہیں امیر مرحوم کے جانشین جلیل کو آپ کے استادی کا شرف حاصل ہے کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے دعا ہے کہ خدا اس بہار کو سدا بہار بنائے اور تا جدار آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میوہ ہائے نورس سے نونہالان چمن کو نہال کرے۔

صفحات آئندہ میں ہم ان مخطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی — ولی

---

[1] تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

(۲) خلاصۃ المعاملات	عاصی
(۳) انواع العلوم	عاصی
(۴) شوہر نامہ	صابر
(۵) سوداگر کی بی بی	قیاسی
(۶) مثنوی عقد فاطمہ	مخدوم حسینی
(۷) معجزات رسالت	ایضاً
(۸) انتخاب دیوان سراج	سراج
(۹) مثنوی راگ مالا	عزلت
(۱۰) دیوان عزلت	ایضاً
(۱۱) مثنوی لال و گوہر	عاجز
(۱۲) دیوان عاجز	عاجز
(۱۳) در مجالس	سکینہ
(۱۴) قصہ بہلول صادق	لطیفی
(۱۵) جنگ نامہ بھاؤ راؤ	؟
(۱۶) جنگ نامہ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	؟
(۱۷) روضۃ الصالحین	؟
(۱۸) دیوان چندا	چندا
(۱۹) دیوان شاداں	شاداں
(۲۰) مرثیہ	ولی
(۲۱) مرثیہ	رضی
(۲۲) مرثیہ	قادر

(۲۳) مرثیہ — روحی

(۲۴) دیوان حسینی — ہاشم علی

(۲۵) مراثی .... شعرائے مختلف

دیوان ولی

(ولی اورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں (۸) نسخے برٹش میوزیم میں ایک نسخہ کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے آکسفرڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور اڈنبرہ یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

انڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۱۰) سائز ۹ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۴ھ

(۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز ۷ ¼ × ۴ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز ۸ ½ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز ۹ ¼ × ۵ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۸۵) سائز ۸ ¾ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۲۷) سائز ۱۲ × ۷ سطر (۲۱) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۲۸۰ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۸۵۶ ایڈیشنل) ورق (۱۳۴) سائز ۸ × ۶ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵۸ اڈیشنل) ورق (۱۰۲) سائز ۹ × ۷ ½ سطر (۱۴)۔
خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۶۴) ورق (۹۱) سائز ۹ × ۷ سطر (۱۴) خط نستعلیق

(۱۲) کیمبرج کایز کالج (   ) نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱ × ۸
سطر (۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفرڈ یونیورسٹی نمبر (۴۶   ) ورق (۱۲۵) سائز ۸ ۵/۸ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۵)
خط نستعلیق

(۱۴) اکسفرڈ نمبر (۵۸۶ اوڈیشنل) ورق (۹۵) سائز ۹ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق
کتابت سنہ ۱۱۵۳ھ

(۱۵) اڈنبرہ یونیورسٹی نمبر (۳۷۸) ورق (۱۱۹) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق
ان کے علاوہ برٹش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۳۲۷ ۲ اڈیشنل) جس کی کتابت
۲۰ شعبان سنہ ۱۲۲۴ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔

ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"ولی دکھنی جن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ
سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد گجرات کے
رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا
ہے۔ ابو المعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد سنہ ۱۱۱۲ھ/۱۷۰۰ء میں دہلی گئے
یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ
نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے
اس کے بعد محمد شاہ کے عہد سنہ ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان
کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی۔"

دیگر مولفین کیٹلاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً آکسفرڈ کی کیٹلاگ میں لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا کہا جاتا ہے کہ اونہوں نے سب سے پہلے اردو میں دیوان مرتب کیا یہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی آئے تھے"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں صراحت کی گئی ہے:-

"شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کرلی تھی عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس نے کچھ بھی وضاحت نہیں کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ "ولی گجراتی ان کے دیوان کے بکثرت نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔

ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع ہوا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ولی کے حالات اور اوس کے کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے مواد کے مدنظر اس میں مزید اضافہ کی گنجایش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالمعالی کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالمعالی وہی ہیں جن کے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندرجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اور ان کا دکھنی ہونا پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کٹیلاگ نے ان کے ساتھ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں اونہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہو گئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت کے قطع نظر خود ان کے کلام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکھنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ولی ایران و توران میں ہے مشہور اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

ہوئے کی شمع سوں روشن دے ہفت اقلیم کی مجلس
ولی پروا نگی کرتا ترے سے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے سنہ انتقال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب ۱۱۵۵ھ اور بعض ۱۱۴۲ھ ظاہر کرتے ہیں آخر الذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مد نظر اس کی عربی فارسی قابلیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تھا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تھا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں رائج نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کرکے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنا دیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ ولی کو اردو شاعری کے باوا آدم سے مخاطب کیا جاتا تھا گویہ اس لئے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ ل چکا ہے مگر ولی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً صنف غزل گوئی میں جو کچھ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں تاباں اور درخشاں رہے گا۔ آج میر اور مرزا کے کلام پر جو کچھ مدح سرائی ہوتی ہے وہ ولی کے خوشہ چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ولی کے متعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات پر کچھ صراحت ضروری ہے۔

ولی نے قدیم شعرائے دکن کی طرح کوئی مستقل مثنوی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں جن کی تعداد پانچ سو تک پہونچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو کے غزلوں کے ساتھ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہوسکتی ہیں جو کلیات ولی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ رباعی۔ مثلث۔ فرد قطعہ ہر ایک میں ولی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرد کے قطع نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کو مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیئے
۱	قصیدہ	۶	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	بازگشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کے مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۳۶

مگر اس امر کا خیال رہے کہ کسی ایک دیوان میں ولی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندراجات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان ؎۱	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۴	۲	۹	۲۷	۴۰	۲	+			
۲	۳۷۴ ؎۲	۱	۲	۵	۷	۱۰	۴۶	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸		۶	۳	۹	۲۶	۲۹	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	۳	+	۲۳	۴۰	۲				۲
۵	۲۲۱	+	۲	۴	۳	۱۱		۱	۱	۱	۱	۱
۶	۲۷۲	+	+	۲	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	۳۵۱	+	+	۱	۱	+	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۳	۲	۱				
۱۱	۲۴۱	۲	۴	۳	۹	۲۳	۲۲	۳	۱			۱

؎۱ یہ سلسلہ نمبر صفحۂ اول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

؎۲ بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہوگئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۷			۲	۳	۴			۱			
۱۴	۳۴۷		۵	۱	۱۰	۲۶	۲۰	۲				
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	۳	+	+	۱				

ذیل میں ولی کا وہ کلام درج کیا جاتا ہے جو کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی ۔۔۔ چلنے کی پکار کیون کی جاوی
جان دار کی پار کیون کی جاوی ۔۔۔ دل یار کو چھو کیون کی جاوی
زخمی ہے شکار کیون کی جاوی

پھرتا ہون جہان و جگ سون ہزار ۔۔۔ اس بند میں آ پڑا ہون لاچار
کیونکہ ہو برہ میں مست ہوشیار ۔۔۔ جب لگ نہ ملی شراب دیدار
انکھیان کا خمار کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آ ئی گھیرا ۔۔۔ حیران ہوا ہوا اس میرا
اس دن سون ہوا ہون تیرا چیرا ۔۔۔ یکسان ہے ہمیشہ حسن تیرا
جنت سون بہار کیون کی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو روی ۔۔۔ ہر شام صبح میں تل نہ سووی
یہ عمر عزیز غم میں کھووی ۔۔۔ انکھوان سے اگر ردنہ ہووی
مجھ دل کا غبار کیون کی جاوی

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتان ۔۔۔ معشوق کی ناو پر بکا تان

نہین کام ہر ایک کا اسمین آنا   ممکن نہیں اب ولی کا آنان

ہے عاشق زار کیون کی جاوی

یہ خمسہ دیوان ۱ اور ۲ میں ہے۔

خمسہ دیگر:۔

اسے یار من بہلا ہے گا   بیچ اس کے بہت جفا ہی گا

جان من اس اوپر فدا ہی گا   ....مر مبتلا ہے گا

عشق بازوں بیچ شکا ہے گا

جان من اس طرف توں آیا کر   ایک دو بات خوش سنایا کر

ہر کسی کون گلے نہ لایا کر   بات کہکر سبھی بہلایا کر

اس موں تیرا بہت بہلا ہے گا

جان من ہر کہون پھرا مت کر   سخن بد کہون سنا مت کر

بانکہ و غنارہ سون ملامت کر   ان دخل باز کون لیا مت کر

زانکہ بسیار بیہودہ ہے گا

تہمتان لوگ کرتے ہیں مجھ پر   سب ترے واسطے سنے دلبر

توں مرا یار کسی سون نہ ڈر   لاک تلوار گر پڑی سر پر

سر تری راہ پر فدا ہے گا

ورنہ کچھوں جو ہیں تلوار   ملک ہندوستان کرون گلزار

جس کے سر پر لگا کی مارون وار   یکسون دو کرون ددو سون چار

تیغ میری سون لا فنا ہے گا

درکف یار کافر تنگ است   یار من دیدنش بسے رنگ است

شکر للہ کہ یار ہمرنگ است   یار من در جہان عجب رنگ است

رنگ بارنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہمچو شیرین بر   سارے خوبصورتوں میں ہے گا زر

نام رکھا ہوں میں جس کا اژ کر   مدد اوست مرتضی حیدر

دلربا بوہی دلربا ہے گا

اے ولی توں نشاں سیمین بر   ہمچو جوگی ہو گشتہ ام در در

یار میرا جو ہے گا جادوگر   سحر انکھوں سنے کیا مجہ پر

نگہ اس کی ہیں کیا بلا ہے گا

یہ مخمسہ دیوان ۱۴۲ میں ہے۔

دیگر:-

حضرت نبی کے نور سیں سب جہان نورانی ہوا   روشن علی کی آل پر جیو جان قربانی ہوا

جامی نظامی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا   حب الوطن کی مصر سوں اب یوسف ثانی ہوا

ترا غم مجہ دل منی اب ہمدم جانی ہوا

معشوق کی منزل میں آواز آیا جرس کا   کرتا جفا جور و ستم دیکہو حیابی ترس کا

دنیا میں ثابت ہوا کچہ خوف ناہیں عرش کا   در در پکاری ہو پہر دن مشتاق تیری درس کا

جل بل برہ کی آگ میں لعل بدخشانی ہوا

اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف   صابن لگا دہو یا کرو منہ تا نہیں غم کا حرف

ہر یک سوں جا بازنہا پری کم ذات کا جو ہی ظرف   راکہی فقیروں کا مکمل شاہان کی مسند پر شرف

ہما کو جس کا اوڑیا تخت سلیمانی ہوا

ناصح منع کرتا مجھے ہیں مست اپنی حال سوں   دیکہی عجب ہم نے صفت معشوق کے خط خال سوں

اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کی جنجال سوں　　سن یہ غزل کلمہ پڑا آکاس اور پاتال موں
دنیا کی چاروں رکن میں دور مسلمانی ہوا
یہ دل کبوتر ہو مرا گیرا پڑا شاہین کا　　جل بل انگارا ہو رہا یہ کام ہے نہیں دین کا
پوچھو اگر پھر خدا تک دکھ دقا مسکن ہوا　　اس سیس پر قائم اچھو لک سایہ محی الدین کا
معشوق میرے کون مدد محبوب سبحانی ہوا

رباعی

باج تجھ درد کی جگت میں درد مجھے　　نہیں ہمدم دوجا بھی غیر دم سرد مجھے
جب کہ دیکھا ہوں تیرا روپ نظر پر اور نہیں　　عشق تیری نے کیا زر کی نمن زرد مجھے

دیوان مـ۱ ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پلک تیز و غمزہ آتش تیز　　گئے ہیں دل سوں مری ملکر پو ستیز تیز
رقیب پر چلی جو چلی بس پو خاک کرلی نہوں　　جو حشر لک دو پکاری بریز بریز

دیوان مـ۱ ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تحصیل دل کوں ہونی یو یک کتاب بس ہے　　دانائے منتخب کوں یو انتخاب بس ہے
جہ حال کا کری گر آکر سوال دلبر　　تو لا جواب ہونا اتنا جواب بس ہے

دیوان مـ۲ ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جبکہ وہ رشک پری جلوہ گر ناز ہوا
دل کی تسخیر کوں مظہر اعجاز ہوا
سبزۂ خط نے رخ یار کوں بخشا ہے جلا
دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان ۲ ورق ۱۵۸ و دیوان ۵

دیگر

یوسف حسن آج سستا ہے
جا کہ لیلیٰ کو جیو ترستا ہے
مدعی کوں کہو کہ جیو دنوں کا
وو نہ دیوان کا جیو میں بستا ہے

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ الف

دیگر

آہ سوں مجھ جگر میں جھید ہوئی
قاش مجھ عاشق کی تہہ ید ہوئی
اس سپیدل سوں جا کہو یاران
رو ہی دیدہ ہی میری سفید ہوئی

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ و دیوان ۵

دیگر

تجھ یاد سوں سینہ ہے مرا روشن باغ
جس باغ کے دیکھے سوں ہوا لالہ داغ
روشن باغ میں تک غم کا محل باندھا ہوں
میں آہ کے جس بیچ کیے لالہ چراغ

دیوان ۸ ورق ۹۱

دیگر

شاخ گل ہے یا نہال راز ہے
سرو قد ہے یا سراپا ناز ہے

دودِ آہ شوق مشتاقاں نہیں خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلربا سا لقا تھا سو اب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

خوبرو کوں جمال لازم ہے عشق کوں تب خیال لازم ہے
حسن کوں خط و خال لازم ہے مشکیں طوطی کوں فال لازم ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے مثلاً کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہے نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن ہر مدرسے کے بیچ میں یہی قیل و قال ہے
(صفحہ ۲۸۰، ۲۷۹)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان ۵ میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے دل اس کا رشک خوبی بدر کمال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل اے ولی ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل و قال ہے

کلیات ولی میں درج ہے :۔

تراقد دیکھ اے سید معالی | ہوئی روشن دلاں کی فکر عالی

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے :۔

تراقد دیکھ اے سید معالی | سخن فہماں کے ہوئی ہے فکر عالی

کلیات میں درج ہے :۔

لہر یا چیر اصنم کا بسکہ خوشش انداز ہے | دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہو

یہاں کے دیوان علا میں ہے :۔

لب سیمیں ٹریا چیر اصنم کا بسکہ خوش آوازہو | دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہو

غرضکہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے ولی نے قدیم دکھنی شعرا کی طرح کوئی طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیات ولی میں بھی یہ مثنویاں شائع ہوئی ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد دہ مجلس کا قطعہ بھی درج کیا ہے۔ مجھے دہ مجلس کے ولی کی تصنیف ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ ولی اورنگ آبادی نے دہ مجلس نام کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی۔ میں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) ولی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ

ہر جامع دیوان نے کیوں وہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا
مثنوی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی
قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) وہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو
ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے قیاس
ہو سکتا ہے کہ ولی کی وہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں وہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے
قدیم دیوان جو ۱۱۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابو المعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا
اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) وہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع
ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ
اس سے بہتر تصنیف کر سکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ
کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں وہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال
ہے کہ وہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا ہے
خصوصاً جبکہ روضۃ الشہدا کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر
مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کروں میں مجلس اول میں تحریر — وفات سید عالم کا تقریر

کروں میں مجلس دویم پر غم — وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے صحرا کا مسافر   لگیا چلنے دم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہدا کا دوسرا نام وہ مجلس ہو سکتا ہے پھر تاریخ تصنیف کے شعر بھی قریب قریب ایک ہو گئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہدا کے خاتمہ پر درج ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال   اگیارا سو اوپر تھا تیسواں سال

ولی اب رکھ قلم اور ختم کر باب   نبی اور آل اوپر بول صلوات

کلیات ولی میں جو قطعہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:-

ہوا جب ختم جب یو درد کا حال   گیارہ سو پو تھا اکتالیسواں سال

کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول   ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے سہو کتابت ہوئی ہو۔ بہرحال جب تک وہ مجلس نام کوئی کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی مثنوی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے موجود نہ ہو میں اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہوگا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کاتبوں اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق بھی سلسلہ وار صراحت کی جاتی ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کاتب حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دوئم ربیع الثانی سنہ ۱۳ جلوس محمد شاہ (۱۱۴۴ھ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد انڈیا آفس میں بنوائی گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر جھلی چسپاں کی گئی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ (۱۱۵۵ھ) میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نورالدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جابجا الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے مثلاً "نسبتا ہوں" کو "لکھتا ہوں" وغیرہ بنایا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کئے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہریں ہیں ایک میں محمد عبد اللہ ولد حافظ محمد احمد سنہ ۱۱۸۶ھ اور دوسرے میں محمد احمد سنہ ۱۱۶۵ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے۔ خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے۔ دیوان ۳۱ اس کی کتابت ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابو المعالی ہے۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہو گیا ہے۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ ردیف الف کی بیس غزلیں خوش خط درج ہیں۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پھر ابتدا ہوئی ہے۔ اور کچھ مکرر کلام بھی درج ہوا ہے۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جابجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے "تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن" اور آخری صفحہ پر درج ہے۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر
یافت مالک و کاتب این دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابو المعالی
است کسے دعوی کند باطل است"

دیوان نمبر ۳۲ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔

"چہاردہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہہ جوکرج جیو سلمہ اللہ تعالی
بخط ناپختہ (؟) خادم بروز دسہرہ اتمام یافت"

دیوان نمبر ۳۳ اس کی تاریخ کتابت ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ اور کاتب غلام محمد ہے۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"کتاب ہذا حسب فرمائش جناب سیٹھ صاحب بروزجی سہراب جی
یسرن بمقابلہ منشی لیسین خان بتاریخ ۱۱ رجولائی ۱۸۸۴ء تسوید شد
فقط لیسین خان"

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

"الحمد اللہ والمنت کتاب دیوان ولی در بندر صورت اختتام یافت
تحریر تاریخ ۲ رذی الحجہ ۱۲۸۰ھ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد"

دیوان نمبر ۹ مملوکہ برٹش میوزیم اس کی کتابت ۲ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ بمقام بوین پلی (سکندرآباد) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب سے حل نہیں ہوئے۔ مثلاً

غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجہ کون شاہ بے نظیر کیا
تری جو خال ہے کہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف "ولی" لکھہ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے ...... تمنّات کی   توبہی دکہہ بہرنے سون بہرجو تہا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجہ عرق کی وصفیں ....   عالم میں اوسکا نام جواہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد غزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ کی تاریخ کتابت ۲۶ صفر ۲۳ جلوس محمد شاہی (۱۱۵۳ھ) ہے خوش خط ہے سرخ جدول ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"دیوان ولی بحسب فرمایش رفعت وعوالی پناہ خاں صاحب مہربان
محمد نسا پہ چھپو مرقوم سنہ بست و ششم شہر صفر ۲۲ جلوس محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہیں یہ دیوان فرانس کے محقق اردو گارسی ڈی تاسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نمبر ۱۳ کی کتابت ۵ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ میں ہوئی ہے کاتب آتمارام ہے جس کی تصدیق خاتمہ کی حسب ذیل عبارت سے ہو سکتی ہے۔

"بخط بندہ احقر آتمارام بتاریخ ۵ ربیع الاول سنہ ۴۰ مطابق ۱۲۱۲ھ روز جمعہ
دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی۔"

دیوان نمبر ۱۵ کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخ کتابت اور نام کاتب وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم
اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہد خلافت بادشاہ جہاں خلائق بارگاہ محمد شاہ
بادشاہ غازی .... (؟) فی المعارک والمغازی کاتب الحروف
شیخ امام الدین ساکن .... (؟) بتاریخ دویم رجب المرجب
سنہ ۱۱۵۳ھ روز شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھڑی روز برآمدہ بتصحیح .... (؟)
ایں صحائف پرداخت۔"

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ ۱۱۵۶ھ میں وہ بقید حیات نہیں تھا۔

دیوان نمبر ۱۴ میں ولی کی غزل "ہوا ہے رشک چنپے کی کلی کوں" الخ کے حاشیہ پر ناصر علی سرہندی کا اردو جوابی شعر حسب ذیل درج ہے۔

۵۰۰

باعجاز سخن گر اوڑ چلے تون
نہ پہنچیگا ولی ہر گز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور پھر متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی احسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی نمبر ۱۱۵ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ بھی اسی عہد کا شاعر اور ولی اورنگ آبادی کا ہمعصر ہے۔ قدیم تذکرہ جات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:-

"فراقی تخلص از مردم دکھن بود ہمراہ فقیر اللہ آزاد بہ ہند آمدہ بود"

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظارا ہے ۔۔۔ سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
کان میں یار کے دُر بالی ۔۔۔ مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
نگہ شوخ قاتل خونخوار ۔۔۔ سیف ہے ناکہ ہے دودھارا ہے
ہات کے بیچ ساز مطرب کے ۔۔۔ بین ہے چنگ ہے دوتارا ہے
آتوں آغوش میں حجاب نکر ۔۔۔ گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے
ملک کے دل خراب کرنے کون ۔۔۔ شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے

مجکوں ہر دم فراق میں گزری
آہ ہے نالہ ہے پکارا ہے

خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۱۶/۱۷۷) ورق (۴۲) سطر (۱۵) نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۴۷ھ

پیارس کے کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

"عاصی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی۔ تذکرہ شورش اور تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسین دتاسی لکھتا ہے کہ عاصی کی دو مثنویاں جو فرائض اسلام پر ۱۱۴۶ھ اور ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی امپیریل لائبریری میں موجود ہیں۔ ۱۹۶"

شفیق اور عبد الجبار ملکاپوری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کاشغر کے رہنے والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چین قلیچ خان کاشغری کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آکر آصفجاہ اول کی ملازمت اختیار کی نصیر الدولہ عبدالرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شروع کی دانشمند علی تسلیم کی شاگردی کی نصیر الدولہ کی مدح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز ہوکر داروغہ قلم دان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق ریاست آصفجاہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہوگیا۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کرکے اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور ۱۱۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت ۱۱۴۶ھ میں ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔

حمد و نعت کے بعد فصلوں میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام بھی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتداء۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد مدام	حمد بر یجا ہی جہتی نا ہیں اور تمام
اللہ واحد خالق رازق او ہو رب غفور	تال ارادت کلی عالم کتیں آپ ظہور

اس کتابی ناؤ خلاصۃ معاملات مذکور	دو چہار وجہ عبادت الہی جی دل ترک خطور

کو عقد کرے و یہ تیر بدا جی اور فاسق ہوا	لعنت اس حلال ٹہرا بہر دو زوج مسعودی ہوا

خاتمہ۔

جبتہ ہنی بدہ وہ وقت ہشی در را	عاصی طاقت سہل کچھ ہو یا فضل ہو یا خدا
عاصی طمع دعار داجی فر کر ہی دعا	اس ایمان باقی رکہ الہی عاصی کبھی خدا

انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط نستعلیق

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ مثنوی بھی عاصی کی مصنفہ ہے۔ اس میں بھی فقہ حنفی کے مسائل ہیں ۱۱۴۴ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

حمد و نعت کے بعد نفس مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابتدا۔

اللہ واحد رب توں سچا تیرا راج   جو کچھ کل جہان ہے سب پہ تیرا محتاج

تاریخ تصنیف:۔

ہزار یکسو چوتالیس پہ دو ہاں ماد آئتے وہ صنم   ہجرت بعد پچھان توں یہ رسالہ تم

خاتمہ۔

روز پچھی دیدار توں وقت دیکھ درار
فضل کرے رب مومنان ایمان رہی بقار

شوہر نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۳۰) اڈیشنل ورق (۶) سائز ۸½ × ۶¼ سطر (۱۴) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ایک مختصر دکھنی نظم شوہر کے مرنے اور اس تذکرے کے متعلق مصنفہ صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو ۱۱۵۶ھ ہے بیان کر دیا ہے"

صابر کے متعلق کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا چمنستان شعرا نے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے۔ مگر ان کا تعلق پنجاب سے تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے صابر کوئی نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔

اس مثنوی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے ہیں۔ حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :۔

اول حمد بولوں میں کرتار کا   دھنی ہے او دو جگ کا سنسار کا
کری پرورش اپنے سنسار کوں   رحم لطف دائم فضل بیار سوں
محمد حبیب او خدا کے رسول   ہوئے اون پہ مصحف لی جبرئیل نزول

نظام الدین شاہ اولیا ہیں کہر   کراماتکی میرے ظاہر ہیں پیر
مدت حق نبی ہور مدد چار یار   کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دکھنی زبانکی بچن بول بول   سنو مومناں میں دیا ہوں جو کہول
سکاؤ علم عورتاں کوں گگر   کیا شوہروں پر خدا نے امر
ہر ایک مرد اوپر تو یو فرض ہے   سکانا زنو ں کوں علم فرض ہے

خاتمہ

شریعت بموجب کے باتاں لکا   بیان مرد عورت کے حق کا لکھا
کیا اسے سچا سب پہ اکھا سن چھٹا   چلاکر قلم کے تر تک کو روتا
سو اسے بنا بیت صابر تمام   رکھیا شوہر نامہ گگر تس کا نام
تھا دن یکشنبہ سبہر گرتا گم   لکھیا ماہ شعبان میں کر کر ختم
یو تمت ہوا یہاں نہیں تمت تمام   درود بر محمد علیہ السلام

سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۲۹ اڈیشنل) ورق (۱۲) سائز ۴ ۱/۲ × ۳ ۳/۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق کتابت ۱۱۶۷ھ

مصنف کی صراحت:۔

"ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ تخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر مثنوی میں کردیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء ہے۔"

یورپ کے دیگر مصنفین کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی بھی کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائی سے تدبیر پوچھی اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بازار گئی۔ جوہریوں سے موتی، لعل، و جواہر خریدے گئے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اثنائے راہ میں اس کو دھوکا دے کر فرار ہوگئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

معلوم ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہا دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور ہنوز قیمت وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کر لیں۔ جوہریوں نے کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھ ہو گئے۔ اب یہ کوتوالی کے دروازہ پر پہونچے عورت ان کو بٹھا کر اندر گئی اور اپنا برقعہ اٹھایا کوتوال اس کی خوبصورتی پر دنگ ہو گیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کھلانے سے عاجز ہوں اس لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کوتوال راضی ہوا اور ایک آدمی کو باہر روانہ کیا تاکہ ان غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ انہوں نے خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کر لیا اور عورت کو اپنا مختار قرار دیا۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کر کے دوسرے دروازہ سے فرار ہو گئی۔ اب کوتوال ان تینوں کو طلب کر کے ایک کو باورچی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر تیسرے کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا۔ آخر کوتوال سے حقیقت سن کر عورت کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر وہ اپنے حسن و جمال کے ذریعے پھر قاضی اور وزیر کو بھی فریب دیتی ہے۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سن کر اس کے عصمت کی حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کر کے واپس کیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :۔

قصہ کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا ۔۔۔ کیسے کرے ہے چھند او دیکھو تماشا نار کا
کہتا ہوں سنو چھند یکتا ر کا ۔۔۔ جیسے سندر چھتر چوسار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بخوار ۔۔۔ انہا ایک سوداگری نا مدار
او سے ایک عورت تہی صاحب جمال ۔۔۔ پریان میں نہیں کوئی اسکی مثال

بہی ویسے تہو تنکی خلقتیں کہیں — جو کہنے پنے صفت آتے نہیں
جبیں پاک خورشید سارا اوسے — کہ ہی رشک نت دیکھ خورشید اسے
بہواں ماہ نو تے اتہو پڑ ادا — اتہا ماہ نو تس بہواں پر فدا

. . . .

خجل دیکھ اس رخ کوں لالا ہوا — او سے رشک سوں گل میں کالا ہوا
کندل زلف کالا تو خم کہاتی یوں — سپولے سیاہ دو کنڈل بہاہی جیوں
دیسے مانگ چوٹے او چوٹیکا پہن — سیاہ ناگنے کر میں پکڑی ہی ہرن
تہدی کون نہ تعریف میں کم کنا — زنخدان کوں بیچ ع زم زم کنا
جو بن سے بہا تبہ مرود سبجے — صفائی میں مرود سو دن پیے در سجے

بران حکم کے نار تب دائی جا — سو شہر یار کوں گھر سنے لائی جا
او دیو پرتیں داخل ہوا آنکر — ابہی اُنکی چل پیشوا آن کر
سگل حدو اداب تسلیم سات — بٹہائی او تعظیم تکریم سات
رکہی سامنے پان لاکر سکے — بہر شیشے رکہی عطر گلاب کے
رکہی پہول کے ہار گجری طرّی — کہ پروردہ مشک ہور عنبری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف بہی ہے حسب ذیل ہیں:

سنیا تہا یو کئیں نقل دل پسند — میرے دل میں آیا ایسے نظم بند
نکاریا ہوں جیوں تیوں بنو کر قلم — تیا مجکوں کان ہے پچہانت علم
میرے میں کہاں ہی تیا حوصلا — لے آون ردیف قافیہ دل چلا
لکہیا ہوں حکایت مجہے شوق ہے — کرو گر پسند نا کرو ذوق ہے

ہوے سات سو بیت چودا پہ سات — مرتب ہوا ہے یو نقل بات
اتھا سن اگیارا سو چوسٹ دیسال — تیاریخ اگیارا او ماہ شوال
سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا — کیا خوش سہنا رکتیں سنا
سیدی عبداللہ کرکے میرا ہے ناؤں — تخلص قیاسی گگر وال ناؤن

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مثنوی عقد فاطمہ (؟)

یہ مثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو "عقد فاطمہ" سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۲۲۳ بلوم ہارٹ) ورق (۲۱) سایز ۸ ½ × ۱۰ سطر (۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف مخدوم حسینی جس نے اپنے استاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھ دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء ہے"

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

مثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے حسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے ہر چہار شئے کو فضیلت دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی۔ مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :-

کر الحمد اللہ کہوں میں اول — صفت بی نہایت کردن خوش نول

او خالق سے مخلوق کا پروری — کہ کل شئی پو کیتا عمل سروری
کہ توں آفرینندہ آفاق کا — کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سنکر تب بادشاہ عرب — لکیا خط عزیز یک خوش با ادب
دیا بھیج حاجب کو سرور کے پاس — بہی تحفہ دیا سات بہتے قیاس
بڑی دبدبے شوکت و شان سون — روانہ کہا اسکو لئے ان سون

کہ سب خوش اتہی تہی خوش علی — بکندر سو دل میں بڑی کھلبلی
ہو دیکر مسجد میں راکہی تہی سیر — کہی یا الہی توں ہی دستگیر

خبر سنکو تب بادشاہ روم و شام — دیا بھیج پیغام نسبت کے کام
دیگر بادشاہے مصر ہور ہین — کہ حاجب کون بھیجی محمد کو تن

اکہیارا صدی پرہی چو سنہ بیس — کیا نظم دکھنی ستے خوش سرس
عربی سون تہا خوب اس کا بیان — لکیا مختصر کھول ہیٹی زبان
کہ تاریخ بارہ سو ماہے صفر — کہ روزی احد تہا سو وقت ظہر
کہ پورا ہوا سب یو بات تمام — محمد پہ بہیجو درود و سلام

یو تحفہ دوم حسینی کہیا یو کتاب — یو استاد حسن تہا عالی جناب
یو بخشش انو سونچ پایا ہون میں — فوائد صرف انکا لیا یا ہوں میں

معجزات رسالت ؟

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۲۳۳/۱) ورق (۲۰) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت۔

حضرت محمد کے چند قصے مصنف مخدوم حسنی اس کے ابتدائی اور آخری اشعار حسب ذیل ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرت کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں جو خاصکر اہل بیعت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا ہے خدا جس قناعت کا گنج ۔۔۔ نہ ہوے تسکوں معلوم دنیان کا رنج

قناعت سوں دے دیکھ پایکوں نور ۔۔۔ قناعت سوں افلاک پر ہی عبور

کتا ہوں انا معجزہ ایک میں ۔۔۔ سنوں اک قرار آپنے دل کنین

چلے دیکھنے انکوں خیر البشر ۔۔۔ اتھی سات ابو بکر تو ہور عمر

دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت ۔۔۔ پڑی ہیں جو آزار تے بہوت سخت

ابو بکر عمر نے علی کے سنکات ۔۔۔ اپس دل میں آئے سر کے یو بات

کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر ۔۔۔ جو حسنین کوں ہوے شفا نہ و دگر

خاتمہ :—

یو مخدوم حسینی مرقم کیا — بھلے قصہ کوں پھر کر صلاح کچ دیا
لکھن آدمی تو خوب پچھان کر — نوشتہ مدد حق سوں لے دھات دھر

جو عالم خدا کا سنے پر کھین — سدا آفرین آفرین تج کہیں
بہی نقصان استاد کوں نا کہیجا — لی نامی سوں استاد نوبت بجا

انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ ۳/۴ × ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو سنہ ۱۱۲۷ھ میں تولد ہوئے سنہ ۱۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے[۵۱]۔

یہ صوفی المشرب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پر گو شاعر تھے۔ چار سال کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مختصر مثنویاں۔ رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ سنا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع کرنے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کل (۴۸) غزل اور ایک

---

۵۱ دکن میں اردو۔

مخمس ہے کتابت کی بھی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتداء:۔

اس لب لعل کو تم شکر شیریں کہو   اس کف دست کو گلدستہ رنگیں کہو
مشکل زلف سے ایماں مرا چھین لیا   اس بت صاحب زنار کو بے دین کہو

راگ مالا

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر(۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ہندی راگ اور راگنیوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنفہ سید عبد الولی عزلت۔ اس میں چھ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگنیاں ہیں اور ہر ایک راگنی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سر ولیم جانس نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بھیرویں راگ مع پانچ راگنیوں کے یعنی۔ بھیرویں۔ بلاولی۔ پرارہی۔ کاموودی بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گونڈکیری۔ گندھار۔ گندھاری۔ سراستی۔ دھن ساری۔

(۳) ہندول۔ تلنگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ سندھوری۔ آبھری۔

(۴) سری۔ کرنالی۔ گوری۔ اساوری۔ سندھوری۔

(۵) دیپک۔ راماکلی۔ پٹ منجری۔ توڑی۔ کوباڑی۔ گوجری۔

(۶) میگھ۔ سورٹ۔ گونڈ۔ دھلی۔ کنکال۔ سوہا۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزلت کے متعلق اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اسپرنگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"عزلت سید عبد الولی فرزند سعد اللہ جو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن تذکرہ گردیزی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تھا وہ فارسی اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۶۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ گردیزی، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند عزلت کا خاندان لکھنؤ کے قریب کسی مقام سے متعلق تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزلت دہلی گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا دہلی سے وہ مرشدآباد گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات کے بعد یہ مرشدآباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا۔"

عزلت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔ "۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن سورت سے نکل کر اورنگ آباد، دہلی، مرشدآباد ہوتے ہوئے پھر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ اورنگ آباد سے حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علی خاں کی خاص عنایت ان پر مبذول تھی۔ خطاطی، موسیقی، مصوری، اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر بے ریا تھے۔ رجب ۱۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل سے "راگ مالا" کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے ابتدائی چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد راگوں کی وضاحت کر کے اول بھیروں کو شروع کیا ہے اس کے بعد بھیروں کے اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا ذکر ہوا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم — کیا ایک حرف سے جس نے دو عالم
درود مصطفےٰ و آل اطہر — کہوں ہوں مو بمو اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر — کہا اے روح تو جا اس کے بھیتر
کیا عرض او بہر کر روح نے یوں — اندھیری کوٹھری میں جاؤں کیوں
کہا تب ایک ملک کو بیٹھ تن میں — تو بول ایک راگ آدم کے تن میں
ملک سے سن کے تانیں ورد کی گہی — دوانی ہو کے تس میں روح آگئی
سرودی ہوا ہے جیتا انسان — جو سچ بولوں تو تھا نغمہ دہر جان
نظام الدین ولی نے خسرو کو بولا — ایزد ساری روحیں کر کے پیدا
الست بربکم سب کو سنایا — پر ہے جب روح کے کانوں میں آیا
وہ پردہ پوربے کا تھا یقیں جان — مجھے کو پوربے ہے راحت جان

خاتمہ

سراپا دیکھ اور پاس اپنی دلبر — نکالا مرد نے سامان پتر
ہوا عزلت کا یاور حق تعالیٰ
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔

"تمت الرسالہ راگ مالا من تصنیف سید عبد الولی صاحب عزلت
تخلص حسب الفرمائش سید صاحب موصوف تحریر نمودہ کاتب الحروف

سید عبد النبی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفر اللہ تعالیٰ عنہما
تحریر بیست و پنجم شہر محرم الحرام فی سنہ ۱۱۷۳ھ یکہزار و یکصد و ہفتاد
و سہ من الہجرت النبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔"

اس سے واضح ہے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لیے لکھا گیا تھا۔
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں بھی
اس کا نسخہ موجود ہے۔

دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۰۲) ورق (۳۴) سائز ۸½ × ۵½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"سید عبدالولی عزلت کے غزلوں کا دیوان۔ عزلت سید سعد اللہ کے فرزند ہیں سورت کے باشندے تھے۔ لچھمی نرائن شفیق درگا پرشاد نادر اپنے تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیر کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدرآباد بھی گئے سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اسی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے راگ مالا لکھا گیا ہے۔"

عزلت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"منتخب کلیات فکرہائے ہندی مشتمل بر ہمہ اقسام سخن از فقیر عزلت عفر العلی لولی۔ نذر منیر الدولہ دام ظلالہ"

اس صراحت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے عزلت نے اس کو منیر الدولہ[۱] کے نذر کے

---

[۱] محمد حیدر المخاطب حیدر یار خاں آصفجاہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور منصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ شیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے سربلند فرمایا۔ آصفجاہ ثانی کے عہد میں نظامت خجستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۵۴۲ پر ملاحظہ ہو)

لئے لکھوایا تھا۔

ابتدا میں ڈیڑھ صفحہ کا اردو میں دیباچہ بھی ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"اے ستیار کے کرتار سب خوبیاں ازل سے ابد تک تجھے یعنی
اپنے آپ ثابت ہیں۔ کہ ہمارے زبان قاصر بیان سے تیری بڑائی کا
حق ادا ہو سکتا .... اپچھے عجز حمد درود کے یہ
فقیر سید عبد الولی عزلت بخشی بن حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ
کا زبان بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یہ کیتی جلی ہوئی دم آتش خانہ
دیوان ہندی سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں
تا دوستوں پاس ہم جہان فراموش کا یادگار رہے۔ اور اس کے
سب مصرعے سوختگی مضامین سے بزم سخن کے شمع کئے ہیں تا چراغ
معنی کے پروانہ صورتوں کی آنکھ ہمارے خیال میں اشک بار رہے۔
اور اس کی ہر بیت بہار معنی کے جنون میں مصرعوں کے دو ہات
سے گریبان بہار رہے ہیں اور ہر سطر ایک دیوانہ مضمون جنون کو زنجیر
کر صد سو جس کے بیان سے خموشی کے نالے پکار رہے ہیں۔
درست فکر وسے کے ٹوٹتے ہوئے دلوں کے پسند کرے۔ اے
رب العباد بحمد واللہ"

اس صراحت سے ظاہر ہے عزلت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گزشتہ سے پیوستہ ۔ ۱۱۱۳ھ میں تولد ہوئے اور ۱۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا
منیر الملک ثانی جو آصفجاہ ثالث و رابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۸۰) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزلوں کے سوا کوئی اور صنف کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔

نمونہ کلام

جو کوئی چاہے کہے خلاق اکبر کی ثنا — من رانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا
جب پیمبر کہہ چلے میں تن ہوں تو سر ہے علی — نعت ہے یکسر جو تن دے کے حیدر کی ثنا
تور کر پہلو و دل اپنا در اندوہ سے — میں کہوں ہوں حضرت زہرہ اطہر کی ثنا
خنجر فغاں سے ہو ند یوج و پی کر زہر غم — دل کہے ہے رو رو اوس شبیر و شبیر کی ثنا
نور تن اوپر یداللہ کی نثار اشکوں سے کر — گوہر شہوار میں کیتا ہوں ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مدظلہ مرشد و استاد ہے
ذرہ عزلت کم نکر اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے — جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کہانیکی کام آتا

غنچۂ دل میرا کہا کر گل خندان میرا — بو ہی گل سا ہی اڑا تا مجھے جانان میرا

منہ موڑ بتکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ — عزلت مگر ہو کعبے ہی میں یہاں خدا نہ تھا

دو نا فرمان بنا خون جگر سی می نہ پی عزلت — کباب دل کی بو آتی ہی ہر پیالی سی چون لالا

سخت پستان تیری چھپی دل — اپنی ہاتوں سی میں خراب ہوا

نہ پیچ و تاب ہوا سے ہی آب میں گرداب — کہ میری اشک کے آگی کری ہی جیون رقص

ربط الفت سخت نازک ہی کسیکو حق نہ دے — عاشقوں کے دل ہیں شیشی سنگ ہیں یاروں کے دل

جہان کی سرد مہری سے کیے حباب نے قطرہ سی عزلت — ہنسی سے مونہہ جون گل فراغت اسکو کہتے ہین

مجھسے عزیز یہ میری کا یوسف کی چاہ نہین — الفت نہین کرم نہین سب ہی نگاہ نہین

میں وہ مجنون ہون کہ آباد نہ اجڑا سمجھون — مشت خاک اپنی اٹھا کر اوسی صحرا سمجھون

میں وہ مجنون ہون کہ جون گل چمن محشر میں — ہوگا دامان میرا پہٹا سے کہ یہاں سے ہات

ہی عاشقوں کو پند نصیحت سی احتیاط — مستوں کی جیسی وعظ محبت سی احتیاط

نگہ کی بوچہ سے جہکجا نہ آکت اسکو کہتے ہیں — نہیں آتا تصور میں ہی وحشت اسکو کہتے ہیں
میری تصویر کو ہی وجہ فانوس خیالی سا — سرا پر دار کے ذوق شہادت اسکو کہتے ہیں
ہوا ہی خود سے پیالا خالی اور کہتی آبرو لیکن — نچوڑا بوسہ اوسکی لب کا ہمت اسکو کہتے ہیں
کری سولی پہ عارف وجد جون تیلہ فانوس پہ — دکہا دی راہ حق جب کو ہدایت اسکو کہتے ہیں
جہان سرد مہری الخ

مثنوی لال گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں ہے اور دو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۶۵۳ اڈیشنل) ورق (۳۱) سائز ۸ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۹ ½ × ۵ ¼ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۱۵) سائز ۸ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند زمرد روشاہ بنگال اور شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقیہ داستان ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔

عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ ملکہ فیروز شاہ بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہے جو سنہ ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء میں لکھی گئی ہے۔

لعل و گوہر سنہ ۱۸۶۳ء میں مدراس سے اور سنہ ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

ایتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی مضمون پر ٹیپو سلطان کے لئے سنہ ۱۱۹۳ھ ۱۷۷۸ء میں حسن علی عزت نے مرتب کیا تھا"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے:

"لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دکھنی نظم میں لکھا ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے نمبر ۱۵۸ تعداد صفحات (۲۹)

فی صفحہ (۱۷) مبیت ہیں ۱۱۸ھ میں لکھی گئی ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ موجود ہے وہ لکھتا ہے :-

"قصہ لعل و گوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۵۰ھ کے بعد اور ۱۱۸۰ھ کے پہلے لکھی گئی ہے۔

ولی کی طرح دکن میں عاجز تخلص بھی متعدد شخص ہوئے ہیں ایک عاجز تو وہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال و گوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

مولف چمنستان شعراء (لالہ لچھمی نرائن شفیق) اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ شروع ہوتا ہے جو اندر سبھا کے قصے کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا لڑکا سو رہا تھا۔ پریوں کا تخت جا رہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہو گئی اس کے پلنگ کو اٹھا منگوایا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام —

حمد و نعت شاہ:—

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطا کر مجھکو یاقوت معانی
سخن کا لعل دے میری زبانکو — درمعنی سے بھر میری بیان کو
سخن کے در کا مجھکو جوہری کر — سخن سنجونکو میرا مشتری کر

در دریاے وحدت ہے محمد — چراغ بزم کثرت ہے محمد
دیار فقر کا ہے شاہ بیکس — سپہر فخر کا ہے ماہ بیکس
ظہور کائنات اس کا سبب ہے — ہویدا ہے کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہے پر زور سب سے — بیان عشق ہے پرشور سب سے
خدائی عشق سے ہے آشکارا — دو عالم عشق کا ہے یک اشارہ
بھلی ہے سب طرح سے عشق بازی — حقیقی کر دکھاتا ہے مجازی

کہا تھا ملک بنگالی میں خسرو — زمین عشق تھا اسکا قلمرو
ہمایوں بخت اور صاحب قران تھا — جہانگیروں میں وہ شاہجہان تھا
بہادر شاہ باتدبیر تھا وہ — رفیع القدر عالمگیر تھا وہ
جہان ملک شاہ تھے سبمیں اکبر — تھا اعظم شاہ دنیا میں مقرر
دیار عدل کا نوشیروان تھا — وام اسکا کام بخشی میں روان تھا
سکندر طالع و جم جاہ تھا وہ — جہانمیں خوب نادر شاہ تھا وہ
سخاوت میں وہ تھا حاتم سا مشہور — شجاعت میں وہ تھا رستم سا مغرور
جو کچھ دنیا میں ہے اسکی دو چنداں — تھا اسکی کنبہ بخششکا سامان

رگ ابر اجل تھی اسکی تلوار　　　عدو کا دم تھا اسکی دھر سی خوں بار

زمرد شاہ تھا اس شاہ کا نام　　　تھا اسکی نام سی ہر دل کو آرام

دیا تھا حق نی اسکو خوب فرزند　　　زمرد سی کیا تھا لعل پیوند

خاتمہ

کیا شاہ کو جب لگ اسمین دم تھا　　　وصل کو ہر کا اسکو دمبدم تھا

اری عاجز سخن کب لگ کہیگا　　　سخن کے فکر میں کب لگ رہیگا

خموشی سے زبان کو آشنا کر　　　ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر

الٰہی عاشقوں کے آبرو رکھ
انو کو دو جہان میں سرخ رو رکھ

یورپ کے تینوں نسخوں میں خفیف جزی اختلاف بھی ہے جس کو سہو کتابت پہ محمول کرنا چاہیئے۔ مثلاً:

کہا تھا ملک بنگال میں خسرو　　　زمیں عشق تھا اسکا قلم رو

انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۵ا میں "تھا" کے بجاے "کہ" لکھا ہے۔

ہمایوں بخت اور صاحب قراں تھا الخ اس شعر میں بجاۓ "اور" "کے" "تھا" لکھا ہے۔

بعض اشعار میں کمی اور بیشی بھی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۵ا میں۔ تجھے یوسف کے سوداکی قسم الخ کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں:-

تجھے سوگند میرے مدعا کی　　　تجھے سوگند میرے التجا کی

تجھے مخفی و معنی کی قسم　　　تجھے اپنے چھپانے کی قسم

یہ دونو شعر نسخہ ۱۲۵ا میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان ہے سمر حاد اوسکی مغرب کا بیابان

یہ شعر بھی م۱۱۱ میں نہیں ہے۔

نسخہ ع۱۱۱ نامکمل ہے کیونکہ آخر ہی کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ م۱۱۱ مکمل ہے۔
اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔

پہ بزادو نکو کر خوبی سے رخصت دیا سب کون مرصع زیب خلعت

نسخہ نمبر (۱۱۰) باتصویر ہے (۴۳) رنگین تصویریں ہیں۔

انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں قصہ ملکہ مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملکہ مصر والی مثنوی سنہ ۱۱۱۲ھ میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانۂ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان عاجز

اس کا ایک نسخہ فرانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۵۴۴۸) ورق (۶۰) سائز ۹ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق
تاریخ کتابت ۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف وار غزل اور چند مخمس ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

الٰہی ہمکون اپنی عشق کا دار البقا بتلا — جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسی دار الفنا بتلا
میرے خون جگر میں جوش ہے یارب تیرے در سے — مجھے اپنی کرم کے ہات کا رنگ حنا بتلا
ہوا قید معصیت کے راہ میں خم نفس سرکش سین — ای میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عصا بتلا
ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز — طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقا بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا — درد دل کا دوا کمال ہوا

دیکھ دامنگیر محشر میں تیرے ہونگے ہم — خون ہمارا اپنی دامن سے اپنے قاتل مت چھوڑیا

دیکھ تابوت میرا بول اوٹھا وہ شوخ حسن — ہای یہ کشتہ غم کا یہ بڑا چھندا تھا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مرنا سجن کا ہنسنا
بہار گلشن غضب خدا کا نپٹ قیامت کلی کا کھلنا

تمہاری آنکھیں تمہاری پلکیں تمہاری زلفیں تمہاری باتیں
سدا ہیں کافی سدا ہیں خونی سدا ہیں پرچین سدا ہے برچھا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد
اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کیے اغون سے دیوانا ہوں کہاں ہوش مجھے
سدا نہیں اتنی کہ گلزار میں لالا سمجھوں

نظر میں جب سے پڑی تجہ نگاہ کی بجلی
میری جگر میں چمکتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز بتاریخ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

در مجالس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۵۸) ورق (۱۱۴) سائز ۸ × ۶½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبداللہ المتخلص کمینہ ہے۔ جو حافظ علی کا لڑکا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف حبیب بن ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس دکھنی ترجمہ میں صرف (۲۳) باب ہیں"

اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔

"عبداللہ دکھنی گارساں دتاسی نے لکھا کہ یہ ایک مثنوی در المجالس کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز لندن میں موجود ہے۔ عمدہ منتخبہ میں عبداللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے"

کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا　　دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوتا کہ ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ دکھنی تذکروں میں بھی ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کہوں میں یاب تادر تین اوپہ بیس | کیا ہوں ترجمہ در مجالس
عدد ان سوں فارسی میں درعجائب | پرویا نظم دکھنی کے غرائب

ان تینتیس (۲۳) باب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ (۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلعم (۸) حق ما در و پدر (۹) دندان مبارک کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلت ۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان سوری (۱۴) فضیلت خالد بن ولید (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان (۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ادہم (۱۹) مرد سخی (۲۰) آذر بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تھا۔ (۲۲) حسن بصری (۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔

اس سے نفس مضمون کی توضیح ہو سکتی ہے۔ نمونہ کلام

ابتدا۔

کہوں میں باب تادر تین او پہ بیس | کیا ہوں ترجما دری مجالس
عدد ان سوں فارسی میں درعجائب | پرویا نظم دکھنی کے غرایب
نسخے مجالس حکایت کے ہیں موتی | ہر یک دانہ دسے پر نور جوتی
اگر فرزند ہی توں مطلبی کا | مدد منگ اسرا اشرف نبی کا
میرا سے نام عبداللہ کمینہ | نظم کے بحر پر دل ہی سفینہ

تمراہی نام عبداللہ ریکا | کلیمہ بس ہی تو شمارا ہ کر یکا
توں فرزند ہی و لے حافظ علی کا | تخلص نام ہی لو مطلبی کا

عنوانات بھی نظم میں ہیں۔
بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر یاب ادم کا لطافت — دیا ایک فیض مانی کون شرافت

حکایت یان سنو عجز و بشر کا — سلیمانکی دیکھو انگشتر یکا

حکایت اولیا بازید کے جون — خدا سون راز پوچھی سو بیان سن

خلیل اللہ براہیم کے حکایت — پیمبر پہ خدا خواسے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری — انکی یوسف زلیخا ہی ضروری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہے — نظم ہندیسون شیر نیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کہیا باغ — لکس کہار شک چندر پہ ستیا داغ

کہون میں باب ہفتم خوش صفائی — محمد مصطفےٰ کا معجزا ای

حکایت بادشاہ کی یان سونا نہ — بخیلان میں بخیلانکا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔

مصنف پر منگون یاران مناجات ‌‌ ‌ مسکل بر لیاتون عبداللہ کے حاجات

آخری عنوان :-

حسین سرور سمجہ دلمین کہی ہائی
نصیباں کا جکچہ بانٹتا ہمیں پائی

نمونہ اشعار ملاحظہ ہو -

سلیمان کون دیا شاہی انگہوٹے ‌ ‌ مسخر کردیا جگ پر کسوتے
سلیمان کی دیکہو انگشت ساری ‌ ‌ فخر کا سربلند کر خود بچاری
انگوٹہی نے کہا میں ہون مقدم ‌ ‌ خدا نازل کیا میرے پر خاتم
شہادت کے کری انگشت نے لاف ‌ ‌ میری سون کونہ چا کا پاک اعراق
میری خاطر انگوٹی رب بنایا ‌ ‌ انگہوٹے کون کہی کے سرا دچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا
سنے پر دل ہر ایک سوزی انگارا

نبوت کے گگن کے ماہ تابان ‌ ‌ عربکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک دہر حسن ہر بیت ماتم ‌ ‌ جو اہلبیت پر کریاں سدا غم
شہوی دہنکا زبان سچہ غم سہی کے ‌ ‌ بنجراہ کی دیکہ نالے سکی کے
نجہ سکے پیارہ پانیر کہر یا تہا ‌ ‌ شہادت کا وقت رتبہ کہر یا تہا
آوکیا جب وقت کون کا حرف ذاتے ‌ ‌ ندامیں او لکہہ غم شدت پاتے

ہر یک دل تب گئے رنگ لعل ساری　　حقیقت میں دلاں ساری انگاری
ہوا عشق انگلم شتہی الم سوں　　کیا یک دہر الم ساری عدم کون

---

۱ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکھنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔
۲ اصل فارسی درمجالس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم
۳ میں نمبر (۱۰۲۶ اڈیشنل) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چند مذہبی امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نوبہاری ہے یہ ایک سنی فقیر تھا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیا اللہ سے سنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے"

ذیل میں دکھنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی	دکھنی نظم
چون حق سبحانہ تعالی خواست کہ مہتر آدم	کہ جیا خاک سوں آدم بنا نے
را بیافریند آرام الہی در بہشت زمین و	اپس کی راز کا گلشن دکہانے
آسمان شد میخواہم کہ بندہ پیدا کنم کہ خلیفہ	ارادت میں خلیفہ تو یا بکا تہ
حضرت ما باشد و از وی بندہ زادہ کان پیدا	کیا خواہش جسم دیگر نشانہ
کنم کہ ایشان دوستان حضرت پاک	اپس کی اپنا تواہش کون جیکا یا
ما باشند و ما نیز ہم ایشان را دوست داریم۔	او تسبیح تو اسب پر سنایا
پس از امی ؟ ہم بہ بیچیپ و زر داوند عرش	

سر برآورد و گفت ۔

خدا سوں عرش اپنا سر اوٹھایا
معظم کر نبی یوں سا توں بتایا

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ
بی بی عائشہ آمدند در آنخانہ چراغ نبود۔
بی بی در تاریکی پیرہن خود میدوخت۔
کہ از جائے دریدہ بود۔ سوزن در آن
تاریکی گم شدہ بود ہر چند جست نیافت
پیغامبر در آمد و گفت یا عائشہ چہ میکنی
گفت یا رسول اللہ پیراہن من پارہ
شدہ بود او را میدوختم اما سوزن در
پیراہن گم شد۔

سو یک شب مصطفٰے عائشہ کے گھر کوں
چلے تھے خوشی ہوس کر ہور نظر سوں
یکایک آ کھڑے سو گھر کے میانے
کنواں سوزن ہوی عائشہ دیوانی
نہ تھا روغن سیتے گھر میں ہلا لے
اندھارا ہو رہا تھا گھر میں خالے
اسکی سوئی کنوائی پیرہن میں
اتھا و سدا اس جو بے کتے بدن میں
نبی پوچھے اسکی پھر کے بات
کنوائی کیا کہو عائشہ میری سات
کہی عائشہ رسول اللہ یو پیرن
سیتے تھی سو کنوا نیتہ گئی ہی سوزن

تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہے مگر دیکھو ترجمہ میں اصل کی پابند نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔

دکھنی نظم	فارسی
سو ایک دن مصطفٰے مسجد میں یاران	چو معاویہ وفات یافت یزید علیہ اللعنہ
عبادت واسطے بیٹھے ہزاراں	بدبخت بجائے پدر نشست در (؟)
حسن سو نبی کے نین جیکر	بدبخت رسید کہ حسن و حسین را از میان

برادرم برزنی را پیش زن امیر المومنین
حسن فرستاد که دیرا بگو که دولت
فرزندان علی با آخر رسید و امروز دولت
بمن است ۔

نکا بیٹھی اتھی او پیٹ منبر
نیہے کے اور کہی زانو اوپر ہاتھ
میری نانا میری سدن کچھ کرو بات
رسول مصطفے وجہ نورانی
ہنسے کہل کہل میری یوہی نتانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل ملاحظہ ہے ۔

علی اصغر را درکنار گرفت و گفت اے فرزند
بعد شہادت من نخواہم که با دشمنان حرب
نه کنی که یادگار از من توئی ....
همدریں حال بودند که لشکر دشمنان غلبه
کرد۔ امیر المومنین حمله کرد و از چپ و
راست برہم زد و بسیار سگانرا در دوزخ
فرستاد و ہفتاد جراحت بر تن مبارک
رسید از قضا جراحتے بر گلوے مبارک
رسید بطاقت شد گفت یا خدایا دشمنان
قصد سر من دارند از تو نمی ترسند و از
پیغمبر شرم ندارند.......... شمر ملعون
پیشتر شد بر سینه امیر المومنین نشست و
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کنند ۔

علی اصغر کون رو رو کر گلی لا
ہماری خاندان ہیں توں یکیلا
تکو کر بعد ازاں میری توں فرزند
تیری یا پھر انیکی دشمن کمر بند
....
سو اتنا بولکر کہورا چلائی
سو میون ہور شیر اکی سو دریائی
سو دو سو نفر کون پیلی اوتاری
بدید یانگی بری سردار جہاری
....
قضا اکر پو کاری آہ نالان
برسنے جھوں لکیا ہو جہا ایالان
....
ایک صفحہ کے بعد

حرامی شمر تہا او سخت غاتا
جہنم کا او سے ہی نصف باتا
سینے پر جب چڑیا لیکر او خنجر
کہی سر وار ری موزی توں نبکر

قصہ بہلول صادق

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے
نمبر (۹۷) ورق (۷) سائز ۷ ۵/۸ × ۴ ۱/۲ سطر (۱۰ تا ۱۱)
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"دکھنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی"

کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی وضاحت اس مثنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور نہ اس مثنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے علی ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے قدیم دکھنی اور شمالی ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعرائے دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا درویش محمد خاں صوبہ دار برار کے نواسہ تھے سنہ ۱۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نامی ایک ہندو لڑکی پر جو روز دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہوگیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونو آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلاکر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ابتدا:۔

سنا ایک روز میں صاحب زبان تیا — جو اصل سخن تھا نیکو بیان سیں
فرشتہ خوی تھا پاکیزہ صورت — جون باد صبح تھا بس تیز حرکت
عیان تھا جیچہ تھیں نور سعادت — او سبی سب دیکھنے اہل بصارت
ریاض معرفت کا تھا سہی گل — سخن کے چمن میں تھا سیں بلبل

ابتدائی چھ شعر کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کرتا ہیں وہی مرد صادق — وفا محبوب کا اور درد عاشق
عشق کے بات سن کر تجہ ہوس ہے — وفا معشوق سیں نادرست ہے
شہر ہی ایک ہندوستان بیچ خوش — کہ ہی مشہور اس نامی بنارس
یہی ہندوان کا دی قبلہ ہوا ہے — تمام عالم میں شہرت ہوا ہے

سو بولی حیف ہے محنت رسیدہ — دیوان جا مراد خود نہ دیدہ
کہ کرنا قتل عاشق کون پسندہ — گنا ہے سخت در کیش محبت
پونچی کہتے چلے دو طرف دریا — سو کو کان لوک رو پوچھی بدریا
کہاں ہی دوست جان کیوں رہا ہی — سو بیچ دریا کہ جا مسکن کیا ہی
ابس کے جان پر ظلم تک پہنچ نہ آیا — جو اپنے بیچ جان اپنا ڈبایا

دہے اچپل چپل دیکھیا اسے جل میں — نہ دیکھا عاشقا جا ہے سو پل میں
ہے جیب صورت جیسی غرق دریا — خلق حیران ہوا دیکھ کر تماشاہ

جنگ نامہ بھاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ (۳۴ ب) ورق (۳۴) سائز ۸ × ۵ ۱/۲ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :-

"جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درانی کے حالات دکنی نظم میں بیان

کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۲ جمادی الثانی ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء درج ہے۔"

کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس مثنوی سے کچھ حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مثنوی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو غوری نے راے پتھورا کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے ہمایوں ہندوستان سے واپس جا کر دوبارہ آیا اکبر نے چتوڑ فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج ملا حسن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریاے گنگ کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور انہوں نے احمد شاہ درانی سے امداد چاہی اور آصفجاہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درانی ہند کی جانب متوجہ ہوا۔ مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ نانا پھڑنویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ تو ہی دین تیرا بسایا — سمرن کا ہی سنتی جن گیان بتایا
نگر بانی پت میں سکھ باسا پایا — لکھ چوراسی جیا جون سب دھن دکھلایا

لکھ نام اللہ تو ہی سچا سبحانا — تیرے گیت او پیارے انت لکھتے نچانا
کبتہ ترکان کتہ ہندستان کیا رسم دہانا — آدھ برجی دہو اونسے ہند و ترکانا

احمد شاہ قندھار میں ہو سنے میں نانا — دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تھا نا
غازی الدین خان وزیر نے منصوبا تھانا — قلم دان منگوا ہی کر لکھتا پروانا
پانچو نانا راؤ جی عقل میں دانا — ہمسے زیر نجیب خان ہوگیا پٹھانا
چاکر سے مالک ہوا مہان اب تانا — تیرا تو لکھ نیر دیکھنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے۔

اتنے سنکر شنکار اؤسے لایا دربار — ڈنا آیا صاحبان سادنت بچار
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار — پٹہ کیچڑی راؤ نے کہا سجن بچار
ہمسے خان نجیب نے لیا گہت بلیار — جا قول کر گیا تھا پکڑے تروار
وزیر حسن لکھ تو رکے کچھ دیکھا پیار — ظالم ذات پٹھان کی یہ کسیلے یار
احمد شاہ نجیب خان کا بہنا پیار — ایک صوبہ بیچ لاہور کو ہمسے قندھار
شکر تال میں گھیر کر خان جی مار — کرو طیاری جنگ کے مت لاؤ بار

گنگدھ کیخیے کا بادشاہ چھٹا ہند پر آیا / ہانسے ہوے مقابلہ وہاں جنگ مچایا
ایک لاکھا سے ہزار شہید کیا یا / راے پتھورا پکڑ کے جن دین بڑھایا
غوری زین العابدین نے انیہ لگایا / بارا برسون سے پکڑ پھل پکا کھایا
پیرو شاہ حجاب الدین نے خبر کیا یا / موج ہوے تغلق کے چوکتا آیا
تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا / ہمایوں کیا ملک بھاگ کے پھر ہند کو آیا
مار براہیم بادشاہ سب ملک تو آیا / جی ل اکبر شاہ سے وا جنگ مچایا
تو یہاں گڈھ چتوڑ کا پھر تے بسایا / شاہ جہان سے امر سنگہ نے تیسا چلایا
جہان گیر جو عدل بادشاہ نے پرچالایا / شیر اور بکری ایک گھاٹ جن پانی پیایا
پیدا جو نورنگ شاہ جی دکھن پر دھایا / تانا شاہ کو پکڑ کے لیا مال سو آیا
اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کھپایا / موج الدین سے فرخ سیر راج بتایا
حسن علیجان سو دبان من میں گر بہایا / فرخ سیر پکڑ کے جن نیل پھرایا
محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت بتایا / راج محمد شاہ کے سکہ بٹھایا پایا

اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

جنگ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی

بلوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴) سائز ۹ × ۶ انچ اسطر (۱۰ تا ۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اسمیں تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ نظم مسدس ہے۔

کلام کا نمونہ:-

اس گردش سپہر کا دیکھو یہ کاروبار   کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانی نے اختیار
دکھن سی لا جماعت کفار نابکار   کی نیند ملک ہند کی آئی ہیں ایک بار
پاک وصلواۃ وکاو کشی علم و اعتبار

جنکو تہا مرہٹا جو کہ آیا تہا وہ پہان   دلی میں کر عمل ہوا لاہور کو روان
سب ہندیان و دواب میں یک تہا نجیب خان   قائم رہا تہا دین محمد پی بیکیان
سو دلمیں کا فرونکی یہی کہہ رہا تہا خار

جنکو جا سنائی یہ لاہور میں خبر   گنگا اوپر پٹہان گئو کہائیں ذبح کر
جلدی چلا وہاں سی اور آیا جمن اوتر   دلمیں نجیب خان سی عداوت کا قصد کر
بہیجا وہاں بلائی کو یک اپنا لشکر ار

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرہٹوں سے جنگ ہوئی چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غرابہ دلمیں کر کی روہیلہ میں مال کیا   بادل گہٹا سی جہوم کیا یک سر ہلا
بجلی ادہر کوہی تہی چملک بلم اوڑ پیا   گولی ادہر سی برسی وکڑکی قلعہ کشا

سیلاب خون کا کہست میں بہتا تہا ہر کنار

جسم اوتاری ہوکی مرشہ بہی چڑہ گئے	ہاتہون لی کٹار روہیلہ بہی اڑ گئے
پٹہنت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی	دانتون پکر زمیں کو گڑا پا نو گڈ گئے
میدان میں یوں اٹل ہوئی جون کوہ استوار

کفار مرہٹون کا سنا سب ربود رنگ	اسطرح سلمین کی تہین کر کہا ہی تنگ
دین نبی کا پاس اور افغان کا کر کے تنگ	کیا آصفجاہ نسی کوچ ٹہپت جلد بید تک
دن کو کیا نہ رات کہئیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں احمد شاہ درانی کا لشکر پہونچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور اپنے حال سے دکھن میں نانا (نانا پہڑنویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی کے متعلق لکھتا ہے:۔

تجویز کی شاہ نے تفریق با مدد غول	اول نجیب خانکو مقابل کیا ہر دل
کیا جا شجاع الدولہ شہ دین کا نام بول	اور شہ دلی تہا میمنہ خونخوار فوج تول
اور میسرہ جہان خان تہرا تہا اور سار

سر جیب محمد خان تہا نہنگ شیں تہا دست اس	تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلمین آس
سردار خان تہا پشت ہراول کی آس پاس	اور شہ پسند خان تہا قریب جلوی خاص
درانیو نکی بیچ شہ اسد اللہ افتخار

قصہ تیروں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ

اس مثنوی کا ذکر کیٹلاگ میں نہیں ہے اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں۔

یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جا سکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گردیزی نے ایک دکھنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے۔ مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا۔ راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معمہ تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا واپسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معمہ یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنوئیں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معمہ کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیروں صدی میں دو سگے بھائی آپس میں لڑ پڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی خبرگیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہونچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔
کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

کہوں میں ثنا حمد قادر جلال
صفت اسکی کہتے مجھے کیا مجال
شکر حمد کرنے کہاں ہین زبان
مگر کس کو طاقت ہے اس کا بیان

ایک آوینگی صدی او ہی تیرویں
اوسمیں دیکھیں گی عجائب و میں
اور انا لسحم کے بہم دو تو ایک
اپسمین اپی آپ لڑتے تہی دیک
یہی تمثیل اوسکی زمانی ہیں دیک
دو فرزند ہو وین شکم ماسے ایک
بچے باپکی بعد آپس بہم
لڑینگے وہ ہر دو برادر جنم
برائے ملک مال کے واسطے
مناقص اونویں بہی آکر پڑے

دوسرے معمہ کا حل آپ نے فرمایا۔

صدی تیرویں میں دیکھیا یو سب
محبت مروت اوٹھینگی بہی تب
رہی یک محلے میں ہمسایہ گان
وہاں خانہ پیہ در پیئے یکسان
مثل یک جائی پوہیں تب گھر
درسمیں بہی کہاتی اور پیتے بسر
کہ یک اوسمین رہتا ہی مفلس غریب
دو نو بیچ رہتا ہی ذات شریف
وہی ہے نشانی میرے آل کی
غرہی چلیجے رحم چال کے
نہ پوچھینگی اوسکوں امیر و وزیر
رہنگی او مفلس غریب و فقیر

طبیب موسیٰ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) اشعار کی تعداد (۷۵) تاریخ کتابت ۲ صفر ۱۲۷۴ھ
مصنف شاہ خلیل اللہ خلیل سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیٹلاگ میں یہ مثنوی بھی نہیں ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔

قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت کلی کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جاکر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی بتا یا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ اور معاوضہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینار دیا گھر واپس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ بحکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دے تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس درد جگر والے کا تذکرہ کیا تو دولہ نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بھی نکال دیا اور کہا اول یہ پیش کر و اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو لیجا کر اپنا جگر بھی نکال بیمار کے حوالہ کیا۔ بیمار وہ دونو جگر لئے اور وہاں سے غائب ہوگیا۔ موسیٰ یہ دیکھہ کر واپس ہوئے اور خدا سے اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مرد بیمار دراصل ایک فرشتہ تہا اور خدا ان دونو دولہ اور دولہن کو دوست رکہتا ہے۔"

ابتداء۔

شروع کر جو بسم اللہ اسم خدا
اومن بعد الحمد بہے پڑ تو سدا
وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال
بہی صانع ہی صفت کا اسم جلال
رحم تیرا بندونپو دایم اہے
تو خالق ہی پرور جو قایم اہے

اول لکہہ جو قصہ بہی موسیٰ کا تو
اومن بعد دوستان کے احوال کو
کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد
بہی شدت سین تہا اونکی سر میں درد
چلے تہی خدا پاس کرنا عرض
دفعہ ہو دیگا تب جو سر کا مرض
بہی گہر سین نکلکر ارادہ جبل
کرے التجا سے تو ہووے فضل

کہا تب خدا نی بہی موسیٰ کو یوں
طبیب کون دنیان میں بہی پیدا ہے کہوں
بہی نزدیک طبیب کی آنا جاؤ تم
دیویگا دوا سے مبارک کو تم

دیا ہات چاقو اوسنے نو نہال | اوچیری شکم کو کلیجہ نکال
یہ اول لیجا کر بہی دینا اوسے | بنام خدا ہی یہ کہنا اوسے
اومن بعد مختار تمن جانکے | ہے ارمان حسرت بہری مانکے

خاتمہ:۔

نہتا درد اوسکو اوبہانہ اتہا | یہ ہی امتحان کر دیکہا تا اتہا
یہ قصہ بہی دو نو یہان بیان تمام | درو دان پیمبر یو ہجو مدام

روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۴۲/۷۵ اورینٹل) ورق (۱۱۳) سائز ۷ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی تصنیف کے بعد یہ مثنوی میوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

مثنوی کی تصنیف ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح ہو سکتا ہے۔

بارہ سو سن پہ اٹھوان تھا سن — جبکہ اس نظم سے غلام حسن
ہوا فارغ ببرکت حضرت — بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہین ہیں، مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہوئی ہے۔ اس کے بعد عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ فقہ حنفی کا ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابتدا۔

پہلی کر تو خدا کی حمد و ثنا | جسنے ہم سبکی تئین کیا پیدا
اور فضیلت دی اپنی رحمت سے | نوع انسان کو ساری خلقت سے
که اوسی فہم اور شعور دیا | اور زبان اوسکی کو کیا گویا
بعد حمد و صلوۃ و مدح کی اب | جان اس نظم کرنیکا تو سبب
سبب اس کا یہی تو سن مجھسے | کہ ہین بعضی جو مہربان اپنے
ربط در حال لیتکه مجھسی کمال | رکھتی ہیں یون کیا اونہونی سوال
که حدیقه جو فقه مین ہیسکا | بڑی اخوندنی جسی سے لکہا
اور ہین مذکور اوسمیں وہ باتیں | که نہایت ہی احتیاط اون ہین

. . . .

که مسائل جو اوسکی ہو وین ضرور | کہہ تو ہندی مین نظم کے دستور

. . . .

پس مسائل جو اوسکی ہین اونسے | ایک نماز اور مقدمات اوسکی
کئی مین نے یہ ہندی مین منظوم | تا نہو دوستون کا دل مغموم

. . . .

صلحا کی نظر سی گذری جب | بہول جاوین فضائی یا نکو تب
اسمی تئے مین نے اس رسالہ کا | روضۃ الصالحین نام رکھا
لیک لازم تہا ابتدا میں بیان | مجملاً کچھہ اصول دینکا بیان

فرحتیہ نہ کلام :-

ابتو ایمان و کفر کی معنی | اور کچھہ حکم اونکی سن مجھسی
پس ہے کافر تو وہ سمجھہ اسکو | جو ضروریٔی دینکا منکر ہو
اور ضروریٔی دین وہ امر ہی اب | جانتی ہون جسی مسلمان سب

ہی وہ مثل وجوب صوم وصلوٰۃ | اور وجوب جہاد و حج وزکات
حرمت خمر اور زنا اسی طور | اور جو مثل انکی ہو کر غور
منکر انکا ہی خارج از اسلام | کفر میں اوسکی کچھ نہیں ہی کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل | اسمیں ایک مہربان خجستہ عمل
سال اوسکی شمار کرکی صریح | یون لگی کہنی ہی یہ نظم فصیح
جب یہ تاریخ کر چکی وہ غور | کہی تاریخ فی البدیہہ اور
خوش جو آئی اونہیں یہ طرز سخن | بول اوٹھی ہے عجیب نظم حسن
اور ایک مہربان نی فی الفور | کہی تاریخ فارسی اسطور
سال تاریخ این خجستہ کتاب | چمن روضۂ جنان دریاب
کرکی پھر ایک شفیق نے معلوم | طرز نظم حدیقۂ منظوم
اسکی تاریخ ہوکسی خوش یہ کہی | خوشنما ہی حدیقۂ ہندی

دیوان چندا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۲۱۸) ورق (۳۴) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت:۔

"یہ دیوان ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۹ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفجاہ کی دور حکمرانی کے سینتیس ۳۷ سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان شروع ہوتا ہے۔"

دیوان کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے جس سے ۱۲۱۳ھ ظاہر ہوتے ہیں۔

یہ مہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے جو حیدرآباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چندا ایک خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی میں صلابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بسالت خاں۔ کے خطاب کے ساتھ بخشی فوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چندا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

۱۱۷۸ھ میں چندا تولد ہوئی۔ علم و فن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی میں اپنے آپ نظیر تھی۔ اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور بڑے بڑے امرا اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری۔ تیراندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دولت تھی صرف اردلی میں پانچ سو سپاہی ملازم تھے۔ علم وفن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز[۵۱] سے موسوم ہے۔

چنداکے کیا رکٹر کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو مصنف تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک داعیہ وغیرہ میں مصروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہو جاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالاخانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

---

[۵۱] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۶۲۶۰) اڈیشنل اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ غلام حسین خاں جوہر اس کا مؤلف ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرآت العالم اقبال نامہ جہانگیری۔ اکبر نامہ۔ مآثر الامرا۔ تاریخ خافی خاں۔ چار چمن۔ سوانح دکن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہنامہ۔ تاریخ بہمنی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ تو زک تیموری۔ تو زک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ (کتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر اور روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا کرتے) یہ صحبت نماز مغرب تک قائم رہتی اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ کے بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی۔

اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیرکٹر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چندا علم دوست تھی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو:۔

"چوں حقوق تربیت وعنایت خاندان عالیہ آصفیہ بخصوص نوازش وعنایت حضرت نواب غفران مآب (آصفجاہ ثانی) بریں عاجزہ بے مقدار بچندیں سرفرازی ہا ثابت و محقق است لہذا دل فدویت چنا میخواہد کہ تاریخ در ماثر ایام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود در ذیل آں بعد از ذکر ارکان و اعیان و امرائے عہد ذکر ایں عاجزہ ہم طراز داماں یاد فرمائی و یادگار ہی ہا باشد۔"

(ص ۱۱ ب مخطوطہ برٹش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح سخن لیتی تھی بڑے بڑے شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے اور اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے۔

میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۱۷۵) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے اس کے بعض شعر درج کیے جاتے ہیں۔

اے مہر سپہر روشنائی | سر تا پائے تو دلربائی
اے مردم دیدہ محبت | سر تا قدمت طلسم الفت
شکل تو بفلک دل مصور | چشم تو مات جان مجبر
. . . . | . . . .
اے ماہ لقائی ماہ پیکر | دہی ماہ چین و ماہ منظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد آصفجاہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسطو جاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راؤ رنبھا کی تعریف کے بعد مؤلف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چندا کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جستہ جستہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

"درزمان تہنیت عنوان سنہ سبعہ و ثلاثین از جلوس میمنت مانوس
بندگان .... نظام الملک آصفجاہ نظام الدولہ میر
نظام علی خاں .... مطابق سنہ ثالث عشر ماتین
بعد الف آوان اوج و عروج مدار المہامی .... غلام سید خاں
سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار
دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطو جاہ کہ ....
ماہ منیر فلک انبساط بر جبیں منور برج نشاط ناز نین جہار بالش رعنائی الخاطب
ماہ لقا بائی در سر رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع الثنا صحب معالی
المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت و حشمت والا تبار عالی مقدار
راجہ راؤ رنبھا بہادر جونشت بنا لکہ مد اللہ عمرہ و زاد قدرتہ محفل افروز نکتہ

دانی سخن شیراز بند اجزائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل بندست گردید و سواد اعظم بر صفحہ را بتحریر و تقریر دلپذیر مانند خطوط شعاعی خورشید کشید .... بنا بر یادگار کہ بر صفحہ روزگار مزید براولاد احفاد متصور از اتفاق سر خوش بیان سید نصیر الدین خاں معنی دان المتخلص قدرت سلمہ اللہ العزت صورت تحریر المرا دظہور منعکس نمود .... آں گل بوستان محبوبی باہیں نیازمند درگاہ ایزدی نظر بر الصبا و ضوابط یکتا و بہا جہت تحریر ایں چند کلمات کہ کیفیات مدارج خود بزبان خامہ و ہر متکلف شد مع ذالک بتسطیر خامہ در آورد ....

فی الحقیقت موزونیت سطور و نوائش بدیدہ معنی نژادان سخن شناس معشوقیت مزلف دہر لفظ دلفریبش شاہدیست مخطط ابیاتش کاکل وار بر صفحہ عارض معشوقاں فتادہ و الفاظ مطبوعش مانند خط و خال مہوشاں بالطف آمادہ نرگستان چمن کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون با ہزاراں چشم درتماشا گاہ مدرکہ آئینہ ہانچندہ طوطی خیالات رسا دام لاتحصلی میان بندد“

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مہ لقا بائی جو راجہ راو رنبھا کی ملازمت میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کی دیوان راجہ صاحب موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیباچہ کے مرتب ہونے کے بعد نواب ارسطو جاہ دیوان وقت نے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ اس کے ترتیب کی تاریخ ”ہو اللطف الاعظم“ ہے۔
۱۲۱۳ھ

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع درج کیا جاتا ہے۔

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زبان گویا

کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہان گویا

سوائے حق کے کب کوئی واصف وصف ائمہ ہو

رہا چنیدا الملک پر بھی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجھ کو جام مے ارغوان پھر | افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پھر

ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم | رکھتے ہیں ترے دور میں پہ چشم کرم ہم

چشم کافر بھی ہے اور غمزہ خونخوار بھی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

دیوان شاداں

انڈیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۱۴۱ / اورینٹیل) ورق (۹۹) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۴۳ھ کاتب محمد علاء الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنوز کیٹلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔

مہاراجہ چندو لال المتخلص شاداں سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی مسند پیشکاری پر متمکن تھے اور منیر الملک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجا لاتے تھے۔

مہاراجہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے نصیر کئی مرتبہ آئے۔ ذوق اور غالب کو بھی پیغام طلب گیا بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

۱۱۷۵ھ میں تولد ہوئے تھے اور ۱۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔ زیر بحث دیوان میں ایک قصیدہ آصفجاہ ثالث کی مدح میں ہے جس کے ۱۵ شعر ہیں ایک مخمس پینتیس ۳۵ رباعی اور بقیہ غزلیں ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔

ابتدا:۔

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا ... سایہ بھی میسر نہیں ... کو بھی ہے قدم کا

....

شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام ... تکیہ ہی مجھے یار تیری فضل و کرم کا

غزلیں ردیف ہی کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔

سجن ہمارےکو جسنے دیکھا جہانکا وہان وہ بہٹک رہا ہی
کہان پہر اوسکو سمجہ ہی کیان جیسے بورا سٹک رہا ہی

کہی ہی اب تجہسے یہ ہی شادان پیا پیاری کہیں بہٹک مت
تجہے ہی سمجہا یا کیا کیا تو کیون اری من بہٹک رہا ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال | آیا ہون رہنی کو ہی تیری ہی وزیر فی الحال

گریز ملاحظہ ہو۔

کس لئے ایکی بہار آئی بصد رنگینی | تب تو گلشن کے پطوطی سے کیا میں نے سوال
بولی طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات | کہ بہار آئی ہی اوس شاہ کی اور بہر سال
نام جس کا کہ ہی مشہور شہ اسکندر | ہی جہان اوسکی ہی ——— ؟

دوسرا مطلع

ایتجد اوندر ہی تجہپہ خدا کا افضال | ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جسکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

رحمان تیری یہ شادان کی دعا ہو قبول | ایسے عدو حکو یہ کہہ شاد الہی ہر حال
جب تلک دورفلک میں ہی مہ و مہر نمود | یارب اس شاہ کی دولت کو کبہو ہو نہ زوال
ہی دعا مجہسے یہی اور سبہو نسے آمین

مخمس کے ابتدائی۔

ہمکو تو اوسے یہ نت نظر ہی	ایدہر اودہر کی کب خبر ہی
مت ٹوک اوسے کہ یہ بشر ہے	پہرتا جو نہین وہ در بدر ہی

عاشق کا یہ حسن سر بہ سے

پہلی رباعی:۔

ای یار تجہی جو خوب دیکہا ہمنی	پہر پایا تمام سود دیکہا ہم نے
اس سے بہی زیادہ اور ہوتا ہی کچہہ	سو سوڈہب سے کیا یہ دیکہا ہم نے

تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ دکھنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہو جائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طوطی نامہ نثر
(۲) حکایات لطیف
(۳) قصہ مینا
(۴) منتخب نیک نام
(۵) قصہ مریم
(۶) اسلام عمر
(۷) انوار سہیلی
(۸) دوازدہ مجلس
(۹) نافرمان عورت۔
(۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ
(۱۱) قصہ ابراہیم ادہم
(۱۲) سلسلہ خلافت
(۱۳) وفات نامہ پیغمبر
(۱۴) قصہ گل و ہرمز
(۱۵) قصہ ہشام و قمر
(۱۶) بہار دانش کی حکایتیں
(۱۷) ترجمہ گلستاں
(۱۸) قصہ انار رانی
(۱۹) ترجمہ سراجی
(۲۰) قصہ بندگان عالی

(۲۱) گنج نامہ

(۲۲) معراج نامہ

(۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ

(۲۴) کتاب الاخلاق

(۲۵) شرح دوبیت

(۲۶) افسانہ ہندی

(۲۷) آئین و قوانین افواج کمپنی

(۲۸) گپت احمد

طوطی نامہ

یہ دکھنی نثر میں ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر (۵۸۹ ۱ / اڈیشنل) ورق (۱۴۹) سائز ۷ ½ × ۵ ¾ سطر (۹) خط نستعلیق بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصل مخطوطہ ابوالفضل کا اختصار ہے جو نخشبی کے طوطے نامہ سے کیا گیا تھا۔ دکھنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ ۱۰۰ تک چھتیسویں حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکھنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ایک اور دکھنی ترجمہ غواصی نے کیا ہے"

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ سنہ تصنیف کا پتہ چلا۔ یہ دکھنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابوالفضل کے فارسی طوطی نامہ کے نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ ولی کے زمانہ کا ترجمہ ہوگا۔

پیچھے سیں تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے تعریف کے بعد از اور پیچھے سیں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے ....

چلنے ہارے پرے راہ بندگی کو یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون ابوالفضل بیٹا شیخ مبارک کا وسکی تیں پاک حکم بادشاہ جاری ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کو ساتھ عبارت تازی کے ساتھ روشن تھوری عبارت
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت میں بنا دے

پیچ شہر نیک کے شہران ہندوستان کے سوداگر بیک
تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھتا تھا یکایک
آواز دینے بار افضل خداے عالم کا خوشی خبری اس بات
کی دیا وہ بات یہ ہے تہیں خوشی خبری دیتے ہیں ساتھ فرزند
نیک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے ....
سوداگر اس مبارک حوصلہ کے تیں یعنی اوس فرزند کو میمون
نام رکھا جب خط رخسارے اوس کے کا اوگیا یعنی میمون کو خط داری
کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونچی بیچ وقت
مبارک کے ساتھ خجستہ نام والی عورت کے شادی کیا۔

یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کے ساتھ ساتھ ترجمہ وکھنی بھی درج کیا جاتا ہے تاکہ دونو کا تقابل کیا جائے۔

فارسی	ترجمہ
بعد سپاس خداوند زبان ذہین و ستایش داور جان و تن آفرین کہ طوطیان باغ قابلیت را شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن کاملیت را عشق گلشن قدرت خویش گردانندہ، حمامہ خامہ را در ہوائے تحریر عیش پرواز میدہد۔	پیچھے سپاس تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے وہ صاحب کہ طوطیان باغ قابلیت کنتیں یعنی نشیان کنتیں شہاس باتوں کی بخشیا یعنی میٹھے باتاں نشیان کو خدا نے سکھایا اور بلبلان چمن کامل ہتے کنتیں یعنی شاعران کنتیں عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت دکھا کر عاشق کیا۔

حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۸۱) ورق (۵۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶)
حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت دشوار ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونہ :-

دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے ہور شاید دونو نہیں رکھتے تھے۔
اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہور انصاف چاہی قاضی
جلاد کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکڑے کر کر اس دو نو عورتوں کو دی ایک
عورت یہ بات سنکر خاموش رہی دوسری عورت گریہ ہور واویلا کر کے
پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکڑے مت کرا اگر ایسا ہی انصاف ہی
بچے کو میں چہیتے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو ماں بچی کے یہی ہے بچا
اوس کو دیا ہور دوسری عورت کو کوڑے مار کر چلا دیا۔

قصہ مینا

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۳۰) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ کاتب غلام حیدر۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۱۵۲ھ بمقام بنگلور کاتب حسن محمد فاروقی ساکن بیجاپور۔

کیٹلاگ کی صراحت:-

"ایک بادشاہ اور مینا کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان خاصکر عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مینا اپنے شوہر کوے کی وفادار بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلانے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو طلب کر کے مینا سے معافی مانگی۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کوے کی جورو مینا تھی۔ بادشاہ ایک کٹنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے کان سے مینا کی ناراضی سنی اور خود کو ظاہر کر کے معافی طلب کیا۔ مینا اور کٹنی کی گفتگو اور

ان کے تمثیلی قصوں سے کہانی طویل ہوگئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا — کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمیع حمد او سکوں سزاوار ہے — کہ او جگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق اسے سب خلق خاص و عام — او مالک اہے ملک کا سب تمام

نعت:-

محمد نبی خاتم الانبیا — شرف جستے رب جگ میں ہمتا دیا
منور کیا جگ کوں اس نور سوں — دیا روشنی سب کوں اس نور سوں

رسالا اتہا فارسی سوں اول — کیا نظم دکھنی سیتے بے بدل

کہ یک شہر کا ایک بڑا بادشاہ — جہانگیر عالم اتہا شہنشاہ
سخی مہربان عدل او شہریار — نیکو ناؤں اس کا سو بالا کنوار
وزیراں کنیک خوب حسن و کمال — ملیکاں ہزاراں سودھا مجلے محال
اوسی کے ولایت بہوت شہر تھے — سبے خلق وان کے دنیا دار تھے
تہا اس بادشاہ میں کوال ایک — اسم اسکا لوک اتہا ناؤں نیک

اگر سو آسمان تے آئیگا — اگر چاند آ مجھ کوں آزمائیگا
اگر کوئی ملک ہوئی تو صاحب جمال — اگر کوئی مقبول ہی جگ او جال
تو لوکاں تے اپیار ہی سب تمام — او سرتاج میراجی اس سوں کام
دیکھا تے مجھی سو کناں کا او سنک — تیری کام سوں سب جاوی نانوں ننگ

اگر آوی چاند اکرون پیلا دم | مبارک میری پیو کون لاکھان حرم

بچی مان بغیر دودھ دوسرا حرام | پیئے اچھتے ہو کر حرامیا نکی کام
کہ ما نپاپ پر فرض ھی چار بات | جو فرزند کے حق میں کرنا جہات
اول نیک کا دودھ اسکون پلائے | دوجا ایک اشراف کے نیک لائے
تیسرا اسکا نا اوسی حق کے بات | چوتھا اجانا ادب چال سات

خاتمہ :-

کیا نظم قصہ کا نا بات کھول | دیکھیں چوک یاران تو راکھو نہ بول

منتخب نیک نام

اس مثنوی کا یہی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۴) ورق (۷۶) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱) نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"پیغمبروں اولیا اللہ کے حالات و اقوال دکھنی زبان میں منظوم کئے گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق ۳ پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل سوں تیرے تمام
نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو ۱۲۰۰ھ ہے۔

برس بارہ سو اتھے ہجری تمام   ختم پایا منتخب اے نیک نام

ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے "منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"منطق الطیر در زبان ہندی دکھنی بطرز شیخ فریدالدین عطار"

دور آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے یہ مثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

مثنوی شروع ہوتی ہے۔ بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔
(۱) حکایت معجزۂ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام
(۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیقؓ (۶) حکایت سلیمانؑ (۷) حکایت دیوانہ

شیخ فریدالدین عطار کے چھ مثنویوں سے (یعنی منطق الطیر، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، خسرو گل، اسرار نامہ، مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں ملتی۔ تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر کا ترجمہ کیوں لکھا گیا ہے۔ وجدی کی پنچھی باچھ جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ دراصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

ابتداء کلام

اے خداوند کریم بے نیاز | اے شہنشاہ بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہر دو جہان | اے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزۂ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانای روم | معرفت کے رو زکا سب سے ہجوم
لیکن یاران سرور سالار دین | نا گہان مسجد میں بیٹھے تھے وہین
آن سون سایل سب ہوی اہل عرب | دل میں ساری کفر دہر کے بے ادب
لیک تھے خوش ستمان سفید رنگ | ہے ہماری نظر میانی چپے درنگ
آدمی بس جہٹ سوں کر چہووی ایک شجر | آو بس شجر کون ہووی تس ڈالے بکر

حکایت عزیز پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم سکل | شام میں تھے قوم اسرایل کل
سرکش و مغرور تھے او نابکار | ظلم کا پیشہ تھا ان کار و بار
آکو مارہ انکو سب بختنا نصر | شام کہ کل ملک کون ویران کر

سکے ہزاران لیکہا انجیل خوان | بندمیں اپنے پہکر کہ کیسے وہان

حکایت عائشہ رضؓ

عایشہ عصمت پناہ صاحب وقر | جس سون پایا دوسرا عفت نکو
کافران آنپر کئے بہتان سب | دین کی اعدا نی ال یکبار تب
حق کیا ایت کتیں ستیز نندہ ول | عایشہ کے شانہ میں مانند پہول
سروری کون نین کہ دلمیں سزان | اس خدا کا تہا کہے بے شک گمان
نام ہے ستار جسکا بے مثال | آنکرتا پردہا پوشے بہی اتپال

حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کرد کار | جب کہ دیتا ھی بندہ کون کر کی پیار
معرفت کے بہی موافق ذوالکرم | سو نہتا ھی او سبو ہردم رنج و غم
بل سین آو سس عرفان کے لیا تمام | رنج کتیں سہ لوا سینے لا کلام
درد و غم سیں شاد رہو تون روز شب | معرفت کے سیمز میں دوب مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا -

قصہ بی بی مریم

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے۔

میوزیم نمبر (۲۱۷۷ / اورینٹل) ورق (۶۷) سائز ۸ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۳۷ / I) ورق (۳۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم۔ لڑکے کے تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر عیسویت کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش[۱] جن کو سید برکت علی بھی کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ یہ بمبئی میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے مدراس سے سنہ ۱۸۷۰ء میں شائع کی ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی کی فہرست میں بھی یہ شامل ہے۔"

---

[۱] یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنفہ میرے پاس موجود ہے مگر یہ بمبئی کا طبع شدہ نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۲۱۹ھ میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ قصہ اولاً دکھنی نثر میں تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)

یہ نسخہ ۱۲۸۷ھ م (اکتوبر ۱۸۷۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف ۱۲۸۷ھ سے قبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا:-

ششم باب میں کہوں باصفات | ہے عیسیٰ کے اس میں کتنک معجزات
چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے | کتنک معجزات میں حکایت یو ہے

نمونہ ششم باب:-

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا:-

شروع حمد خلاق عز و جل | چلوں حمد میں اسکے میں سر کے بل
بجز اس کے کوئی نہیں کردگار | وہی سارے عالم کا پروردگار

سنہ تصنیف نام مولف وغیرہ:-

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب | ز نصر من اللہ فتح قریب
قلم اب اٹھا اے علی بخش تو | بہت لکھہ چکا ہاتھ کو روک تو

. . . .

یہ قصہ تھا سابق میں دکھنی زبان | ہوں میں نے کیا اوسکو اردو زبان
یہ پورا کیا میں نے قصہ وہاں | جو مشہور کلیانی قصہ جہان
مہینا تھا شوال کا خوش بحال | تہا سن بارہ سو اور نو کا سال

چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے — کتنیک معجز تمہیں حکایت بو سے
او پیدا ہوے کیوں کرواب بیان — بو تفسیر قران سو سب عیان
کہتا ہوں میں مریم کی پیدائش اول — کروں ذکر عیسیٰ کا پاچھی نقل
دیکھو ہاں جنو کی ہے مریم شجات — او بی بیان میں بی بی اسے پاکذات

تپ محرقہ سخت تہا در بدن — عناصر لگائی نفاقی انجمن
سو مریم ادا تب کئے با نیاز — عصر اور مغرب عشا کی نماز
خدا سوں لگائی اتہی قال و قیل — سو ایسی میں پونچی ہیں وان عزرائیل
لباس عرب لیکو آئی تہی او — فرشتیاں کا لشکر لے دہالی تہی او
کہے روبرو آکو مریم کو دیکھ — ای عیسیٰ کے مادر سلام علیک
ای مریم نمازاں تمیں قائم ہے توں — عبادت میں حق سات شامل ہے توں
سنی جب ملک موت سوں یہ کلام — دیئے جواب مریم علیک السلام

سبو نی کرا سو صاحب بیمار — نکالی ہیں مریم کوں تب گہر کی بہار
چلی لیکو مریم کوں جنگل کی دہر — دسیں سب میں مریم مسافر اسیر
پدر ہور مادر قبیلہ تمام — سکی بہائی بہایاں جتے تہا حق عام
رضامند ہو کر چلی چہوڑ نی — ولیکن کلیجی لگی تو ڑ سے
کہے ماتکوں مریم نی اسے مہربان — میں فاسق نہیں ہوں رکہو در امان

اسلام عمر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۲۳/۴) ورق (۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت:۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرتؐ کی سوانح کے متعلق عمرؓ ابن خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانا اور عمرؓ کا مذہب اسلام میں تبدیل ہونا مذکور ہے۔ مصنف کمینہ"

یورپ کے کسی دوسرے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھ حالات واضح ہوتے ہیں۔

اس مثنوی میں اول حمد و نعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

ابتدا

سعادت ابد کس کون ہوتا اگر | سنے وصف اونت نہ خیر البشر
صفت او سنے مصطفیٰ کا سدا | کرے اسم پر انکے نت جیو فدا
کرے تاون پر اس ہزاران نثار | فدا مال ہور ملک گھر ہور دار

جو چالیس برس کے ہوے شاہ جب | حکم ہوا نبی کا آیا امر رب
سو اس وقت میں کفر تھا بہوت دان | نہ بوجھن لگے مصطفیٰ کوں ندان

نکل کر بہی جاویں ویک غار میں | اچہن جم وہان کفر کے غاز میں

عمر سنکہ قران ہشیار ہو | لگیا نوش پہنے تو وہی مار و
ہوا صاف دل کفر کا میل جا | سو ہر یک آیت پہ او ذوق پا
ہوا وین کا پیار دل میں کمال | ہدایت دیا دین کا ذوالجلال
لگیا شوق پر شوق ہونے زیاد | سو ایمان لیا نیکوں ہو دل سوں شاد

خاتمہ:-

لگے معروف کر نیکوں تب | جگر کا فراں کے پہوتے غم سوں سب
محمد پہ ہوتا ہزاران سلام | شفاعت منجے کر اے خیر الانام
کمینہ یوفتاحی تیرا غلام | علیک الصلوۃ علیک السلام

انوار سہیلی

اس کے چھ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سنہ ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۸۶) ورق (۳۶۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷) ورق (۲۱۹) سائز ۱۱ × ۷ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دیباچہ نہیں ہے اور ناقص الآخر بھی ہے۔

(۳) نمبر (۸۸) ورق (۵۴۲) سائز ۱۱ × ۷ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔

(۴) نمبر (۸۹) ورق (۱۰۲) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۳ ۔ خط نستعلیق

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص آلاخر ہے۔

(۵) نمبر (۹۰) ورق (۱۵۰) سائز ۱۱ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

(۶) نمبر (۹۱) ورق (۸) سائز ۱۰ ¼ × ۷ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ ہوا ہے۔

کیٹیلاگ کا خلاصہ :۔

انوار سہیلی کا دکھنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ملا حسین بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور دکہنی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں
نے ۱۲۳۷ھ ۱۸۲۲ء میں مرتب اور ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں مدراس سے شائع کیا ہے۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

"خلیفہ ابو جعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عبد اللہ کا پڑپوتا حضرت عباس کہ اولادون سی سردار سے کہ تخت پر بیٹھا اور کلیلہ دمنہ کتاب کی تعریف سنا بہت آرزو و خواہش سون اس کتاب کو پیدا کر کہ امام ابو الحسن مقفع کہ بیٹا کو دیا امام ابو الحسن اس عصر کہ فاضلون کا سردار تہا اُن نے اس کتاب کو پہلوی زبان سون تازی زبان سون نقل کیا۔

ابو جعفر منصور ہمیشہ اس کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکہکہ اسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق عمل کرتا تہا"

"سلطان حسین پادشاہ کہ عہد مون شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سہیلی رہ آور وہ امیر سارا امیرون کا سردار و بڑا دیانت دار تہا ہمت و فضلیت کا رکہن والا خیر و خیرات کا کرن والا .... خلق اللہ کہ فایدہ کہ وامیت مجہہ غریب کو اسی وجہ فرمایا کہ ای محمد حسین ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اس کتاب کو پارسی زبان مون کہو آور اس باغ کہ درمیان اسی وجہ معنی کا درخت اگاو"

"گذشتہ دنون کہ بیچ آور گذرا برسون کہ بیچ چین شہر کہ درمیان ہمایون فال نام پادشاہ ایک تہا گیا پادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک بملک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر آفتاب کہ مانند شہر بشہر مشہور ہوا تہا۔ بڑے بڑے پادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیو کہ کانون مون پہرہ تہہ۔ آور مرتبہ کہ رکہن والے سردار لوک اسکہ حکم برداری کا زین پوشش دل کہ مونڈہ پر دہرتہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دبدبہ آور جمشید روس مرتبہ سکندر

وجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر پر کہتا تہا۔ اور جیسا کہ خوبصورت معشوقوں کہ رخسار پر آگ پانی ایک ساتھ رہتا ہی اسی وجہ اُس بادشاہ کہ عدل سوں آگ و پانی ایکجا جمع ہوا تہا۔"

ایک دکھنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کیا ہے جس کے مولف میاں محمد ابراہیم بیجاپوری ہیں۔ جو ۱۸۲۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ اسی کا ذکر بلوم ہارٹ نے بھی کیا ہے۔

عبارت کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو نو ایک شخص کے ترجمہ نہیں ہیں بلکہ دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں۔ طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم کا ترجمہ قدیم ہے۔

دوازدہ مجلس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۴) ورق (۴۴) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے:—

"مختصر واقعات حضرت محمد فاطمہ، علی اور شہادت کربلا کے حالات مثنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے:۔

(۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔

(۶) شہادت فرزندان مسلم (۷) شہادت حُر (۸) شہادت قاسم

(۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر

(۱۲) شہادت امام حسین"

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف "عطا" ہے مثنوی میں دیباچہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونوں نہیں ملتے۔

"عطا" کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو—

مجلس نہم در بیان شہادت حضرت عباس علی علیہ السلام

راویان اخبار مصیبت و ناقلان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عباس علیہ السلام کہ سات حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلندی قد میں

اپنے وقت کے لوگوں سے ممتاز تھے جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے پاؤں حضرت کے زمین پر لٹکتے تھے .... اور لڑائی کرتے ہوئے کافروں سے متوجہ خیمہ کے ہوئے ظالموں نے سر راہ اون کی پکڑی اور گرداگرد احاطہ کیا حضرت عباس علی علیہ السلام اُن سے لڑتے تھے کہ ناگاہ ایک ملعون پیچھے آیا اور ضربت شمشیر اوس بزرگوار پر ماری دست راست جدا ہو گیا پھر حضرت نے مشک کو دوسری کاندہی پر رکہا اور جہاد کرتی تہی"

ایک نوحہ کا نمونہ درج ہے۔

نوحہ :-

قاسم کی ماں کہتی ہی کہ قاسم کدہر گیا
ہی ہی بنا بنی پہ نیا داغ دہر گیا
کربل میں بیاہ اسکی شادی رچائی تہی
جو سر کٹا کی اپنا وہ جیسے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کے دن مر گیا وہ شاہ
ہی ہی بنا بنی پہ نیا داغ دہر گیا
پہر ہاتہ سہرا ہات میں کنگنا بندہا ہو
اسطرح اپنی بابا کنی دیکہی سر گیا
بیٹہی دولہن ہی رو رو کے با چشم خونچکان
کہتی ہی کیا غضب کہ میرا دولہا مر گیا
شادی رچائی رہنیں کیا دیر ہو سکے
قاسم سہرا یہ پہر کو نہ جیسی ادہر گیا
قاسم کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں
خاموش اے عطا کہ وہ نوشاہ مر گیا

رباعی۔ (ہر نوحہ کے بعد درج ہوئی ہے)

ای مومنو ماتم ہی یہ عباس علی کا
ہر شانہ جدا ہو گیا جس حقکی ولی کا
ٹکڑے ہوا دریا پہ رہی پیاسی سکینہ
افسوس [illegible] ارہوا سب [illegible] کا

نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے :۔

نمبر (۷۳/۸) ورق (۴) سائز (۸ ½ × ۵ ¼) سطر (۸) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

۱ "ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج

۱ ہے۔ مصنفہ مخدوم"

: تصنیف غیر ظاہر۔ مصنف کے حالات پردۂ تاریکی میں ہیں۔

اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بددعا کی جس کے باعث وہ درد شکم میں مبتلا ہو گئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔

کلام کا نمونہ :۔

ابتدا :۔

سنبھلی تجھے نیند آتی ہی کیوں | پیا بن تجھے سیج بھاتی ہی کیوں
پیاریاں پیا کوں سو راضی رکھو | اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتھا ایک درویش نہ تھا وہاں مال | اتھی نار اوس کوں بری کم خیال
نہ خاطر میں لیاوی مرد کوں ذرا | کبھی کچھ تو دی جواب اوس کوں پھرا
مرد کوں کی لیتی اپس و رضا | منھ سوں نہ کہی اوس کا اہو ر ترا

مرد بہوت غصے سون ہوا جل کباب | کیا بد دعا اون خدا کن شتاب
الٰہی یو ظالم ہے ظلمت کے نار | ایسے وقت از غیب اوتری قہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول | عورت کے شکم میں اوٹھا درد سول

کہا پند مخدوم زبان کھول صاف | ہر یک کوئی سنے پر گنہ ہوئے معاف
ہر یک ٹھار بولو یو پورا کلام | محمد نبی پہ درود و سلام

قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (؟)

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۳۷/۹) ورق (۱۲) سائز ۸½ × ۵½ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق

نمبر (۳۲۴/۱) ورق (۱۶) سائز ۸¾ × ۵½ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ کتابت نہیں ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت:-

"آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنفہ نامعلوم۔"

اس مثنوی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے۔ مصنف غالباً شرف ہے کیونکہ بعض اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

همکون شرف اسکے آتی سون ہے | جسے لک بزرگی کا پو ناؤں ہے

خبردار بولیا سخن با شرف | روانہ ہوے فاطمہ اس طرف

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استدعا کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا۔ مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا خوف

دامنگیر ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ ضرور شریک ہوں۔ بی بی فاطمہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زرین اور زرتارین گئے اور چکا چوند پیدا کر دیا۔ اس کو دیکھ کر کچھ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔

اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہو سکتی مگر یہاں تو صرف ادبی حیثیت پیش نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتدا:۔

دیگر یک حکایت سنو دلفریب
جتے مومناں کے دلاں کا ہے زیب

سنو فاطمہ کی کرامات کون
فقیر کی مصیبت کی اصفات کون

نہ لازم ہے یوں تمکوں ای نیک نام
کریں قطع رشتہ رحم کا تمام

ہماری قبیلہ میں شادی ہے آج
فلانے کی گھر ہے عروسی کا کاج

فلانا جو تیرے قرابت میں ہے
قرابت قریبہ شرافت میں ہے

وہی اسکی بیٹی فلا نیکتین
ہمن ای تجکون بلا نیکتین

کرو تم کرم اے شہی پاکذات
تمارے سکیکے ہے چلوکی رات

کہے فاطمہ نے اے خیر البشر
ای سلطان عالم شفیع الحشر

نہیں ہیں تمارا حکم رد کری
تمارا حکم سر انکیاں پر دہری

تمہارا حکم رد کروں کیا مجال
ولی دلمیں گذریا اتہا یو خیال

کرامت سمجکر او ایمان لیا ہی
سبب فاطمہ کے ہدایت کوں پائی

اپس سات لے فاطمہ کو سب
خوشحالی سوں آتی ہیں خدمت میں اب

قصۂ ابراہیم ادہم بلخ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۴۷) ورق (۲۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جمادی الآخر بمقام کولار۔ کاتب شیخ اسمٰعیل ولد شیخ محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

"ابراہیم ادہم کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔

{ اس مثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت ملسکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | اوب سات یاران سنو کان دہر
(ص ۶۸ ا)

کہ عرفان کون توں اپس سات کر | اپیا توں محی الدین مناجات کر
(ص ۸۷ ا)

مثنوی کا نام اور اس کے دکھنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو:—

خدایوں سنوارے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکھنی یو تمت تمام

٭٭ ٭٭ ٭٭ ٭٭ ٭٭ ٭٭ ٭٭ ٭٭

کہا نظم دکھنی سوں قصہ ہوا | محی الدین پر لیاے منجہ مدحا
براہم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بہ نبی علیہ السلام

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر چاروں خلفا کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر اپنے مرشد ظہیرالدین اولیا کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات حکایتوں کے عنوان سے بیان کیے گئے ہیں زیادہ تر توکل۔ ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل جھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم بارہ سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے لکڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کیونکہ ایک پھول بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سوگئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اور پھر اول تو ہنسنے لگی اور پھر رونے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لحمہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہوسکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہوگئے

اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر پر حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات بھی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

ثنا اول کرہ توں اول سو کرتا رک | یو دو جگ کوں پیدا کرنہار ک

الٰہی توں قادر ہی رب الرحیم | توں صاحب ہی ستار ای ذوالکریم

جہان تو صاحب ہے پروردگار | توں حیوم قیوم ہے برقرار

نعت :-

سنو میم کے اب روایت بتول | سو او میم نوری محمد رسول
شرف میم کون توں بتا کچھ دیا | سو او میم ظاہر محمد کیا

مرشد کی تعریف یوں کرتے ہیں -

کہ ہادی ہوا اسکون میرا امیں | میرا پیر حضرت اہے ظہیر الدین
توں ہی شاہ دوجگ زمیں و زمان | تہیں دستگیرا ہے اسجان دان
وسیلا ہے تیرا محمد رسول | علی کے چمن کا ہے توں خاص پھول

قصہ کی ابتداء -

حکایت بیان سنو بسر | بزرگان کی یو بات ہے مختصر
بڑا ہم شاہ کرا تہا اون کا ناؤن | بلخہ شہر اونکا سو تہا تخت ٹہاون
اتہی بادشاہ تخت ورنگ نام | اوس حق میں دعاتت منگے خاص عام

ہنسی ہیں سو اسواسطے بادشاہ | کہ لحہ سو نے سو ہوا اسکا سنہا
کہ روتے ہوں سن بادشاہ نیکنام | رین دن سوتا ہے سو اسکا کیا حال
سنے سو شہنشہ تعجب ہوی | سہ چہوڑو کر حکم اوسکون کیتے
سو کہا خوف تن میں کہے کردگار | گنہ کار ہوں میں سو توں شرمسار

حکایت عزیزاں یو دیکھ سنو | الٰہی کام تو مجکون بخشو کنو
سو یک دن براہیم مسافر ہو کر | چلے دلمیں اللہ ہچ کا دہیان دھر
سو سد یہ سنے سب اپس تن کے یوں | نہ کہاں نہ پانے ہنر ہو جیو جیوں
ولے اوسکے بلکے سو ہمت کپر | چلے یوں توکل کے ہواسے یو چپر

خاتمہ کتاب :-

کہ بیتاں سو ہی پانچ سو بیس اوپر | محباں پر وا سکوں دلشاد کر
یو قصہ ہوا سب یو تمت تمام | محباں کہو سن فاتحہ مدام

سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۲۴۷) میں ایک ناتمام مثنوی جس کے (۳۷) شعر ہیں اس میں خاندان چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لئے آخری شخص کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا بھی مصنف ہو۔ کیٹلاگ میں اس کی کچھ صراحت نہیں ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

کہتا ہوں میں تجکو ن بیان سن جیو باتوں کا نہر | ہر چار پیران چار دہ سب خانو دیان کا ذکر
حضرت رسول اللہ سے تے خرقہ خلافت کا ہوا | چارو صحابان پر ہوا لیکن علی سون نشر

آخری۔

شیخ وجیہ الدین کہے تہے شیخ ضیاء الدین مرید | ہو نجیب سہروردی تہا لقب جا نو مزید
سہروردیان میں تہے خلیفے شیخ نجم الدین کبیر | تہا او سہروردی (؟) اسمیں اکابر تہد (؟)

وفات نامہ پیغمبر ؟

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۶۵) ورق (۱۳) سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ مثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ایں وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام
بر زبان دکھنی نوشتہ شد"

تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج ہیں مگر اس میں بہت کچھ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ :—

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے | کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
یو دنیا ہی یاران عجب بے وفا | کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا کنیں نا کوئی اقامت کری | نہ عمر سکون نہایت کری
اگرچہ اچھی عمر برسان ہزار | ولی پھر کہ جانا سو بھی ایکبار

اگرچہ پیوی کوئی آب حیات | ولی پنجہ مرگ تھی نین نجات

غرض عمر کی تیں قوت بین نبیا | کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کہون داستان میں وفات رسول | چو شکر کرین رات دن سب قبول
چو تاریخ فرخندہ فال تہا | سو ہجرت تہی تب اودہر سال تہا
تب اس سال حضرت شفیع مطاع | کئی روز عرفی کون حجی وداع
اوسی سال میں دین کا شل ہوا | کہ الیوم اکملت نازل ہوا
اس آیت کہ تیں سنک اصحاب سب | ہوئی غم تی بیہوش بی تاب سب

کیا میر لویدح اسد ہات سون | رکہا ختم آخر سو صلوٰۃ سون

کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

قصہ گل ہرمز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۱۱۸) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے دکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

روم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہا کرتا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا انہوں نے ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سوجائے خواب میں شہدا کا دیدار ہوگا ان سے اپنی استدعا کرے۔ غرضکہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ لڑکا اس کے بطن سے ہو مگر جب حمل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دائی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حمل ساقط ہوجائے۔ مگر دائی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کردی۔ مدت معینہ گزرنے پر لڑکا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دائی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کردیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کردی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آپڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دائی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہونچی اور بھوک سے بے طاقت ہوکر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دائی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مرگئی مگر مرتے وقت اس نے بہمن سے گل واقعہ بیان کر دیا۔
بہمن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھ کر اپنا فرزند مشہور کیا۔ اور
اس کی پرورش کرنے لگا جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پسند نہ آیا
اس لئے جہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہ بھی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کو
اس سے دوستی ہوگئی مگر وزرا کے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو
مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین وجمیل تھی اس کے حسن کا شہرہ سن کر
اور اس کی تصویر دیکھ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہوگیا۔ گل کے لئے پیغام دیا خوارزم کے
بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے
ایک سال کی مہلت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھ کر اس کی عاشق ہوگئی اور دائی کے ذریعہ
ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اول تو ہرمز انکار کیا مگر چند روز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہوگیا اور
دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور
شادی کی تیاریاں مکمل ہوچکیں مگر گل شاہ ایران کے ساتھ شادی کے لئے راضی نہ
تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دونو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ
ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے
کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا
اور ہرمز کے ہاتھ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظور نظر ہوگیا جس کے باعث وزرار
خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چہار سالہ خراج طلب کیا
مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے
ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

مگر جب ہرمز کی صورت دیکھی تو اس کو محبت کرنے لگا اور اپنا فرزند بنا لیا۔ ہرمز کو تمام بیگمات دیکھنے آئے ہرمز کی ماں بھی آئی اس کو دیکھ کر محبت مادری نے جوش کیا پھر اصل حقیقت معلوم ہوئی انگشتری اور رومال طلب ہوا تصدیق ہوئی اور بڑی دہوم دہام سے گل سے ہرمز کی شادی ہوئی۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"نقل ہے کہ ایک بادشاہ تھا روم شہر میں جہان وسکے تابع تھا اور سب ملک کے بادشاہ وسکی تابع داری کرتے تھے اور خزانہ بھیجتے تھے اور سب لوگ چھوٹے بڑے وسکو قیصر رومی کہتے .... وسکو سب اسباب خوشی کا اور دولت اور حکومت میسر تھا لاکن فرزند نہ تھا ہمیشہ اس غم سی دلگیر رہتا اور اس درد کی دوا سب ارکان دولت سے مانگتا۔ امیر اور وزیر لاچار ہوکی قیصر سی عرض کیے کہ ای خداوند یہ کام آدمی کی اختیار نہیں ہی لیکن ایک بات ہمون کی دلمین آتی ہی کہ اس شہر میں ایک بزرگ فقیر رہتی ہیں جو کوئی ونکی پاس جس مقصد کو جاتا ہی وسکا کام حاصل ہوتا ہے"

"گل کی شادی کا میعاد کا ایک مہینہ باقی رہتی ایران کا بادشاہ خط لکھا خوزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک مہینہ باقی ہی اس وقت نیک ساعت ٹھہرا کر مجکو خبر بھیجو میں وسی وقت پونچھوں اور شادی کا کام انجام کرون میں تمارا جواب کا انتظار ہون" ....

قصہ ہشام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ¾ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔
کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتاسی ہیں جو حضرت میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے زبانی ایک قصہ آنحضرت کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی اور اس کی جوانمردی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار شعر پہ ہوتا ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔
مثنوی میں حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔
ایک مرتبہ آنحضرت صلعم متفکر تھے حضرت عمر نے وجہ دریافت کی اور آنحضرت کے حسب خواہش ایک واقعہ جس کو اونہوں نے بچشم خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی

بہادری ضرب المثل تھی اور کوئی ان کا مدمقابل نہیں تھا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تھا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پہ عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لیئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہونچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تہی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لیئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتھہ روانہ ہو گئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتھہ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے رنج میں قمر بھی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمر ان کی قبر پہ گئے دونو نے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کئیں ایکدن میں شفیع الامم | کسی بات سیں تھے بہت بیچ غم
نظر یا نبی جبکی تھی طرف در | کہ اتنے میں از در درا ئے عمر
کیا اسلام اور کھڑے باندھا تہہ | کہا یا عمر بیٹھو میرے ساتھہ

کہا اے عمر میرا ہشام نام | میں ہوں بادشا زادہ ملک شام
نہ یہ شام جو ہی عرب میں ہے پا | مرا باپ تھا عجم کا بادشاہ
ملک شام کا اور تمامی عجم | میری باپ تہا اب تو ہی وہ ہم
نہ ہوتا تہا میری پدر کون پسر | ایسے غم سین رہتا تہا اوس در دسر
ہزاران فقیرون ہزاران طبیب | دعا اور طبابت سین ہوئی غریب

جبھی لگ نہووی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدایا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہووے درگاہ قبول
کہ دنیا نیں جز در آل نبی | کوئی اور مجھکون نہ ہووی کبھی
جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو ال محمد کا ہو

بہار دانش کی حکائتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکایتوں کے دو مخطوطات ہیں جس میں دکھنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۵۷) ورق (۴۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۸ تا ۱۰) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کاتب وغیرہ نہیں ہے۔

نمبر (۶۷) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کاتب غیر موجود۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ :-

"دکھنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسمٰعیل ہے ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں سرورق پہ مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں"

دوسری کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار (شیخ چاند صاحب) نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔ اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چاند صاحب نے اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسمٰعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے بلحاظ مضمون حسب ذیل ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایت سوداگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوداگر تھا جس کا لڑکا بدچلن اور اوباش تھا۔ باپ نے بہت کچھ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گھر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک لاکھ روپئے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جا کر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تھے اور گراں قیمت تھی ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا راستہ میں چوروں نے قافلہ پر چھاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تھے ان کی کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ چوروں میں رہنے لگا چند روز بعد چوروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زر و جواہر سمیت لے بھاگا اور اپنے شہر کو آ پہونچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمونہ عبارت :۔

"قدیم دنومیں بیچ ملک ہند کے یک سوداگر بہوت بڑا ھور عمدہ تھا اوسے چہار بیٹے تھے تین لائق ھور یک بڑا نالائق کہ تمام دن ھور تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا و جنگ یاری میں مشغول۔

"بہوت پیسے باپ کی اوس بدکام میں خراب کیا باپ اوس کا اوس نالائقی کو دیکھہ کر بہت نصیحت زیادہ حد سین کیا ھور دوسری لوگان کی موں سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلمیں ہرگز یہ نصیحت ماں باپ کی ہور خوشی عقربا کی سر مو برابر اوسکی خاطر نالایق میں جا کا نہ لی"۔

---

(۲) چوہوں کا بادشاہ ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک بادشاہ تھا اور لومڑی اس کی وزیر تھی جس جنگل میں یہ رہا کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تھا جنگل ہی میں چھوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر گیلان کے بادشاہ کے لکڑی والے نے اس اونٹ کو بیچا کر اپنے بادشاہ کو تحفتاً پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دھاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تھا۔ گیلان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تھا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو برخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :۔

"ایسا کہتی ہیں کہ کیلان کی سرحد میں ئیک جھاری بہوت بری تھی اور اوس جھاری میں ئیک تالاب بہوت عظیم تھا اکثر کبی کبی اوپر اوس تالاب کی قافلی اوترتی تھی۔ قضای الٰہی ئیک روز اوس تالاب پر ئیک قافلہ بہوت برا کہ ہزاروں اونت او قاطر اور گہوری تھی اوس اونٹوں میں سے یک اونٹ سفید زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تھا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونت کو چہوڑ کر جنگل میں چلی گئی"

خاتمہ :۔

"اور اونت کو حکم کیا کہ بموجب آگی کی تمام دن پھر کر رات کون دیوڑھی پر حاضر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول ہو رہا"

آخر الذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں:—

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن وجمال پر ایک اور شخص فریفتہ ہوگیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی۔ میری سہیلیوں سے مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے اور لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم مقدس وید سے واقف نہیں ہو غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری ترکیب نکالی اور کہا یہاں کا راجہ ہر برہمن سے پانچویں وید یعنی تریا وید کے متعلق دریافت کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کردیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنوئیں پہ پانچ عورتیں ملیں اور وہ برہمن کا حال سنکر ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیاسوزی اور عیاری اور بداعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری معلوم ہوچکی تھی مگر پھر بھی ہم کناری حاصل نہیں ہوئی۔ دھوکہ میں سمدھن سے شادکام ہوا اور ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار دے کر کٹی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سمدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

"ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے ایک شہر میں برہمن تھا دس برہمن کی جورو بہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہتاب دیک کر شرمندہ رہتا تھا۔ اور بھوات اوسکی قوس قزح کی موافق تھی اور

آنکھیاں مانند ہرن کی اور ناک مثال کہانڈکی اور ہونٹاں مثال یاقوت
کی تہی اور داتان مثل موتیونکی تہی اور چہاتی مثال آئینہ کی صاف تہی
اور جوبن ہیں مثل قبہ نور کی اور کمر مثال چیتی کے باریک"

(۲) قصہ احمق عورت۔ ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بہی فحش ہے۔

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۱۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ :-

ایک بادشاہ تہا جس کو کوئی اولاد نہیں تہی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ لیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ کو دو لڑکے ہوئے حسب وعدہ فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر دراصل ایک دیو تہا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کردیا۔ اس دیو کا ایک گہوڑا تہا جو دیو کے باغ میں رہا کرتا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اور گہوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کرکے بادشاہ کے لڑکے نے دیو سے نجات پائی اور ایک دوسرے ملک کو جاکر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک پری کی غلامی میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد دوسرا بہائی تلاش میں نکلا اور شطرنج کی بازی جیت کر غلامی سے آزاد کرلایا اور خود پری سے شادی کی اور دونو بہائی کامیاب واپس ہوئے۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"حکایت یہوں بولتی ہیں کہ بیچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ
بہوت نامور تہا کہ بیچ خزانی اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تہی"

تہا لاکن اوسی خاہش اولاد کی بہوت تہی اور عمر اوسکی پچاس
برس کی ہوئی تہی مگر اولاد نہیں ہوئی یک روز پادشاہ اور شاہزادی
اعتراز ہوکر باہر شہر کی یک محل تیار کر کر پادشاہ زادیکو اوس
محل میں روانہ کیا ....''

خاتمہ :-

'' اور بادشاہ زادیکو اور پری کو اور اوسکی بہائی کو از سر نو شادی
کر کر شہزادیکو اپنا جاہ نشین کر کر آپ گوشہ عافیت کا اختیار
کر کر بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور شاہزادہ بند و بست
پادشاہت کا کر کر اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا ''

---

(۴) حکایت جنگلی شہزادہ ورق (۱۴) سطر (۸)

یہ بہی بلا نام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہو سکتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تھے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے ایک اونٹ جو دراصل رکساس تہا چہ لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہوا اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا رکساس خود کو ایک خوبصورت عورت کے بھیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہو کر اپنے شہر کو لے گیا یہاں اس نے بادشاہ کے ہاتہی۔ گہوڑوں۔ اونٹوں اور بیلوں کو کہا کر ان کے سر بادشاہ کے دوسرے چار بی بیوں کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے ان کو کہایا ہے ان کے قتل پر آمادہ کر لیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تہیں اس لئے وزرا نے ان کو قتل نہ کر کے ایک خشک کنویں میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تولد

ہوئے بھوک کی شدت سے ماؤں نے تین کو کھا لیا جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی ماں نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کھا کر رکھا تھا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان چاروں کو کھانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا منہ بوسیدہ ہو کر ایک سوراخ ہو گیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بنا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بنا کر پرورش کرنے لگا۔ رکساس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول الذکر بادشاہ کا لڑکا بھی شامل ہو گیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکساس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیاں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ :۔

"روایت کرنی ہاری خبروں کی ایسے روایت کرتی ہیں کہ بیچ ملک دکھن کی ایک پادشاہ رہتا تھا اوس پادشاہ کو ثات (سات) بیٹے تھے یک روز وہ ساتوں شہزادے واستے شکار کی بادشاہ سی آکر رخصت مانگی پادشاہ رخصا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ ساتوں شہزادی واستی شکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکن کہیں یک جانور چرند پرند نہیں نظر آیا۔"

خاتمہ:۔

"بموجب بادشاہ کی تمام امرا اور وزرا بدل اطاعت میں شہزادی کی دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشئہ قناعت کی بیٹ کر بیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالیٰ کی مشغول رہا"

---

(۵) بہار دانش کی اور بارہ مختصر حکائتیں نمبر (۸۵) پر بھی موجود ہیں ورق (۲۹) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسمٰعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ برآمد ہوتا ہے کہ نصیحت سُننے سے کامیابی حاصل ہوتی۔
یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ایک بادشاہ تہا خراسان میں نام اوسکا نوروزا و بادشاہ
بہوت عادل اور صاحب انصاف تہا اوس بادشاہ کے
ملک میں تمام رعیت خوشحال رہتی تہی"

اسی میں چند گلستاں کی حکایتوں کا بھی ترجمہ ہے ان کا مترجم بھی ظاہر نہیں ہوتا غالباً یہ بھی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲۸ / اڈیشنل) ورق (۸۵) سائز ۱۰ ۳/۴ × ۶ ۳/۴ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:—

"سعدی کی گلستاں کا دکھنی ترجمہ۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نثر و نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیارہویں حکایت تک کیا گیا ہے۔"

اصل ترجمہ سے بھی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اسلئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

"باب پہلا بیچ خصلت بادشاہان کے۔ حکایت ایک پادشاہ کے تیں ہم سنا کہ واسطہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہ کہتا تھا پادشاہ کنتیں گالے دینے لگا و بد کہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی ہاتھ جان سے دہو ہے۔ جو کچھ بیچ دل کے اوی کہی۔ بیت

وقت ضرورت کے جیوں نہیں رہی بھاگنا ۔۔۔ ہاتھ پکڑے سر شمشیر تیز کا

بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوند جہان کے کہتا ہے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیال خون اوس کے سے گذرا۔"

(۲) نسخہ انڈیا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۳) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

یہ دونو گلستان سعدی کے دکھنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔ اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتھہ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نثر میں ہوا ہے۔

نسخہ ثانی میں گلستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے بسم اللہ کے ساتھہ ہی پہلی حکایت کا ترجمہ شروع کردیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

...... کہ عاقلان کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووی جو کچہ کہ دلمیں آوی سو کہی۔ بیچہ وقت ضرورت کہ جب بہاگ نا سکی لیوی بیچہ ہات کی قبضہ شمشیر تیز کا جب عاجز ہوتا ہے ادمی لمبی ہوتی ہی زبان اوسکی کہ عاجز بلی بہلنگ مارتی ہی اور کہتی کے بادشاہ پوچہا کہ کیا کہتا ہی ایک وزیروں سین نیک خصلت کا کہا ایصاحب ان کہتا ہی غصیکوں کہانیوالی ہور تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان کرنے والی لوک کتیں خدا تیعالی دوست رکہتا ہے بادشاہ کون اوپر اوسکی رحم آیا ہور ارادی سیں اوسکی خون کے گذریا......

اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

جہان ای بہائی نارہی ساتھ کسیکی دل بیچہ جہان کون پیدا کرنی ہار یکی بند کہ بس ہی ستہ دہی ٹیکا ہور پیٹ اوپر ملک دنیا کی کیا واسطی

کہ او تجہ سے رکی بہونون کون پالی ہور مار والی جب جانیکا ارادہ کری جان پاک نی تخت پر مرنا کیا ہور ستی پر مرنا کیا"

نمونہ عبارت خاتمہ کتاب :—

"یہہ بیان گلستان کی تمامت کی کہتا ہے کہ خداے بزرگ ہور بلند کی مدد سین کتاب تمام ہوئی ہن جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تبا قدیم تا رہی ...."

حکایت اول کا ترجمہ ملاحظہ ہو- (از نسخۂ ثانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سونا ہون میں کہ کاتنی مون یک بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نامیدی کی حال میں مون زبان بیچ جو کچھ رکہتا تہا بادشاہ کون کالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں جو کوئی ہات جان سون دہووی جو کچھ دل مون آدمی کہی جس وقت نامیدی ہوی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تیں جی سائلی عاجز ہوی حملہ کری کتا پر بادشاہ پوچہا کہا تہا ہے وزیرون حاضر تہا- کہا اے صاحب بندیوان یہی کہتا ہی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالیٰ دوست رکہتا ہی اس نیک کار کون بادشاہ کو مہربانی آیا دسکی خون کی خیال سوں درگذرا-

---

بیارس نمبر (۸۳۳) ورق (۴۷) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے مترجم وغیرہ کا نام نہیں ہے بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے۔ ذیل میں نمونہ کلام درج ہے۔

ابتدا:۔

"سنتا ہون کہ یک بادشاہ کسی بیگناہ بندی کی قتل پر چشم
غضب سے اشارہ کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹھا کہ حکم حاکم مرگ
مفاجات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیان دینے اور اوسکی
حضور پرنور میں نالایق باتیں بی تامل زبان پر لانے لگا"

پیارس نمبر (۸۲۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ
نامعلوم بعض جگہ حاشیہ پر فرنچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنچ کے لئے
ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس نے پڑھا ہے۔ اس میں دیباچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

ابتدا کتاب:۔

"شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ مون کہ بندگی و طاعت کا کرنان
اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنان نعمت
کی زیادتی کا سبب ہی ....

ہوں میں کہ ایک بادشاہ نی ایک بیگناہ کہ قتل کرن کہ
واسطی حکم دیا تھا اور وہ بیچارہ نا امیدی کہ حال مون جو ایک زبان
کہ وجہ جانتا تھا اسے زبان مون بادشاہ کو گالیان دین و بد کہنی لگا
داناؤن نے کہا ہے کہ جو ایک شخص اپن جان سے ہاتھ کو دہوتا ہی
وہ شخص جو کچھ اپن دل مون رکھتا ہے اسی بات کو زبان پر لاوتا
ہے"

قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴/۱) ورق (۲۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۰ تا ۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :-

"دکھنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے
مصنف نامعلوم"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تھا جس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تمنا تھی مگر نہ ہوتی تھی آخر خدا نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کر لی مگر چوتھے نے شادی سے انکار کیا اور انار رانی کا حال سن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جوگی رہا کرتا تھا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹا اس میں سے ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام کے لیے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بدشکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے کپڑے پہنکر اس کو کنویں میں گرا دیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہو گیا اور میں بدشکل ہو گئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔ اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہونے لگی۔ ہر شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی اس پھول سے واقف ہو کر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جعلی انار رانی کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو مسل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جعلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب کی لڑکی کی صورت میں مبدل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جعلی رانی غالب آئی اور اوس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہو گئی اور اس کے دوسری جانب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے ادھر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا۔ چکور کے جوڑے نے وہاں آ کر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آبحیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چھڑکا جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔ شہر آ کر مصنوعی اور جعلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

"کہنے ہمارے خبروں کے اور عاقلان آگے کے کہے ہیں کہ بیچ ملک ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوان مردی اور عدالت میں مانند اوس کے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زر و جواہر اور اسباب و سپاہ حد سے زیادہ تھے"

"لاکن اوس بادشاہ کو سوای اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی

اور ہمیشہ واسطے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالی کی دست بدعا تھا اور رات ہور دن یاد میں اللہ کے رہتا"

"جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرف گزرتا اوس پھول کو دیکھ کر توڑنی کی خاطر قصد کرتا لاکن وہ پھول کسے کی ھات نہیں پڑتا ایسے طرح سے یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادوں کوں خبر ہوئی واسطی سیر کے اس باغ کون چارون شاہزادی ملکو گئے"

"انار رانی کو دیکھ کر بہوت خوشش ہوی اور چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور انار رانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزاری"

قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴/۲) ورق (۲۴) سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے،

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم"

کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بھیس بدل گرگشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرأت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کرنے لگی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کرلیگا۔ خلیفہ بھی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا مہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبوری ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کوتوال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے مہر سے نکاح کرنے والا ہے کوتوال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہوگیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگر چہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کر دیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کر دیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور ہنسی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"اے یاران و دوستان اگر چاہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا ساتھ کان

اشتیاق کے سنو کہ پچھلے دنوں بیچ عیدالضحیٰ کے خلیفہ ہارون الرشید
واسطے تماشا اور سیر کے بیچ شہر بغداد کے ایدھر اودھر پھرتا چلا تھا
اوس وقت اوس کے ساتھہ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔

واسطے نہیں پہچاننے کی خاطر ایک پگری بہوت بڑی اور بھاری سر پہ
باندھکر اور بدن میں ایک قبای چرمی پہنکر اور کمر میں بہوت چوڑی ایک
کمربند چرمی پانچ قسمین کے تہ بوت باندکر اور موزی چھوٹی سی بدصورت
اور موتی پاؤں میں پہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراؤنی بنا کر کہ اگر دربار میں خلیفہ
کی جا کر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے ''

خاتمہ :-

''جب خلیفہ نے اوس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عیش
عشرت میں مشغول رہا اور بوڑھی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک
کو دل میں و تصور کرتی اور چہرہ بد کہنے سے اپنی بہوت پشیمان ہوئی ''

ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بلوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ "دہلی کلکشن" سے موسومہ کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۴ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوتا۔

نمونہ کی عبارت:-

"حمد و صلوۃ کے بعد جس کا یہی ترجمہ ہوا ہے۔

فرمایا یعنی کہا رسول اللہ نی رحمت بھیجی اللہ اون پر اور اسلام سیکھو تم علم فرائض کو اور سیکھاؤ تم وہ علم فرائض آدمیوں کو پس وہ آدھا علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اونہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں ساتھہ ترکا میت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی شروع کیا جاتا ہے ساتھہ تیاری اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی کے نہ زیادتی اور نہ کمتی کرنا"

خاتمہ:-

"اوسپر سب فرقونکی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فریقون کی صحت مسئلہ کی ہوگی ساتھہ قاعدون ذکر کیے کی اور اللہ خوب جانتا ہے"

گنج نامہ

یہ بھی اسی کیٹلاگ میں داخل ہے۔

نمبر (۱۹۲۱) ورق (۸) سطر (۸ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (ڈھلہہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طلب ہے۔ یہ مثنوی بھی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اردو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:-

ڈھلہہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

ابتداء:-

واحد نام خدا کا جان — جن نے دی ہم سب کو جان
کن کہنی سی کیا ظہور — جن وانس اور وحش طیور
اشرف مخلوق انسان کو — اپنا مظہر اسکوں دیا

خاتمہ:-

گرفت پکڑا داد دیا — فروخت بیچا خرید لیا
ریخت بیٹا امیخت ملا — پژمردہ مرجھا یا شگفت کھلا
ڈھلہہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

شرح دوبیت

یہ بھی انڈیا آفس کی اسی کیٹلاگ میں ہے کتاب کا نمبر نہیں ہے بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے
ورق (۱۶۱) سطر (۵ تا ۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دو بیت کی شرح کی گئی ہے۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:۔

ابتدا

"ظاہر ہی کہ اکثر بزرگوں نی توجہات مناسب مقام کے بیان فرمائی
ہیں اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی
نے بیچ شرح دوبیت کہ اول مثنوی مولوی معنوی کے ہیں بیان معنی نے
کا اور حکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر
مجمل بیان فرمایا ہے"

خاص شرح کا نمونہ۔

"تن ز جان و جان ز تن مستور نیست
لیک کس را دید جان دستور نیست"

یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی معنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان
دو تو باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہی اور جان کو کوی دیکھہ نہیں
سکتا اسی طرح سے نالے کو سب سنتا ہی اور بھید کو
نہیں سمجھتا"

خاتمہ :-

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

"یعنی میں ہیچ نعت اور منقبت کاملوں کے کیا کہوں کہ وصف کاملوں کی احاطہ علم میرے سے باہر ہیں پس بات کو کوتاہ کیجیے اور سلام اوپر ذات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پر بھیجے۔ تمام شد۔

معراج نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم اور ناقص الآخر ہے۔

اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔

ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:—

اول نام اللہ جو یو لوُن ابد ۔۔۔ ثنا اور صفت اسکی کر بیعدد

ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہے ۔۔۔ کہ نہار قدرت ایس کرتار سے

کیا چاند سورج ستارے فلک ۔۔۔ زمیں اسمان حور جن و ملک

کہ پہلے سما کے سو دربان کون ۔۔۔ کہا کھول ہنگی سو دروازہ تون

سو دربان بولا کہ تون کون سے ۔۔۔ کہ ایا ادہی رات کیا کام سے

کہا میں ہون جبریل کچہ کام تہا ۔۔۔ گیا تہا زمیں پر جو فرمان تہا

کہ دربان بولا دو جا کون سے ۔۔۔ کہ محبوب حق کا نبی خاص سے

کہا مرحبا ہنگی در کہول کر ۔۔۔ تجہی دیکہنے میں کہڑا منتظر

کہ ایر ال پہلے طبق کے ملک ۔۔۔ دیکہے نور کا وان پڑا سب جہلک

کہ صلوات بولے و کہئے سلام ۔۔۔ دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:—

نبی سوں امت سب کوں سانچی رہو   صدق سات کلمہ سنیے کا کہو
کہ معراج نامہ کے سنیو خبر   حکایت جو بولا ہوں میں مختصر
کیا فارسی کوں سو دیکھنے غزل   کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سکل

افسانۂ ہندی

اس کا ایک مخطوطہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۲۹) ورق (۵۶) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وکتابت وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بادشاہوں سے کس قسم کی باتیں کرنی چاہیئے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیئے۔ اندرونی مشاہدوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگریزوں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔

ابتداء:-

"شروع کرتا ہوں میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام مون
کیا خدا کہ اسمان و زمین کتیں خدا اپنے کن فیکون کے اشارہ مون
پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتیں ایک کل ستے بنای کرکے وسکے وجود کے درمیان
پاک وشیرین بخشا ہے"

.... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمندون سیں عرض کرتا
ہون کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچھے زبان کیسو صاحبون
کے نظر مون آوہی اس کتیں اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فرماونگے
اور کہنے والا التقصیر نہ لونگے"

قصہ جنگ امیر حمزہ

اس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۲۰ شوال ۱۱۹۸ھ مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو بائیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مالک فرانسیسیوں کا مترجم کوئی موسیو داوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے:

"مالک کتاب موسیو اوسان صاحب ترجمہ نویس فرانسیس
ساکن بلدہ............."

افسوس ہے کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔
عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"داستان اول ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں جتنا بادشاہ اور وزیر سب رہتی تھی آگ کے پوجنے والا قباد نام بادشاہ کے دو وزیر تھا ایک کا نام خواجہ بخت جمال۔ دوسرا کا نام الفتش ان دونوں میں بڑی دوستی تھی۔"

"داستان چہارم بزرجمہر حکیم کا اونا مکہ مون اور پیدا ہونا امیر حمزہ مہتار کی شکم سوں۔ اس کی باتیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں کہ مکے درمیان اسمٰعیل پیغمبر کے اولادوں میں یکمر و بزرگ رئیس عبدالمطلب نام رہتی تھی بڑا مہمان پرست اور خدا دوست مکہ کے جہاروکش تھی۔"

آئین و قوانین افواج کمپنی علاقہ مدراس

یہ بھی پیارس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۳۴۴) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۸۰۷ء
انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق و کمپنی شہر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں:-

(۱) دنگی فساد
(۲) سپاہیوں کی برطرفی
(۳) حساب
(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہونے میں
(۵) فریاد کے سننے میں۔
(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت
(۷) قلعے چھاونی یا لشکر کی نوکری
(۸) کمپنی کی بابت
(۹) کورٹ مارشل کی بابت
(۱۰) موے سرداراں اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں
(۱۱) فوج رکھی گی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقے کی بستیوں میں۔
(۱۲) آگ لگی سو آئین کی معرفت

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے

فوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب ہے۔ مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا

عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتدا۔

" پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کمپنی کا سرداری تو یہ تقصیر کورٹ مارشل میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جاویگا۔"

" پانچویں آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اس پر تلوار کھینچی یا کھینچنی چاہی یا اور کوئی ہتیار اس پر اٹھاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ اپنی نوکری پر رہی یا اس کا واجبی حکم ٹہل دیوی تو جان سی مارا جاوے گا یا کورٹ مارشل میں سزا پاوے گا۔"

کتاب الاخلاق (؟)

یہ نامعلوم اسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۱) ورق (۶۹) سائز ۸ × ۵ ۱/۴ سطر ۱۱ تا ۱۳ خط نستعلیق
مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھ کر بیان ہوا ہے اس کے بعض عنوان حسب ذیل ہیں:۔

باب دوم قیامت کے بیان میں
باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
باب چہارم بہشت کی صفت
باب پنجم ماں باپ اور خویش اقربائیوں کا ذکر
باب دوازدہم جور و خصم کا بیان
باب سیزدہم جھوٹ کہنے والے کا بیان
باب چہارم غیبت کرنے والوں کا بیان
باب پنجم ریاکاریوں کا بیان

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کاتب سنہ تصنیف وغیرہ کسی کا پتہ نہیں چلتا اور نہ کسی خارجی ذریعہ سے اسکے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے نمونے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ابتدا:۔

"ایک ایک اوسے سب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب زکوٰۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاوے گا۔"

ساتویں باب میں جو زکوٰۃ کے متعلق ہے لکھا ہے:۔

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اَقِیمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْزَکوٰۃَ۔ عبداللہ کے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ عشر نہ دے نماز روزہ اوس کا قبول نہیں ہوگا خدا تعالیٰ نماز اور زکوٰۃ کو ایک جگی پیدا کیا ہے "حَصَوِيامولا لکم الاخترہ" (؟)

.... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوٰۃ دیا کو یا اپنے مالوں کا اور اپنے کہ تیں بلا آور گنا ہوں سے حفاظت کیا۔ اور جب درمیان امت کی میری پانچ چیز پیدا کیا ہوگا اوس کا برای بدسے بلا سب ہوگا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کرے گا کئے طرح کے ازار ظاہر ہوگا موت اچانک اویگا۔

گپت احمد

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی ( ) میں اصل فارسی مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گپت بھی درج کئے گئے ہیں۔
یہ گپت جن اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:۔
لعل بیگ۔ تارا چند۔ سورداس۔ نراین۔ احمد۔ گوپی داس۔ کیسو داس
ہری داس۔ لطیف وغیرہ
یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربار آصفی سے متعلق تھا۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سلک بندگان سرکار نامدار منسلک است در لشکر ظفر پیکر برکاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین چوں شمع و پروانہ یعنی کتاب پدماوت را مطالعہ میفر مودند بندہ از قلم خستہ و رقم سگشتہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر با تمام رسائد در ماہ ذیحجہ ۲۵ سنہ ۱۲۴۶" (صفحہ ب ۸۴)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفجاہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار دکن ہو کر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہونا بیان کیا ہے۔
مندرجہ صدر اسما سے ممکن ہے بعض دکھنی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گپت یہاں درج کیجاتی ہے:۔

بس بھوک تجوں تس پیاس تجوں ۔۔۔ نس نیند تجوں کبھو نہ تجوں کی
اور بیں تجوں اور میں تجوں سکھ چین ۔۔۔ تجوں رس ہوں نہ تجوں کی

وہام تجوں اور کام تجوں اری　　　دام تجوں رجنی نہ رجوں کی
احمد موجت نیک ہے سکھ لاکھ
تجوں نے کون تہ تجوں کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کر کے لکھا ہے :-
نس بھوک تجوں بل پیاس تجوں　　　بس نیند تجوں کبھو نہ بجوں

عہدِ آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثیے عموماً بیاضوں میں جمع کیے جاتے تھے اور مجالس عزا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شائقین فن بھی بیسوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے ذخیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا مملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کل مرثیے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثیے ہیں۔ مگر کیٹلاگ میں دونوں بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کی جاتی ہے:۔

(۱) بیاض مملوکہ اڈنبرا۔ نمبر (۲۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعین خط نسخ کتابت سنہ ۱۱۹۳ھ

(۲) بیاض مملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ۶۵/۱۰۶ کتابت سنہ ۱۱۵۷ھ خط نستعلیق

کچھ حصہ اس سنہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آئندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص توطن معلوم ہو سکا۔ ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرے میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کردی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیئے حسب ذیل شعرا سے متعلق ہیں۔

(۱) ولیؔ (۲) رضیؔ

(۳) قادرؔ (۴) روحیؔ

(۵) ہاشم علیؔ (۶) آغاؔمی

مرثیہ ولی

ولی کے مرثئیے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام نہ ہونے سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیے مکمل نوٹ نہیں کئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثئے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں شہ کے وصال کا | سینے منے پڑا ہے چھالا اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام مل | دیدار چاہتے ہیں مبارک جمال کا

.... | ....

جو کوئی کرے زبان سوں اونو کا ورد مدام | ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

دیگر

اے ہادی سنیار تو کیون جا بسا یا کربلا | اے واقف اسرار تو کیوں جا بسا یا کربلا
اے نور چشم مصطفٰے فرزند نوشاہ مرتضٰی | اے دلبر خیر النسا تو کیون جا بسا یا کربلا

- - - - - - - - - - -

تو دوستان کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہے
تجھ پر ولی قربان ہے کیون جا بسا یا کربلا

دیگر

اوس نور مصطفےٰ پر بولو سلام یاران | محبوب مرتضیٰ پر بولو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر | اوس لعل بے بہا پر بولو سلام یاران

یوجی ولی فدا کر اوس شاہ کربلا پر | اوس لائق ثنا پر بولو سلام یاران

مرثیہ رضی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے نو مرثیے ہیں جن کے (۷۸) شعر ہوتے ہیں۔

حافظ رضی الدین اس دور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے اس کو ولی کا شاگرد بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونو ہمعصر تھے۔ رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی شہرت تھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز وگداز اور مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔

مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:-

آل نبی کے غم سوں بیخود ہوں یوں پکارا
دل میں چھپا کہا تھا حضرت حسین کا غم
بچھڑے حسین سوں جو بے اختیار بولے
پیاسے فرات کے سب کوثر پہ یوں سنے گے
فریاد واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
کرتے تھے شاہ سب سوں صحرائے کربلا میں
لعنت ہے ظالمان پر جن کے طرف سوں ہر دم
آل نبی سوں رکھنا ہر دم منے محبت
تقسیم حوض کوثر آل نبی کرینگے

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا
باشد کہ باز بینم آن یار آشنا را
ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا
در رقص حالت آرد پیران پارسا را
با دوستان مروت با دشمنا مدارا
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را
اشہی لنا و احلی من قبلہ العذارا
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ رضی قرآن میں لعنت ہے ظالمان پہ
اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

دیگر

نالہ و فریاد و اویلا ہے اسے پروردگار
غم سیں آل نبی کا دل ہوا ہی بیقرار

ظلم دشت کربلا میں دیکھ بیحد و شمار
او منی محشر تلک روتے ہیں وو گنہ سوں زار زار

- - - - -

نہیں رضی معلوم راز حق تعالیٰ کا سبب
نور چشم ساقی کوثر ہوت ہو مضطرب

چشم تر ہو لے فرات او پر کھڑے جب تشنہ لب
نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوتا آشکار

دیگر

غم سوں ہے بے قرار میرا دل
دکھ سوں ہے زار زار میرا دل

گلشن غم میں ہے شہیداں کے
لالۂ داغدار میرا دل

نت شہیداں کے زخم غم سیں
شق ہے جوں ذوالفقار میرا دل

غم کی بجلی پڑی ہے جب سینے
تب سوں ہے شعلہ زار میرا دل

نیم بسمل تن تڑپتا ہے
ہو کے غم کا شکار میرا دل

گرد غم سوں امام کے اے رضی
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

مرثیہ قادر

اڈنبرا کی بیاض میں ستر۱۷ہ اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قایم اور میرحسن نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قایم کے حوالہ سے اسپرنگر نے بھی اپنے تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

> "میر عبدالقادر قادر تخلص حیدرآباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغر سنی سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین[۵] سہروردی سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی"

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور سنہ ۱۱۶۹ھ کے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سن گیارہ سو اوپر انچاس سال ۔۔۔ سبز با نا قادرا کا لہو میں لال

ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے سے

ہزار حیف نہیں شاعران دکہن ۔۔۔ سوروحی و مرزا و قادر نہیں

---

۵ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۶۹ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہو چکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر افسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

ہند یا قادر را بدتل کون مرا پیوند تب ٹنچہ سوں
چلیا منجہ چھوڑ کس پر توں کہو یاراں صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہر حال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کر سکتا۔

قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجمانی کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ہوا شہرت محرم میں یو غم سے شاہ عالی کا | کہ جسے فرزند پیارا وہ دونو عالم کے والی کا
چھپا ہے دین کا چندر کہ جس کے سوگ سوں جگ پہ | فلک ہر ملک میں تانے شمیانا رات کالی کا
ستارے سب یہ قدسیاں نے ملا کر سب گگن اوپر | حسین کے عرس کوں باندھے منڈف موتیاں کی جالی کا
نہیں یو اشک شبنم سوں کھولے ہیں آہ کے گل ہو | دیکھو غم کے چمن میانے لطافت غم کے مالی کا
قیامت کا نمونا قادر تزلزل جب کرے ظاہر | مجھے تلقوی تب آخر ہی حسین سرورے عالی کا

دیگر مرثیوں کے بعض شعر:۔

آج سرور چلے ہزاراں حیف | شہ کا ماتم ہے دین داراں حیف

غم سون تا سسم ہو بیقراران حیف
نو عروسی پہ دکہ کا باران حیف

سسن کے جلوا جو تون کہا قادر
روین زہرا بلا انو خاطر

جب کا جگ میں یو غم ہوا ظاہر
حیف صد حیف صد ہزاران حیف

دیگر

آج اپنے سسن غم زدہ کر ہائے حسینا
جہوجی رن میں پیاسس سو نہیں دوکہ پائی حسینا

پالا تم کون پیار سون گل لائے حسینا
(۶) بہوین سسون پاؤلک سب بنا کے حسینا

پہ دوکہ بہاری قادر اتان دل میں یادی
بہر بہر رنجوان تمیں سسون سب عمر بہادی

سسنے تم کے بین یو بہر چہپاسے آدی
ایسی غربت سسو دیکہی دوکہ پائے حسینا

حسین و حسن پر ہے دائم درود
علی کے رتن پر ہے دائم درود
تون ہی شاہ مقبول درگاہ رب
محبان تیرے سب کتیں روز و شب

نبی کے نیں پہ دائم درود
کہو پنجتن پہ ہے دائم درود
تون عالی خدا مصطفیٰ کے سبب
سبو تجہ کلیرن پہ ہے دائم درود

حسینا کرم کر یو قادر اوپر
تیرے پیرہن پہ ہے دائم درود

مرثیہ روحی

روحی کے مرثیے بھی اڈنبرا کی بیاض میں اور کیمبرج کی بیاض میں موجود ہیں اول الذکر میں پانچ اور آخر الذکر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چھ مرثیے دستیاب ہوئے ہیں۔ تذکرہ قائم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدرآباد کے پیرزادے ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثیے بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر ہیں۔

آج غمناک ہیں چمن کے گل — بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غم زدہ سینہ داغ حیران ہیں — نرگس و لالہ یاسمن کے گل
یوں نہ لالے شفق کے دستے ہیں — لوہیں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل
جب سنے شہ کی بات مجلس میں — جل بو جھے شمع انجمن کے گل
نقش پا دیکھ دل ہوس رکھتا — سر پہ رکھنے کون تجھ چرن کے گل

خوش لگے تجھ طبع سیں اے روحی
دل کے باغاں منے سخن کے گل

دیگر

فرماں سوں جب شاہ کے قنبر لے آیا ذوالفقار
لے نام بسم اللہ کا شہ نے اوچایا ذوالفقار

وہ شاہ دلدل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا
نیر کا سینا اُدا اُس خوف سوں جب شہ دیکھایا ذوالفقار

ردحی تجے جس وقت کچہ مشکل اچھے تو صدق سوں
کہہ لا فتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار

دیوان حسینی (مراثی ہاشم علی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۷۹) خط نسخ
کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مراثی حضرت علی، آنحضرت اور حسین، مصنف ہاشم علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشم ولی اور قایم کے پہلے گذرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیجاپور میں رہتا تھا سنہ ۱۰۳۱ھ اور سنہ ۱۰۵۶ھ میں زندہ تھا ایک اور سنہ (۱۰۴۶ھ) سے جو ورق (۳۵) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی سنہ میں ہوئی ہے۔ ہاشم شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی سنہ ۱۰۳۴ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا اس بیاض میں چند اشعار کاظم اور قادر کے بھی شامل ہیں"

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشم علی حسینی اس میں صرف اماموں کی تعریف میں نظمیں اور مرثیے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ۶۱۳"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثی ہاشم علی کے نام سے دو جلد درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر شعراء کے مرثیے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشم علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ ۱۱۴۶ھ ہے نہ کہ ۱۰۴۶ھ مگر چونکہ کاتب سے سہواً ۱۰۴۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کیٹلاگ نے دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے متعلق ایتھے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

> "مکمل مجموعہ خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے برہان پور میں ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء میں موجود تھے اور ۱۰۵۶ھ میں بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ ۱۰۴۰ھ ہے"
> (ایتھے ۲۸۹۸)

اسی صراحت کے باعث مولف کیٹلاگ اڈنبرا کو دھوکہ ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔

ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں کی ۱۱۴۸ھ میں وہ خاصا مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثئے سننے کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے ۱۱۶۹ھ تک ہاشم علی بقید حیات تھا۔

ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۱۷۵) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس درد نامہ کا حساب　　غین و قاف و سین و طا آیا رقم اندر کتاب
سن کے یو تاریخ کون سینے میں دل ہوتا کباب　　ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے بین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۶۰ + طا = ۹ = (۱۱۶۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے جو ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھا اس سے بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۰۴۹ھ نہیں ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو "دیوان حسینی" سے موسوم کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

نون لکھا ہے کربلا کا یو بیان ہاشم علی
ہے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزل کی طرح مرثئے بھی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیٹلاگ نے حوالہ دیا ہے وہ درج کی جاتی ہے۔

یہ عبارت مرثیہ نمبر ۲ کے عنوان کے ساتھ فارسی میں درج ہے۔

"از جملہ تفضلات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر ایمانی حافظ فضل الدین درعالم رویا بتاریخ بیستم ماہ مبارک ۱۱۴۶ھ یک ہزار (؟) چہل ہشت مشاہدہ نمود کہ گویا پائے الاوہ آنحضرت نشستہ ومحبان جمع شدہ اند کہ یکا یک از شکل ضریح منور صدائے برآمد حاضران مجلس ہمگی بہ تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب بہ سینہ نہادہ بجہتہ استماع ندائے روح افزا یعنی سراپا گوش کشید کہ بارہ دیگر آواز برآمد و نام قایل بیان غم بر زبان راندند کہ کجاست چون این کمینہ رانیز درآن محفل حاضر دیدکہ با نیاز تمام سر را قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ ایستادبارہ سیوم حکم عالی صادر شدہ کہ آن مرثیہ " واویلا" راخوان حسب الفرمان وحی ترجمان شروع بخواندن نمود کہ ازان خواب بہ بیدار شدہ این پائے ملخی است کہ دربارگاہ سلیمانی وصول شدہ"

اس صراحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

علی اصغر کا ماتم :-

آج پہ خون کفن ترا اصغر | آج سوکھا دہن ترا اصغر
لال ہے گلبدن ترا اصغر | حیف یو بالپن ترا اصغر

کیون ہیں زلفاں کے بال تارون تار | کیون گلے سیں لوہو کے جاری ہار
تجہ کون سوتے کبھو نہ لگتی بار | حیف یو بالپن ترا اصغر

اوٹھ گلے کا لوہو دہولاؤں میں | نیند آتی تجھے سولاؤں میں

چل تیرا پالنا جھولاؤں میں حیف یہ بالین تیرا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدھر میں کیا کروں یہ گود خالی لے پھروں
پھر اصغر اصغر میں کہوں کس کا جھولاؤں پالنا

یہ دیکھ میرا حال توں توڑی ہوں سر کے بال کوں
میں دل کی حالت کیا کہوں کس کا جھولاؤں پالنا

تجھے کھیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تھی سن تیری
نہیں چین مجکوں بن تیرے کس کا جھولاؤں پالنا

نہیں بھولے مجکوں تو کبھو تجھ یاد کرتے میں رہوں
رو رو کے تجھ بن دن بھروں کس کا جھولاؤں پالنا

یہ بہن تیری غمگسار بیٹھی ہے روتے زار زار
توں اوٹھ سکینہ کر پکار کس کا جھولاؤں پالنا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :-

وہ دو صغیر موت اپنی دیکھی عیاں | کہتے تھے بیکسی سوں کہ اے حارث الامان
زلفاں کوں کاٹھ بیچ ہمن کوں جو بندیاں | منظور ہے اگر تجھے سیم و طلا کتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سو تھا پدر | ہے ماں ہماری آج مدینہ میں منتظر
توں کر رحم سوں ہماری یتیمی پہ کر نظر | امید رکھ شفاعت روز جزا کتین

ہرچند کرتے عجز وہ طفلان خوردسال
اون کون کہا لعین بد افعال بدخصال
ہیگی نجات تم کون میرے ہاتہہ سون محال
بہیجون کا آج تم کون میں دارالبقا کتیں

دہوئے ہیں ہاتہہ تب وہ اسیران جان سین
قطع امید کرکے وہ سب خان مان سین
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سین
مہلت دے ہمکون سجدہ کرین تا خدا کتین

فرصت نماز کی وہ شقی نے نہیں دیا
شمشیر از نیام نکالا وہ بیحیا
ہر ایک یا کہیں کہ سر میں توں اول میری لگا
نہیں تاب دیکہنے کا مجہے سر جدا کتین

قاسم کے مرثیہ میں دولہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ سیں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دولہن
دامن پکڑ کے لاج سون انجوان بہرے نین
مت چہوڑ کر سدہارو تم اس حال میں ہمن
تم بن رہے گا ہائے یہ سوتا بہون مرا

کیسی یہ کدخدائی و کیسی ہے یہ برات
آتا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات
گہر کون نہ لے گئے ہو نہ بولے ہو ہم سون بات
دیکہا نہیں جمال کون بہر کے نین مرا

اس کربلا کے بن میں اکیلی میں کہون رہون
تجہ باج میں جہان میں بہر امید کیا دہرون
جا کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہائے پہرون
تم اپنے ساتہہ لے کے دکہاؤ وطن مرا

- - - - - - - - - - - -

قاسم کہڑا اتہا روتے نین سون دولہن کی بات
غمناک اپنا دیکہہ کے دامن دولہن کے ہات
تب آہ درد ناک سون بولا دولہن کے سات
اے بوستان راحت و سرو چمن مرا

تجہ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار
میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کردگار
تیرے فراق ساتھ میں جاتا ہوں اشکبار
حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا

ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کروں
جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راضی کہوں
نہیں ہے امید رن سے پھر آکر تجھے ملوں
وعدہ ہوا ہے حشر میں تم سوں ملن مرا

ایک دوسرے مرثئے کے چند بند ملاحظہ ہوں :—

لے گئے آج کدھر تاج شہیداں کہاں
کان کٹے زلف معنبر کوں پریشاں کہاں
رن میں تن سوں جدا کر سر سلطاں کہاں
نیزہ اوپر کیا ظالم نے نمایاں کہاں

جوں شفق بیچ ہویدا دیکھو خورشید مدام
سر کوں لے جاتے یتیماں کتے زاری سوں تمام
لہو بہرا نیزہ اوپر تھا سر پر نور امام
یہ قیامت ہی سر اوپر وہ شفقیاں کہاں

شامیاں شام کوں جاتے تھے لئے اہل حرم
ہائے کیسے تھے مسلمان نہ محمد سوں شرم
سر اوپر راہ میں کرتے تھے سبھی جور و ستم
کفر کے کام کیا چواوسے ایماں کہاں

جلتی دہوپاں میں یتیماں کوں دئیے رنج سفر
راہ منزل میں نہ تھا توشہ بگر خون جگر
نہ خورش ہاے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہے خبر
تشنہ کا غم اون کا رفیق ہور ہا ساماں کہاں

ایک دن شام تلک کہیں نہ بستی کا نشاں
سب حرم روتے تھے ہائے نہیں ہم کوں مکاں
وہ بیاباں ہے حیراں کہوں کی رات عیاں
کاں رہا جد کا مدینہ یہ بیاباں کہاں

چو طرف دیکھے جنگل میں کہ ملے جائے پناہ | جان ہیں اہل حرم اور سلطان و سجاد
کیتے ساعت وہ پھرے حال ہوا سب کا تباہ | پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہاں

تب کھڑے رہ کے پکارے وہاں سردار حصار | ہے یزیدی سبھی لشکر کو کھڑا کھول کواڑ
ایک رات ہم کوں تیرے قلعہ میں لا کے اوتار | صبح میں لیکے چلیں گے تیرا احسان کہاں

دیگر

یا مصطفےٰ چلو تم صحرائے کربلا میں
فرزند حسین ملو تم صحرائے کربلا میں
درد اہل واویلا ہی العطش کا فریاد
تدبیر کچھ کرو تم صحرائے کربلا میں
در خاک و خون ہے سرور خستہ بدن و بے سر
لے سینہ پر دھرو تم صحرائے کربلا میں
ہژدہ ہزار کافر اون میں اکیلے سرور
انا فتح پڑھو تم صحرائے کربلا میں
اے مرتضیٰ تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ
دلدل اوپر چڑھو تم صحرائے کربلا میں
خیر النسا کھڑی ہیں سرور حسین پڑے ہیں
اون کی طرف دیکھو تم صحرائے کربلا میں
کھولے ہیں سر کے بالاں حق کن ہوئے ہیں نالاں
آیا غضب سنو تم صحرائے کربلا میں
ہیگی برات قاسم اندوہ درد و ماتم
اے شاہ لے چڑھو تم صحرائے کربلا میں
ہاشم علی یہ ماتم شہ کے رہا ہے دائم
یہ مرثیہ لکھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تھا اس کے استادی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقعہ نگاری اصل سماں پیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان صاف اور سادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہمعصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

مرثیہ امامی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے اس کے مرثئے ڈرامائی اثر رکھتے ہیں اور پھر ان کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھہ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا ؟ کہاں پیدا ہوا ؟ کس کا شاگرد تھا۔

مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل میں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمن اوٹھیں گے
سب انبیائے مرسل پر غم حزن اوٹھیں گے

حیدر علی لوہو سوں الودہ تن اوٹھینگے
لپٹے لوہو کے ہلکان ہے ہے حسن اوٹھیں گے

آلودہ خاک و خون میں دندان مصطفے لے
لوہو سوں تر بسر دستار مرتضی سے

ٹکڑے حسن کے دل کے جاجا حسین کا لے
تربت سیں فاطمہ جب لیو برن اوٹھین گے

. . . . . .

دریائے غم میں ہر گز کرنا نہیں غواصی
ہر چند توں امامی عالم منی سے عاصی

امید تو قوی ہے پائیگا توں خلاصی
کرنے کیتیں شفاعت جب پنجتن اوٹھینگے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج
مظلوم کربلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سوں مومنان کو ہوا پیچ و تاب آج　　گویا علی کے گھر کا کھولا غم کا باب آج

تھا آئینہ رسول کو درشن حسین کا
ہے وو جفا کی گرد ہیں درپن حسین کا
رخسان کے جواہران ہیں دسے تن حسین کا
دستا ہے جوں شفق ہیں نوال آفتاب آج

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو　|　کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یو
مینا سے قار کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو　|　سنگیں دلاں نے ظلم کی پی کر شراب آج

یارب بحق خواجہ کونین مصطفےٰ
یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ
یارب بحق جملہ امامان مجتبیٰ
بر لا ہر یک مراد اماہی شتاب آج

(۱) اکبری۔

شہ کے ماتم کا سخن افسوس | غم سوں نیلا ہوا اگگن افسوس
لہو میں دوبا ہے سب چمن افسوس | گل نے رنگین کیا کفن افسوس

اکبری جب یو مرثیہ بولے | سب سینے کے کیواڑ یان کہولے
گوہر اشک رات دن رولے | جیب سوں جاری ہوئیں (۹) افسوس

---

(۲) اصغر۔

جب چڑے لڑنے کوں قاسم تب کہے رو رو دولہن
اے سنجوگی سانچہ کہہ کسو ڈنت پر لاگی لگن
تجے لڑے کیسی یو مجہ کون چھوڑ گئے ابن حسن
تخت چڑتے بخت اولٹے یہ ہوا کیا سکن

ختم کر اب مرثیہ کوں بول اوٹھا رو رو شتاب
دولت دنیا و دین سوں مجہ کون کرتا کامیاب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابو تراب
اصغر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چرن

---

(۳) ابوتراب۔

غم گیں تیا جہان سین شبیر ہے دریغ | اس دن کہ سوں کائنات میں لگیر ہی دریغ

زاہدی نے ملک دل کون سے لیا زور ۔۔۔ غم نے کیا ہے سینہ کون تسخیر سے دریغ
یوں کہ پھرا ازل میں قلم اے ابو تراب ۔۔۔ پھرتا نہیں کمان سیں چھوٹا تیر ہے دریغ

(اڈنبرا)

---

(۴) افصح۔ تذکرۂ شعرائے دکن ملکاپوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

رہنما ہے تو جہان کا یا امام ۔۔۔ پیشوا سب انس و جان کا یا امام
ظاہر و باطن تو ہی ہے آشکار ۔۔۔ کیا کہے افصح عیان کا یا امام

---

(۵) اکبر۔

ہے ہائے قاسم ہے ہائے قاسم ۔۔۔ مارے تجھے کیوں ہے ہائے قاسم
قاسم کون یا اکبر روتا ہے آج اکبر ۔۔۔ یہ غم ہوا جگر پر ہے ہائے قاسم

(کیمبرج)

---

(۶) احمد۔

صلواۃ بر محمد صلواۃ بر محمد ۔۔۔ ہر دم بدم ہزاران صلواۃ بر محمد
یعقوب علی کے نگھن کا موتی نبی کے من کا ۔۔۔ زہرہ فاطمہ کے تن کا صلواۃ بر محمد
بیلان سیتیان کے کہون ان موتی مدن کے رولان ۔۔۔ احمد سدا جو یون بولان صلواۃ بر محمد

(کیمبرج)

(۷) التقی۔

تجھ غم سون ختم ہوا ہے گگن یا حسن حسین
سب جوہری ہوئے ہیں عزیزان جہان میں
روتا ہے روم شام و دکھن یا حسن حسین
تم ہو گوہر و لعل یمن یا حسن حسین

نیزہ پر آفتاب جب آویگا حشر کون
التقی پہ سایہ کرنا تمن یا حسن حسین

(داؤ نمبرا)

---

(۸) تحقیق۔

قاسم اس رن میں بنا بن کے چلا جاتا ہے
بولے لو سہرہ دلہن دولا مرا جاتا ہے
تار سہرے کے دیکھو سہرے میں بکھرا جاتا ہے
گھر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے

مومنا گر ہے تمہیں دولت ایمان کی طلب
رات دن دل پہ رکھو دیدۂ گریان کی طلب
نعمت فیض ہے اور بخشش یزدان کی طلب
غم حسین کا تحقیق سنا جاتا ہے

(داؤ نمبرا)

---

(۹) تقی۔

اے فلک ہائے یہ کیا ظلم سرا دی ہے
کربلا میں شہ کونین کے گھر شادی ہے
کون کون آج تیرے ہات سیں فریادی ہے
کیا اوسی گھر میں یہ خونریزی و جلادی ہے

شہ کے مداحی کا ہے فخر تقی کون یاران
نہ دم شاعری نہ دعوئے استادی ہے

(داؤ نمبرا)

---

(۱۰) تراب۔

العطش اے فوج اعدا العطش
العطش یک شربت یا العطش

آب خون شہ بہ بحیان اسے تراب | العطش ناہست دنیا العطش

(راڈ نبرا)

---

(۱۱) جلیل۔

محرم چاند پہر آکر دیکہایا ماتم کلفت کون | سنتا غم کی کہن ہیں آمد ہے رسالت کون
جو شہ کا مرثیہ خوان ہو اُسے کیا ڈر گناہان کا | جلیل آ دے حسین ابن علی تیری شفاعت کون

(کیمبرج)

---

(۱۲) حمیدی۔

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی | غم سون جگ ہوتا ہے برہم یا علی
اوس دکہ کہوں افسوس کر جگ میں سدا | جو انجہو جہڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمیدی شاہ کا سوں امیدوار
دے مرادان قبلہ عالم یا علی

(راڈ نبرا)

---

(۱۳) واسس۔

مارے ہیں ظالماں نے نبی کے رتن کون آج
گہائل کئے ہیں سورن میں مبارک بدن کون آج

لوہو منے نہلائے سو اوس گل بدن کون آج
ویران کر ظلم سے اون کے وطن کون آج

مظلوم ہو گیا ہے جہان سوں وہ شہ سوار
شہ کے دو کہوں حسین واس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے یو دریغ حسین زار زار زار
مارے ہیں ظالمان نبی کے رتن کوں آج

(راڈ نمبر ا)

---

(۱۴) ولی

آج نبی سوں غمزدہ کہن ہاے حسینا | تم کو پالا ہے سوں کہے واے حسینا

. . . .

دل جو یا دل وانت کر سب تم پہ سائے
دہاران لوہو کی تیغ سو بہائے حسینا

(کیمبرج)

---

(۱۵) رانا — تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے

جلولی سیس کو یاران شہیدوں کا کواہی | بچشم یون دل سیں دو دو کہتا بوت پیارا ہی

. . . .

جو راز کو فز کے پیالی بہر کر نالا کہتا نہیں دو دو سکے
حسین سرور چلو جگت سوں خدا تمنا کو پایا ہی

(کیمبرج)

---

(۱۶) حسینی — تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے

اوس خاص خدا پر تو لو سلام یاران | اوس لایق ثنا پر تو لو سلام یاران
اوس ذات مصطفیٰ پر والیل اذا سجا پر | والشمس والضحیٰ پر تو لو سلام یاران

. . . .

اوس فیض جاودان پر فیاض مومنا پر | سلطان دو جہان پر بولو سلام یاران
اوس ہادی ہدا پر اوس پیر مقتدا پر | اوس کامل الدعا پر بولو سلام یاران

خالق کے طالبان پر احمد کے نائبان پر
سید کے صاحبان پر بولو سلام یاران

(داڈنبرا)

(۱۷) سید۔

ماہ محرم میں دیکھو چندا ہو ما سے آگیا
تارے گگن کے کو تدکر سہرا جوشہ کون لا آگیا

کنگنا ستم کا باندکر دو کھہ کا او پٹا تنکون لا
حسرت کے چوکے کے اوپر انجہوان سین تن نہلا گیا

سید سفاشہ کا سدا امیدان تر کرنے بدل
نینو کے مشکاشک سون بہر بہر کے تت چہر کا گیا

(داڈنبرہ)

(۱۸) سرور۔

آیا ہی چندر گگہن پر ماتم کا | دہوم او چا چو کدہن پر ماتم کا
پانی سرور حسن کون پلا یا | زہر بہیدا تن میں پر ماتم کا

سرور شہان کے غم سون اس جیو کون
فدا کیا ہے چرن پر ماتم کا

(داڈنبرا)

(۱۹) سری۔

نادِ محرم گھن پرن کا شور ہوا سب غم کا
کنج حفی سوں شہ کے غم سے آگ لگی ہے جگ میں

جگ میں غم پر گھٹ ہوا یا ہانک بجا ماتم کا
تن میں دل انگار ہو سلگا بادل کا ایک دم کا

ندا الست بربکم سن قالو بلا کہہ سو
من رانی فقد رءا الحق سن سرور سوں ڈنکی

وہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
سری اب کیا پھر پھر پوچھے معنی اسم اعظم کا

(راڈ نبرا)

---

(۲۰) سلیمیں۔

بانو کہیں اب تجھ بنا یو حال دکھاؤں کسے
جب وہ دولارا گود میں روتا تو ہیں لاتے گلے

اصغر میرا روتا نہیں ہیں آج سمجھاؤں کسے
وہ آج وستا نہیں میں اب گلے لاؤں کسے

در کہتا سلیمیں آرزو کر یو شفاعت حشر میں
تم بن وسیلا اے نبی حق سامنے لاؤں کسے

(راڈ نبرا)

---

(۲۱) سلیمی۔

وطن آپس کا سو ویران کر خدایا کیون
ہزار بار لکھی لکھہ کہ کو فیان دغا

حسین ابن علی کربلا بسایا کیون
نبی کے آل کو ہے ہو بو لو کھپایا کیون

یہی مدام سلیمی کے دل میں ہے افسوس
کہ ہائے شہ کے گلے پر خنجر چلایا کیوں

(راڈ نبرا)

---

(۴۲) شرف - اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے -

جا جبرئیل شہ کے خبر کر یاد سوں کہہ
غربت بیکسی کون تون مشکل کشا سوں کہہ

احوال آن شاہ رسل انبیا سوں کہہ
تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سوں کہہ

دنیا کے اس چمن میں شرف بول بار بار
آل عبا کا درد جو تہا دل میں خار خار

بلبل نمن پو شور و فغان کر ہو زار زار
ہر دم ہزار بار شہ اولیا سوں کہہ

(راڈنبرا)

(۴۳) شیدا -

شہربانو رو پوکاری ہائے اصغر کان گیا
یک گھڑی میں تل او پر کر میرا گھر کان گیا

داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلبر کان گیا
پالنا سونا پڑا اسے ناز پرور کان گیا

ہاتف غیبی نے شیدا مجھ گیا ہی یون پوکار
دولت دنیا تکی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار

دوستی آل نبی کی رکھہ کہ ہو نکار ستگار
دیکھہ تون جمشید و دارا و سکندر کان گیا

(راڈنبرا)

دیگر

سواری آج ہے شہ کی دیکھو یاران محرم سوں
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکھہ درد ماتم سوں

شفیع امتان کا غم لگا ہے تیرا اے شیدا
تمیں قو راو تون شہ ہزاروں داغ جگر سوں

(کیمبرج)

(۲۴) صابر

اہل حرم سب روتے پھر آویں حسینا | چاند سا مکھڑا اپنا دکھلا دیں حسینا
ہمکوں اکیلا چھاڑ کے کت جاویں حسینا | آ کے تنہاں اپنے کل لاویں حسینا

بی بی سکینہ روندی سمجھانویں حسینا

چاروں طرف سوں آپڑے دشمن کے گھیرے | یارو برادر سب شہید آج ہو گئے تیرے
لوٹتے اندر کربلا حیدر کے ڈیرے | حضرت کلثوم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سوں سن جاویں حسینا

تیرے در پر آپڑا ہو صابر مسکین | دکھ سوں غم سوں درد سوں لے جان غمگیں
روتا ہے ہر دم درسوں او سکوں ہوں آمین | دل کی مراداں بخش کر بخشیں ایمان اور دین

او سکے مطالب لطف سوں برلاویں حسینا

(راڈ نمبرا)

---

(۲۵) صلاح

اے محبان سبب مار گیا سلطان چرا | خاندان احمد مرسل ہوا ویران چرا
پردہ آیا و اسباب الم موجود شد | آب نہروں با وجود این ہمہ سامان چرا

لطف شاہ کربلا ہے شامل حالت صلاح

روز محشر می شوی محروم از احسان چرا

(راڈ نمبرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع | یادگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذتے از زندگانی نیست ہمکوں اے صلاح | زانکہ میرا ہادی و رہبر گیا ہے الوداع

(کیمبرج ۲)

---

(۲۶) صوفی۔

اوس کربلا کے بن میں ہے گم ساں جدا جدا
زخمی ہو تڑپتے ہیں شہیداں جدا جدا

دھڑ کہیں پڑا سیس کہیں دست و پا کہیں
ہر یک لوہو کے تہل میں ہے غلطاں جدا جدا

ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف
صوفی ہے ہر دو نام کا قرآں جدا جدا

(راڈنبرا)

(۲۷) صالح

افسوس گزارن میں دو جان جہان آج
پیاسا گیا مارا دو جگ کا پران آج

مقتول ہو جب لے چلے اولاد نبی کون
دیکھلائیں شہیدان کی شہادت کے مکان کون آج

جب حضرت زینب کی پڑی رن میں نظر جائے
یک بار گری اونٹ سوں بہائی کون پہچان آج

بیتاب ہو نعرے سوں پکارے کہ میرے بہائی
چون چاند گیا اپنی شہادت سوں قرآن آج

اے سید کونین توں صالح پہ نظر کر
روتا ہے کھڑا غم سوں ترے پا دل و جان آج

(راڈنبرا)

(۲۸) صفی۔

روتا ہے شہر ماتم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا
شہ سلطان عالم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا

صفی از سوزش قاسم جلا ہی سینہ عالم
ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہی بیاہ قاسم کا

(کیمبرج)

(۲۹) طاہر

یا علی رن سیں حسین اپنے نبی کوں لانے تم چلو
سر جدا تن سیں پڑا اوسکوں ملانے تم چلو
زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو
خاک و خوں سینہ بھرا اوسکو دہولانے تم چلو

روز محشر کوں اوٹھہ آویں گے خلائق مل کے سب
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیونگے جب
شاہ دین سرور حسین نامے کتیں کہو لینگے تب
لطف سیں آج طاہر کوں چہوڑانے تم چلو

(داڈہرا)

---

(۳۰) عین الدین

شہ ہیں روتے آج کیوں سر بار سکینہ | داغ جدائی کا گلے کر ہار سکینہ
شہ نے کہا ہو کر بلا گلزار سکینہ | رو کے آپ کوں یوں کہا ہر بار سکینہ

قید بلا میں دیکھہ اہل بیت کوں یارب | کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشر سب
عین الدین تو حیدر کا کہوں دل نہ چلے اب | شمع صفت ہو نخل آتش بار سکینہ

(داڈہرا)

---

(۳۱) علی

اے دوستان امام امم پہ کہو درود | بحر سخا و کان و کرم پہ کہو درود
ناحق کیا شہید یہ زہر دو گر یہ تیغ | دو کشتگان جور و ستم پہ کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم
اوس نکتہ دان لوح و قلم پہ کہو درود

(راؤ تیرا)

(۳۲) عترت -

اوس شاہ رہنما پہ بولو سلام یاران	اوس قبلہ دعا پہ بولو سلام یاران
محبوب مصطفےٰ پہ زہرہ کے دلربا پہ	حیدر کے مدعا پہ بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پہ آئینہ خدا پہ
عترت کے گدا پہ بولو سلام یاران

(راؤ تیرا)

(۳۳) عسکری -

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہونچا سلام	لائق ثنا کوں جا صبا پہونچا سلام
عسکری ہیں عالم علم لدنی باکمال	عارفاں کے تاج کو جا صبا پہونچا سلام

(راؤ تیرا)

دیگر

حیف انیا (؟) سوں شہ عالیجناب	التمش کہتا گیا ہو بہر آب

(کیمبرج)

(۳۴) عطا -

محرم کا بھی چاند آیا دریغا	شبیر شہ کے ماتم کی نیا یا دریغا

تجہ شہ کے غم کی سبون کون سوتایا فلک سوں دو عالم پہ ڈہایا دریغا

کہا مرثیہ شہ کا رو رو عطا نے
سونا کر جہان کون رولا یا دریغا

(راڈ نمبر ا)

(۳۰۵) عنایت۔ تذکرۂ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا
جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون لعل و گوہر
جوش کہا خون دل سوں او بلے ہیں قلزم ہوا

غم ہوا تجہ میں عنایت تو شہی غم میں ہوا
اس غم انکے کوئی غم نہیں غم مج پہ تو فاتم ہوا

(راڈ نمبر ا)

دیگر
شہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی
لہو لالاں سے رد یا سوہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دل کے ریزے کر لوہو میں تر کیا سالم
مگر رنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی

(کیمبرج)

---

(۳۶) عارف چمنستان شعراء میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یو دوکھ ہے بھاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو
علی کے نینان سون اشک جاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سون ملک ہو گریاں فلک پہ جل بل جگر ہو بریاں
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف شہاں کا ماتم حسین کے غم سون دو جگ ہے برہم
لگے ہیں دل پر سجن کٹاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

(اڈنبرا)

---

(۳۷) عزّ۔

واتظلما تشنہ لب گیا شاہ کربلا واتظلما
سا عجے شنو قصہ ستم مسکینم بیاں واتظلما

شیون از زمیں تا فلک پڑا واتظلما واتظلما
کہ ز سین شاہ دین حسن آب سم بیا واتظلما

عزّ تا کمن پیش از یں رقم شعر این ستم واتظلما
عافیت نماند از زبان دگر تا جگر جلا واتظلما

(اڈنبرا)

---

(۳۸) عابد

جب دشت کربلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے
تب تہیں دو جگ میں یاران لو کھل بل پڑی ہے
ہاتم کی ہانک اوشہ گر پاتال لگ خبر دے
ساتوں طبق گگن پر یک پل میں جا چڑی ہے

کینجن خوشی سون نہ رن ماتم سون شہ کی یاران
دل ہوش میں کلانے لو غم اکن پڑی ہے

عابد کے دو نین یوں میں غم سوں اشک ریزان
برسات میں جون ساون بہادوں کی نت جھڑی ہے

(زاڈ نبرا)

---

(۳۹) عزلت۔ جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے مرثیے بھی لکھے ہیں۔

وا مصیبت مصطفےٰ کا جان آج — خاک پر بے سر پڑا ہے جان آج

ہے غلام اے شاہ عزلت نت ملول
دے اثر اوسکے سخن کون یا رسول

روح الامین کون حق نے کہا کربلا کون جاؤ — میرا اسلام فاطمہ کے لال کون سناؤ

(راڈ نبرا)

---

(۴۰) غلامی۔ کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مگر مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ دور آصفیہ کا یہ بڑا زبردست مرثیہ گو تھا۔

دو ہر اغم آکے گھیرے کا شاہ زمن کون آج | جلوہ میں کیون بٹھاتے ہیں ابن حسن کون آج
گہونگہٹ میں سوگ آن پڑیگا دولہن کون آج | قاسم خدا کیواسطے مت جاتون رن کون آج

غلطان بخون ہوئے ہیں سب احباب اقربا | باندھے کمر نہ بہر شہادت وہ مقتدا
قاسم نے اذن حرب طلب کرکے یون کہا | عمو نہ جاوان کون رضا دو ہمن کون آج

رحلت کے دن بابا یو وصیت کیا مجھے — تجھ پہ نثار ہونے نصیحت کیا مجھے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یہ سن انجہو حسین شہ نے کئے پڑنیں کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیرے مجے بہی جو کے وہ نامور
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کہ صبر | یو بات کر طلب سکئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نوجوان | ہل من مبارز اہل ستم بولتے تا کہان
دست عروس چہوڑ کے قاسم ہوئے روان | بولے خدا کون سونپہ چلا ہون تمن کون آج

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی زحاسدان | آل عبا حسین توں مدد مانگہ ہر زمان
دکہلاویں کربلا تجھے آخر دو سروران | جو آرزو ہے کہہ توں حسین و حسن سون آج

دیگر

آج بے سر بدن تیرا قاسم | بن میں غلطے ہے تن تیرا قاسم
لہو بہرا پیراہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کربلا میں اہے بولا شاہا
ہے ازل سون غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیگر

یاران جہان حسین آج شہ کربلا چلے | دنیا سیں یادگار رسول خدا چلے

(داؤ نمبرا)

(۴۱) غالب۔ تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم ہے چاند ماتم کا | ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا | یعنی سر اسم اعظم کا
او شہ دین پناہ امام حسین | مظہر حق شفیع آدم کا

زخم کاری ہے غم کا اے غالب
لا دوا ہے چہ سود مرہم کا

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۲) غمگین۔

آج نکلا پھر گگن پر غم سوں خم ہو یوں ہلال | کربلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
تہا حسن کے باغ جان کا شاہ قاسم نونہال | تخت جلوہ کے گگن میں چھوجہ یکھنا کہ پڑال

- - - - - - - -

آج غمگین برج بارہ دکھ سوں روتا آسمان
آج سرزا عرش کرسی و زمیں کے سب جبال

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۳) فائز۔

کئیں شاہ زین العباد کیا کرو گے | پیرے بعد ہوئیگا جفا کیا کرو گے
کٹے گا میرا جب گلا کیا کرو گے | مجھے دیکھ تم سر جدا کیا کرو گے

- - - - - - - -

ہے فیض ہاشم سوں فائز نے پایا | کہ سینا دل شہ کے غم میں جلایا
فائز جس کے من بسے سرور کائنات سنگ | دین دنیا کا کہیا پرائے .... (؟)

---

(۴۴) فتح اللہ۔

دن بیاہ کے شہ میاں نے قاسم نبی کوں مارا | بستا جو گھر حسن کا کر ظلم سوں اجاڑا
دولہن نے توڑ سہرا سر پیٹ یوں پکارا | کہوں میں چھوڑ مجکوں دولا کہاں سدہارا

- - - - - - - -

گریاں ہو فتح اللہ کہنے سوں اس بیان کے | روتے ہیں وا حسین کہہ مخلوق دو جہان کے
اس دوکہ سوں جھک پڑے ہیں یہ طبق آسمان کے | گویا زمین کے اوپر محشر دسے آشکارا

(راڈ نمبرا)

---

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے لیکر شہ کے ماتم کی بہار | زخم کاری شہ کے تن پر کہل رہے جو گل انار
خون کی کیاری بہر رہی ہے درمیان کار و زار | آج کئیں پہاپ نکلا ہے علی کا یادگار

- - - - - - - -

شاہ کربل فضل پر دیکہو مدد ہر آن ہیں
آج مجکوں خوف نہیں بگذرد از روز شمار

(راڈ نمبرا)

---

(۴۶) قایم۔

کربلا کا عجب کیا شہ نے خیال | سب ہوئے اہل حرم غم گیں کمال
سب توڑیں رو رو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گا ہمارا کیا حوال

- - - - - - -

آج ہے ماتم میں قائم دہر تری (؟)
نوعروسی پر پڑا غربت کا حال

(راڈ نمبرا)

---

(۴۷) قطب ـ

یا نبی شہ کون جا کربل سوں لانے تم چلو | فاطمہ اور کون سوں اسکا دکھانے تم چلو
آج بانو غم میں ہیں اونکو منانے تم چلو | دے دلاسا اپنے سینے سوں لگانے تم چلو

- - - - - - - - - - - -

ہو شفیع محشر میں مجکوں یا محمد دستگیر | کہ قطب ابن حسن ہیگا گناہوں میں اسیر
حب اہل بیت سوں رکھتا ہوں دل اپنا سیر | ہوں شفاعت خواہ میں مجکوں چھڑانے تم چلو

(اڈنبرا)

---

(۴۸) قربان علی ـ

آج رو رو کہیں حرم سرور چلے سوکان چلے | الوداع ہو نور پیغمبر چلے سوکان چلے
گھر سیں وہ دلبر حیدر چلے سوکان چلے | ہو کے پیاسے ساقی کوثر چلے سوکان چلے

- - - - - - - - - - - -

جگ میں قربان علی پایا اوسی غم سوں شرف | فقر پایا تو سیاہ ہو بانتہ تازی معترف
روضۂ جد سوں نکل کر شہسوار لوکشف | سید الکونین وہ سرور چلے سوکان چلے

(اڈنبرا)

---

(۴۹) قربان چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پھر آیا ماہ غم افسوس افسوس | شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس

- - - - - - - - - - - -

نہ تھا در کربلا قربان ہوتا | فدائے آن قدم افسوس افسوس

(کیمبرج)

---

(۵۰) کمتر ـ چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعرائے دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین — سوزہ حیدر گگن کا یا حسین

جم رہ کہوسے مجہ اوپر اپنا کرم — ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین

(کیمبرج)

---

(۵۱) گلنذار۔

آیا محرم جگ منے بہی میکھ ڈنمبر سوار ہو | باران رحمت کا ہتی ہے سمان نرد ہار ہو
گرجے گگن پر میکھ لاکسجہ ماتمی ہو کڑکڑا | بجلی کے آنکس کہا کہاڑ روتا ہزار دون زار ہو
فوجاں برہ کے باندھ کر سب موسنا نکے دل اوپر | آنجہو سوں عالم سب چوندہر کیا گلنذار ہو
صف باندھ کر حوراں ملک توس قزح کا کر محل | دونوں انکہاں کوں کہولکر رونے لگا یکبار ہو

- - - - - - - - -

پرنور بہاراں غم ہوا عالم کوں کل ماتم ہوا | اسد پیش پیش و کم ہوا سب ماتم سینیار ہو
سینہ چمن کا چاک ہے گل غنچہ سب غمناک ہے | موزے کے موہ پر خاک ہے ہردم ہزاراں بار ہو
رنگین شفق کے جہول کر زنجیر دہارا نکی جھکڑ | بادل کے ہاتہی چور کر بجلی کے چرخی دار ہو
گلنذار غم کا بار ہے جنگل میں سب گلنذار ہے | گلنذار آتش بار ہے پر خوں لالہ زار ہو
خورشید جلبل راکھ ہو بلبل سوں جنکی جو چھتی | ڈالے چندر نے گل منے تارانکی کفنی پہار ہو

(اڈنبرا)

---

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ | خونیں کفن حسین کا لاویں گے فاطمہ

- - - - - - - - -

وارد امید (۹) روز جزئے لطف

کوثر کا جام بہر کے پلاونگے فاطمہ (کیمبرج)

(۵۳) موسیٰ۔

اے صبا آل نبی پر کیا توں لے آئی بلا	اے صبا کاٹیگی کل کربل منے شہنشہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بے سر چلا	اے صبا اہل حرم کا تاج سر ستے ڈہولا

فاطمہ کے نور دیدون کا تصدق یا رسول	یو دعا موسیٰ کی تجہ درگہ منے رکہہ یو قبول
مہربان ہو داخل جنت کریں حضرت بتول	اے صبا امت کے کارن باب رحمت کا کہولا

(اڈنبرا)

---

(۵۴) مسیحا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سوں جاؤ	بیکس پڑا حسین میرا کربلا سون لاؤ
ٹا کے تنگ کے بانٹ ہر یک نہ خم کون سلاؤ	بانو کون کہو کہ غم میں سکینہ کو ست رولاؤ

ہو کر شفیع کر کے محمد سوں التماس
محشر میں یا حسین مسیحا کتیں چہوراؤ

(اڈنبرا)

---

(۵۵) محبان۔

غم سوں دل چاک گریبان نہ ہوا تہا سو ہوا	بینا ایسا کبہی بر کربان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سرور سنو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا	خانہ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

تازیہ شہ کا عزیزاں رکہو دل بیچ مدام ہوا ہے مرثیہ تازا سنو از صدق تمام
شاہ دین اپنی شفاعت کرین گے روز قیام
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تہا سو ہوا

(اڈنبرا)

(۵۶) معتبر خان۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گردیزی نے کیا ہے۔

مہ نو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے

سپہا نا درد کی صورت سو یو ماہ محرم ہے

لباس نیلہ گوں گردوں کی تن پر رنگ ماتم ہے

نو چھو نرگس بیمار کے انکھیاں پہ شب غم ہے

(اڈنبرا)

(۵۷) ماتمی۔ ان کا تخلص ہکل بھی تھا۔ مرثیہ میں ماتمی تخلص کرتا۔ شفیق اور گردیزی نے ان کا ذکر کیا ہے۔

کربل کے کشتگان کی خبر لو علی ولی	جنگل کے تشنگان کی خبر لو علی ولی
سردار انس و جان کی خبر لو علی ولی	کل اپنے خان و مان کی خبر لو علی ولی

روتا ہے ماتمی ہو سدا رے عزا کون دیکھ

لیے نام و نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

(۵۸) معجز۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نور عین پر کہو درود و سلام	علی کے سرو چمن پہ کہو درود و سلام
اسیر درد و محن پر کہو درود و سلام	شہید سرخ کفن پر کہو درود و سلام

ہمیشہ مصرع معجز رہو از میں غم ناک

شہید زمین و زمن پر کہو درود و سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے محبان شاہ سرور پر سلام | دوستان امت کے رہبر پر سلام

. . . .

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام
پھر کہیگا شاہ اکبر پر سلام

(راڈنبرا)

---

(۶۰) مبتلا چمنستان شعراء اور تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

غم سوں کملائے سب چمن کے گل | بلکے جل گئے چو کدہن کے گل
حیف یاران کیوں کئے کملا | مصطفے کے انجمن کے گل

. . . .

مبتلا اس دو کہہ سیں روتا
ہر کرد سنے یونیں کے گل

(راڈنبرا)

---

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سوں شمع شبستانِ حسین
سب حرم پر ...؟... بدل ہے سخت حیرانی حسین
روز و شب تر جگ کون تیری یاد کے اور ادہے
ہے دعا تجہ نام کے ہر یک کو سر یانی حسین

. . . .

کمترین کمتر مصلح الدین تمارا ہے غلام

دم بدم ہوتا ہے تم پر جیو سو قربانی حسین

(راڈ نمبرا)

---

(۶۲) کہن ۔

آیا محرم کا چندر غم کے ترنگ پر سوار ہو
آسمان کے میدان پر آکر کھڑا غم دار ہو
پوڑی لگی افسوس کے مارے جو تعری آہ کے
اوس شاہ کے ورشن بدل ہنگا ہپرے بیزار ہو

آ شاہ خواب میں بولے کہن رہ شادمان
صم دین دو نیان میں مدد تجہ کون ہیں نت سشار ہو

(راڈ نمبرا)

---

(۶۳) مسکین ۔

جب سون آغاز کیا حق نے دستور سلام
وو محمد کہ ہنوز آدم و حوا بہی نہ تھے
تب سون اول ہی محمد پہ ہی منظور سلام
اوسکون اول سے بہجا تہا بانور سلام

کاشکہ چہار دہ معصوم کی سب کے طفیل
ہوے اس عاصی مسکین کا منظور سلام

(راڈ نمبرا)

---

(۶۴) مدحی ۔

یاران دو جگ کے شاہ پہ صلواۃ سب کہو
معنی لا الہ پہ صلواۃ سب کہو

بھیجے درود مدحی مداح دم بدم
ان سارے قبلہ گاہ پہ صلوٰۃ سب کہو

(کیمبرج)

(۶۵) معصوم — تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

آباد لا محرم سب جا عزا ہوتا ہے | ارض و سما بماتم نیلی قبا ہوتا ہے

تا رو رشتہ معصوم از قتل شاہ مظلوم | چوں شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہے

(کیمبرج)

(۶۶) منعم

کربلا سمے ان بہتر لشکر شکن کا کوچ ہے
دل کا سجا یا سوگ کا بولے ہمن کا کوچ ہے

ماتم بپا ہوا کہ ہا آنسوں سیں تن کوں دھو رہا
منعم سدا جکدر ہارتیو ہمن کا کوچ ہے

(کیمبرج)

(۶۷) مستقیم

تشنہ لب رن میں کوں آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

مستقیم اس غم جان سوز کو گر لکھا تب
نہ فلک سچہ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

(۶۸) مخلص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع اے دوست داران الوداع

مخلص مرن سون ناشفا چھوٹا تھا تے اکنون ٹھہرا
صد بار سر او پر یو غم سکا ارا الوداع

(کیمبرج)

---

(۶۹) موالی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کرو برپا محبان شغل ماتم

موالی پر تو شاہا لطف کر لطف
بر آرد حاجتش را در دو عالم

(کیمبرج)

---

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور فاطمہ علی و حسن مجتبا نہیں
تنہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا پچھاڑ کھا کے اوٹھی بول سب جنے
بابا ترا شہید ہو پونچا ہے حق کنے
سوگند ہے خدا کی ترا بابا یہ جگ منے
درا نہیں دریغ نہیں حسرتا نہیں

کہنے لگا ہے جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے توں بول اس الم

دو جگ میں نظر کون بجز حب اہل بیت
مقصد نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(داڈ نمبرا)

---

(۱۷) نادکم - بیجاپور کے مشہور شاعر ہیں۔ آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہے ہے اصغر ابن حسین سوتا تیرا پالنا
رو رو بانو کرتے ہیں بین سوتا تیرا پالنا
تجھ بن بانو ہیں بے حال ہوئیں بکھرے سر کے بال
کہتے ہی ہو میرا لال سوتا تیرا پالنا
تھا تو سنسکا من نہ چاؤ تجھ دکھیا کے من کا بھاؤ
کاری ہے تجھ دل پہ گھاؤ سوتا تیرا پالنا
تھا جو تجھ پر ایسا گھات تجھ کون پی لیجاتا ساتھ
اصغر تجھ سوں کر کچھ بات سوتا تیرا پالنا
تھا تجھ دل میں یہ ارمان سالگرہ کرتی سامان
تجھ کون تھا یہ برس تدان سوتا تیرا پالنا

غم سوں تیرے روؤں زار اصغر اصغر کروں پکار
جینا تجھ کون ہی دشوار سوتا تیرا پالنا
آج نادکم اس غم کے بین کرتا انجھواں بھر نین
اصغر شہ کے نور العین سوتا تیرا پالنا

(داڈ نمبرا)

(۷۲) ندا۔ اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

اونگا محبوب رب العالمین اوپر سلام | اس حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک لب خستہ جگر تشنہ دہن مغموم جان | سر بریدہ کشتۂ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے ندا ہر روز و شب لیسے سلام
شاہ کے قبۂ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(راڈ نمبرا)

(۷۳) نعیم

شہ کئیں صبا تو روز جزا کون سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا
سر کاٹ ظالموں نے تن سے جدا کیا ہے | سر تو چلا سفر کوں تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقش بندگی کا
کہتا دو کہہ سین رو رو شہ کا غلام کہنا

(راڈ نمبرا)

(۷۴) ہوشدار

آج رو کہتے سب حرم سرور ہمارے کیا ہوئے | احمد مختار کے دو جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہتا یاد کر اپنے گنا ہ ہوشدار | عاصیان کے وو شفاعت کرنے ہارے کیا ہوئے

(راڈ نمبرا)

(۷۵) ہوشیار۔

کرو افسوس اے نازاں حسین کا آج منجا ہے   یوں غم کے دل چھوٹے خاراں حسین کا آج منجا ہے

صدق سوں شاہ کا ماتم کیا ہوشیار ہیں ہردم
زجاں وائے ستے ہم حسین کا آج منجا ہے

(کیمبرج)

---

(۷۶) ہاشم۔

ظالماں شہ کوں مدینہ پھر کے جانے نہیں دے
جد کے روضہ جا کے حال اپنا سنانے نہیں دے

طفل پیاسی تلملے پانی پلانے نہیں دے
دکھ ہیں سرور کے بیٹیاں کو سولانے نہیں دے

تھا اے ہاشم مجھ کو عظمت ترک اشتار جانے ہے
سب کے ہے دل میں درد حسین شہید

اشک طفلاں ہو دامن گیر ماتم کر مزید
لوح دل سیں یو سطر غم کے مٹانے نہیں دے

(اڈنبرا)

---

(۷۷) یاد۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

حضرت نبی اپنے نواسیاں کی خبر لو   ہیں چور رن میں گھائل زخماں کی خبر لو

اے یاد زار غم سوں اماماں کے رات دن   اس غم زدیاں کے حال پریشاں کی خبر لو

(کیمبرج)

خاتمہ | صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہو سکتی ہے بلکہ دکن میں اردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پرداز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن فہمی کا لاف ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ مواد فراہم کیا تھا وہ ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بجنسہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمداً رکھا گیا ہے تاکہ کانہ مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر الما لطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سر ڈینسن راس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے بھی مجھے مدد ملی۔

ناشکرگزاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سر عید نواز جنگ بہادر اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی نہ لوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

آخر پر مجھے افسوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی توسیع نہیں دی گئی جس کے باعث جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

خدا سے دعا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردان اُردو مستفید ہوں۔ وما علینا الا البلاغ ۔ فقط

ہاشمی

ضمیمہ (الف) فہرست کتب (اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فراہمی مواد میں مدد لی گئی)

سلسلۂ نشان	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	زبان	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	"	"	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریو	"	"	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانۂ ٹیپو سلطان	اسٹوارٹ	"	"	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن
۶	فہرست کتب خانۂ توپخانہ اودھ	اسپرنگر	"	"	"
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد اشرف الحق، ایتھے، رابنسن	"	"	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	براؤن	"	"	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری آکسفرڈ	ایتھے	"	"	بوڈلین لائبریری آکسفرڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات ایٹن کالج	مارگولتھ	"	"	ایٹن کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		"	"	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات (پیرایس)		فرینچ	مطبوعہ	ببلیاتک دی نیشنل پیرایس
۱۳	فہرست اردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد عبدالقادر صاحب سروری	اردو	〃	مملوکہ راقم
۱۴	فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن		〃	〃	〃
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر	×	〃	قلمی	〃
	تاریخ				
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم لندن
۱۷	حدیقۃ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ شیرازی	〃	〃	〃
۱۸	بساتین السلاطین	ابراہیم زبیری	〃	〃	〃 و انڈیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	فزونی استرآبادی	〃	〃	〃
۲۰	احوال سلاطین بیجاپور	پیرزادہ غلام محی الدین	〃	〃	〃
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟	〃	〃	انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟	〃	〃	〃
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نوراللہ	〃	〃	〃 و راقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی	〃	〃	〃
۲۵	تذکرۃ البلاد و الاحکام	حسن علی کرمانی	〃	〃	مملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر	〃	〃	برٹش میوزیم لندن

تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	فارسی	مخطوطہ	مملوکہ راقم
انور نامہ	محمد اسمٰعیل ابجدی	〃	〃	〃
تاریخ والاجاہی	×	〃	〃	〃
نشان حیدری	حسن علی کرمانی	〃	〃	کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن
نورس نامہ گلشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	〃	مطبوعہ	مملوکہ راقم
حدیقۃ العالم	میر عالم	〃	〃	〃
گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	〃	〃	〃
تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	〃	〃	〃
واقعات سلطنت بیجاپور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	〃	کتب خانہ آصفیہ
تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	〃	〃	مملوکہ راقم
حیدر نامہ	؟	〃	مخطوطہ	انڈیا آفس
تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب مرحوم	〃	〃	مملوکہ مولوی محمد غوث صاحب
عہد سلف	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم	〃	مطبوعہ	مملوکہ راقم
مقالہ مرتضیٰ	〃	〃	〃	〃
سلسلہ آصفیہ تاریخ دکن	عبدالغفور خان	〃	〃	〃
صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	〃	〃	〃
تزک محبوبیہ	غلام صمدانی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	〃
بستان آصفی	وٹھل راؤ مانک راؤ	〃	〃	〃

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	〃	〃	〃
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	〃	〃	〃
۴۸	دکن میں اردو	راقم	〃	〃	〃

تذکرہ جات

۴۹	تذکرہ فتح علی گردیزی	فتح علی الحسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	〃	〃	〃
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	〃	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	〃	〃	〃
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	〃	〃	〃
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ لچھمی نارائن شفیق	〃	〃	〃
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	〃	〃	〃
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	〃	〃	〃
۵۷	صبح وطن	〃	〃	〃	〃
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملکاپوری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	〃	〃	〃
۶۰	آبحیات	محمد حسین آزاد	〃	〃	〃
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	〃	〃	〃
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	〃	〃	انڈیا آفس

ادبیات فارسی

٦٣	سیف الملوک و بدیع الجمال	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم
٦٤	طوطی نامہ	ضیاء الدین نخشبی	"	"	"
٦٥	طوطی نامہ	ابو الفضل	"	"	"
٦٦	خاور نامہ	حسام الدین	"	"	"
٦٧	پدماوت	ملک محمد جائسی	بھاکہ	"	ببلیاتک دی نیشنل پاریس
٦٨	پدماوت	عبدالشکور بزمی	فارسی	"	برٹش میوزیم
٦٩	شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
٧٠	فرخ بخش	سبھی رام	"	"	"
٧١	بہرام و گل اندام	؟	"	"	"
٧٢	مہر و ماہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
٧٣	کنور منوہر و مدھو مالت	؟	"	"	"
٧٤	میکا و منوہر	مادھو داس گجراتی	"	"	انڈیا آفس
٧٥	قصہ مدھمالت	؟	"	"	"
٧٦	قصہ فیروز شاہ	؟	"	"	"
٧٧	روضۃ الشہدا	ملا حسین کاشفی	"	"	"
٧٨	منطق الطیر	شیخ فرید الدین عطار	"	"	"
٧٩	ہشت بہشت	امیر خسرو	"	"	"

۸۰	جنگ نامہ	محمد حنیف	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۸۱	در مجالس	سیف بن ظفر نوبہاری	″	″	″
۸۲	دو مجلس	؟	″	″	″

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (سنہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قایم کیا گیا ہے)

نمبر سلسلہ	صراحت سنہ	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
		(ا) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)	
۱	سنہ ۱۰۱۸ھ	مثنوی قطب مشتری	۲۷
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۳	سنہ ؟	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	سنہ ۱۰۵۰ھ	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۵	سنہ ۱۰۵۹ھ	مثنوی خاور نامہ	۸۳۳
۶	سنہ ۱۰۶۶ھ	مثنوی پھول بن	۸۰
۷	سنہ ۱۰۶۶ھ	نسخہ ثانی	۸۰
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	"	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	"	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	"	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	سنہ ۱۰۷۷ھ	تشریت نامہ	۳۱۴
۱۴	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۱۵	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	سنہ ۱۰۹۱ھ	قصہ پدماوت	۱۱۸

۱۷	سنہ ۱۰۹۲ھ	جنگ نامہ	صفحہ ۱۴۱
۱۸	سنہ ۱۰۹۵ھ	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۹	سنہ ؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۲۰	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۲۱	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲۲	سنہ ۱۱۰۰ھ	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۲۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۴	سنہ ۱۱۳۰ھ	نسخۂ ثانی	۳۵۲
۲۵	سنہ ۱۱۳۱ھ	منطق الطیر	۳۶۵
۲۶	سنہ ؟	مثنوی دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۷	سنہ ؟	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۸	سنہ ؟	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۹	سنہ ؟	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۳۰	سنہ ۱۱۴۳ھ مشکوک	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱	سنہ "	"	۴۸۲
۳۲	سنہ "	"	۴۸۳
۳۳	سنہ "	"	۴۸۲
۳۴	سنہ "	"	۴۸۲
۳۵	سنہ "	"	۴۸۲
۳۶	سنہ "	"	۴۸۲
۳۷	سنہ "	"	۴۸۲

۳۸	۱۱۶۴ھ	مثنوی عقد فاطمہ	صفحہ ۵۱۱
۳۹	۱۱۶۴ھ	معجزات رسالت	۵۱۳
۴۰	۰	دیوان سراج	۵۱۵
۴۱	۰	حیدر نامہ	۴۰۳
۴۲	؟	مثنوی طالب و موہنی	۴۲۷
۴۳	؟	رازق باری	۴۳۴
۴۴	؟	قصہ بہول صادق	۵۳۹
۴۵	۱۱۷۴ھ	جنگ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
۴۶	"	جنگ مرہٹہ و شاہ درانی	۵۴۴
۴۷	؟	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۴۸	؟	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۴۹	؟	نسخہ ثانی	۴۱۴
۵۰	؟	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۵۱		دیوان عزلت	۵۲۱
۵۲	۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	۴۱۷
۵۳	"	"	۴۱۷
۵۴	"	"	۴۱۷
۵۵	"	"	۴۱۷
۵۶	"	"	۴۱۷
۵۷	"	"	۴۱۷
۵۸	"	"	۴۱۷

۵۹	سنہ ۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	صفحہ ۴۱۷
۶۰		ترجمہ کیدانی	۴۶۷
۶۱	؟	مثنوی لعل و گوہر	۵۲۵
۶۲	؟	نسخہ ثانی	۵۲۵
۶۳	؟	در مجالس	۵۳۲
۶۴	سنہ ۱۲۱۳ھ	دیوان جنیدا	۵۵۴
۶۵	؟	دیوان شادان	۵۶۰
۶۶	؟	قصہ بینا	۵۶۸
۶۷	؟	نسخہ ثانی	۵۶۸
۶۸	؟	انوار سہیلی	۵۶۹
۶۹	؟	"	۵۶۹
۷۰	؟	"	۵۶۹
۷۱	؟	"	۵۶۹
۷۲	؟	"	۵۶۹
۷۳	؟	منتخب نیک نام	۵۷۱
۷۴	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۷۵	؟	اسلام عمر	۵۷۷
۷۶	؟	نافرمان عورت	۵۸۴
۷۷	؟	قصہ معجزہ بی بی فاطمہ	۵۸۶
۷۸	؟	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۷۹	؟	شجرہ خلافت	۵۹۲

۸۰	؟	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۸۱	؟	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۸۲	؟	ہشام و قمر	۵۹۸
۸۳	؟	حکایت سوداگر	۶۰۲
۸۴	؟	چوہوں کا بادشاہ	۶۰۳
۸۵	؟	احمق برہمن	۶۰۴
۸۶	؟	احمق عورت	۶۰۵
۸۷	؟	خوبی قسمت	۶۰۵
۸۸	؟	جنگلی شہزادہ	۶۰۶
۸۹	؟	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	۶۰۸
۹۰	؟	ترجمہ گلستان	۶۰۹
۹۱	؟	نسخہ دیگر	۶۰۹
۹۲	؟	قصہ انار رانی	۶۱۳
۹۳	؟	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۹۴	؟	ترجمہ سراجی	۶۱۸
۹۵	؟	گنج نامہ	۶۱۹
۹۶	؟	شرح دوبیت	۶۲۰
۹۷	؟	کتاب الاخلاق	۶۲۸
۹۸	؟	گیت احمد	۶۳۰

(۲) کتب خانہ برٹش میوزیم لنڈن

۱	۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸

۵	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی نسخۂ ثالث	۴۸۲
۶	؟	بیاض مراثی	۶۳۲

(۵) کتب خانۂ آکسفرڈ یونیورسٹی (بوڈلین لائبریری)

۱	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۲	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	"	نسخۂ ثانی	۴۸۲
۴	سنہ ۱۲۱۱ھ	گلزار عشق	۴۵۵

(۶) کتب خانۂ اڈنبرا یونیورسٹی اڈنبرا

۱	؟	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۲	سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	سنہ ۱۱۶۹ھ	مراثی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۶۴۳
۴	سنہ ۱۱۹۳ھ	بیاض مراثی	۴۳۲

(۷) ببلیاتک نیشنل (قومی کتب خانہ) پیرس

۱	سنہ ۱۱۰۹ھ	یوسف زلیخا	۳۳۸
۲	سنہ ۱۱۴۴ھ	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳	سنہ ۱۱۴۴ھ	انواع العلوم	۵۰۴
۴	سنہ ۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۴۳۶
۵	سنہ ۱۱۸۵ھ	تحفۃ النساء	۴۴۲

ریاض الجنان	۴۵۳
معراج نامہ	۴۴۵
رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
ہدایت نامہ	۴۴۵
عقائد مولوی محمد باقر	۴۴۸
ترجمہ گلستاں	۶۱۱
ترجمہ گلستاں	۶۱۱
معراج نامہ	۶۲۲
افسانہ ہندی	۶۲۴
جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
آئین و قوانین افواج کمپنی	۶۲۶

صدر جملہ ۱۶۳

ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین معہ صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نشان سلسلہ	نام	تصنیف	نمبر صفحہ
	(الف)		
۱	احمد	مصیبت اہل بیت	۷۵
۲	ابن نشاطی	پھول بن	۸۰
۳	امین	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۴	افضل	محی الدین نامہ مرثیہ	۱۷۵ ۱۸۲
۵	امین	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	امین	یوسف زلیخا	۳۳۸
۷	اشرف	جنگ نامہ حیدر مرثیہ	۳۴۷ ۳۷۹
۸	ابن جعفر	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۹	(محمد) اسحاق	ریاض العارفین	۴۲۰
۱۰	آگاہ	ہشت بہشت	۴۳۶
۱۱	//	تحفۃ النساء	۴۴۲
۱۲	//	معراج نامہ	۴۴۵
۱۳	//	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۴	//	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۱۵	//	عقائد	۴۴۸
۱۶	//	محبوب القلوب	۴۵۰

۱۰۴	مرزا	مرثیہ	۱۸۸
۱۰۵	(شاہ) ملک	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۰۶	مرزا	مرثیہ	۳۱۸
۱۰۷	مخدوم حسینی	عقد فاطمہ	۵۱۱
		معجزات رسالت	۵۱۳
۱۰۸	نگینہ	اسلام عمر	۵۷۷
۱۰۹	مخدوم	نافرمان عورت	۵۸۴
۱۱۰	محی الدین	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۱۱۱	میر	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۱۱۲	موسیٰ	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۳	مسیحا	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۴	محبان	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۵	معتبر خاں	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۶	ماتمی	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۷	معجز	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۸	مسیح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۱۹	مبتلا	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۰	مصلح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۱	مکھن	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۲	مسکین	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۳	مدحی	مرثیہ	۶۷۶

حسب ذیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمار	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲	عیار نامہ	۴۰۴
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ مینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ اتار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸

تمام شد

ضمیمہ (د) فہرستِ مخطوطات بلحاظ حرفِ تہجی

ختم